







الفضل العباس بن ہبر



ایڈیٹر حسین شامی  
فضل نقوی

مزار نقوی



# امامیہ مذہب کی کتب کا سب سے بڑا ذخیرہ آپ کو نظامی پریس لکھنؤ میں ملے

قرآن بغیر ترجمہ سفید موٹا کاغذ جلی قلم ضیف سیر کیلئے قیمت  
نہایت صاف چھپائی بڑی تقطیع مجلد پندرہ روپیہ  
فخرا المسائل تمام مسائل ضروری کی مکمل کتاب غیر مجلد  
عملیہ سرکار آقا علیہ السلام کی تصانیف  
کتب مینا مولانا فرمان علی صاحب قبلہ  
شیعہ بخون کی نماز..... دوکانہ دینیات کی پہلی کتاب ۱۰  
دینیات کی دوسری کتاب آٹھ آنہ دینیات کی تیسری کتاب ۲

حاصل شرف مترجم مولانا فرمان علی صاحب مجلد ۵  
وظائف الابرار کامل مترجم جلی قلم دستخطی علام  
اس وظائف الابرار میں ۹ سو اور ۲۶ دعائیں ہیں  
تحفہ احمدیہ علیہ سرکار ناصر الملتہ و سرکار سعید الملتہ قلم  
اعمالہ محرم و رمضان بلکہ ماہ ماہ کے اعمال تحفہ احمدیہ جلد سوم میں

حسینی قاعد فضل لکھنؤ  
راہ حق بچوں کی ہدائی کتاب

جانب اور انکی ہادہنگی ۳  
ہمارے رسول..... ۴  
رسالہ نماز مولانا ولی حید صاحب ۲  
اصول دین مولانا حبیب الرحمن صاحب ۵

تکمیل حکیم مرتضیٰ حسین صاحب للہ  
اکمال..... للہ  
حدیث غدیری سرگزشت  
مولانا سبط حسن صاحب قبلہ ۸  
الامتہ و اخلاق نواب صاحب ۶  
سیرت ائمہ بارہ بروج ۸  
نور ایمان مولانا خیرات احمد للہ

صراط یقیم مولانا صاحب احمد صاحب ۸  
محاربہ حق و باطل حکیم علی صاحب ۸  
سلسلہ مصائب..... للہ

روضۃ الکرام تاریخ بلگرام  
پچھتہ سہ ماہیہ کائنات

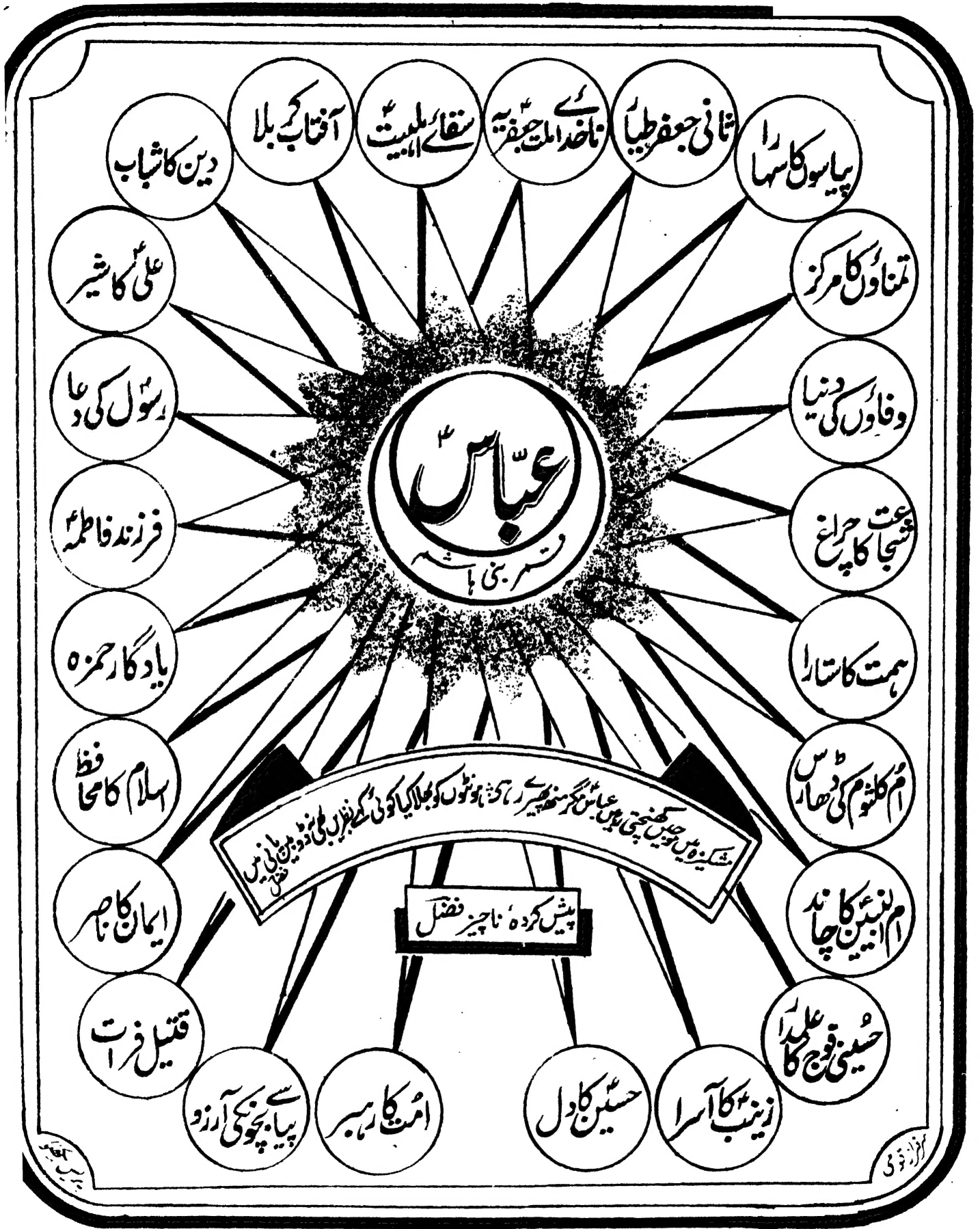
ماہنامہ مجاہدہ تحفہ العوام مع تبکول مع آقا و  
باصناف حصہ سوم دستخطی علام کرام  
موافق فتاویٰ صد الشریعہ سرکار آقا علیہ السلام کی تصانیف  
وحجۃ الاسلام باقر العلوم مولانا الیہ محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد اعلیٰ امام مقامہ  
وحجۃ الاسلام مولانا الیہ محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد اعلیٰ امام مقامہ  
وحجۃ الاسلام مولانا الیہ محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد اعلیٰ امام مقامہ  
وحجۃ الاسلام سرکار مولانا الیہ محمد صاحب قبلہ مجتہد العصر الزمان دام ظلہ  
وحجۃ الاسلام و المسلمین سرکار مولانا الیہ محمد حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر الزمان دام ظلہ  
مع جدول تاریخ سنہ سرکار ناصر الملتہ مولانا ناصر حسین صاحب قبلہ علی نقیہ  
و سرکار سعید الملتہ مولانا سعید صاحب قبلہ مجتہد العصر الزمان دام ظلہ  
جلد نمبر اول للہ مجلد نمبر دوم ہے بغیر جلد تین روپیہ

البلاغ لمبین نوشتہ آغا محمد سلطان مرزا صاحب ریاض الرحمن جلد اول  
فلسفہ آل محمد علامہ ابن عربی فلسفہ آل محمد  
فلسفہ مذہب شیوہ از مسوادرین جرمنی مقدمہ ۳  
آئینہ علمیہ و سلوویہ حاصل ہند مولانا سبط حسن صاحب قبلہ ۲  
نظامی جنتری ۱۹۴۷ء  
۱۹۴۷ء ۱۹۴۸ء ۱۹۴۹ء  
خواب بیداری..... جنتی ایران کی خوابیدہ زندگی میں بیداری کی روح بچھوڑی ۸

تحفہ احمدیہ جلد سوم.....  
تحفہ احمدیہ جلد دوم..... للہ  
چہارہ مصوم علیہ السلام کی  
سوانح عمریاں  
بالکل سادہ سہل آسان زبان  
مولفہ

تملی عظیمی مولانا ظفر حسین صاحب قبلہ  
(۱) سوانح عمری خاتم الانبیاء غیر مجلد  
(۲) سیدہ طاہرہ ۱۲  
(۳) سیدہ ام ۱۲  
(۴) دو سہرامام ۱۰  
(۵) تیسرے امام ۱۲  
(۶) چوتھے امام ۱۲  
(۷) پانچویں امام ۱۰  
(۸) چھٹے امام ۱۲  
(۹) سیدہ زینب نام ۱۲  
(۱۰) آٹھویں امام ۱۳  
(۱۱) نویں امام ۹  
(۱۲) دسویں امام ۱۲  
(۱۳) گیارھویں امام ۹  
(۱۴) بارہویں امام کے حالات ۱۲  
غیر مجلد لکھنؤ  
آپ کے خاندان کے بچوں کا علم

شہید حق = حسینی دنیا = تاریخ احمدی = قصائد چہارہ مصومین = ملنے کا پتہ



چند سالانہ  
تے

## نظارہ کھنڈ

ابو الفضل عباسی نمبر  
۸

ہفتہ وار

جلد ۱۶

۲۱ نومبر ۱۹۴۶ء

نمبر ۲۵

## فہرست مضامین

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	مضمون نگار	مضمون
۳۲	سرورش بلج آبادی	حقیقت ہے تعزیر	ایڈیٹر	عباس علیہ السلام
۳۳	ذیدی بلگرای	ظلم سے انتقام	"	ایڈیٹر ریل نوٹ
۳۴	خیر کھنڈی	عبداللہ بن عودہ	ذآخر کھنڈی	نوحہ
۳۶	رفیق جابر	دفاعی عباسی	شہید یار جنگ بہادر	سلام
۳۷	تشنہ بلگرای	انسانیت کی رہنما	سید صدر الاسلام صاحب	مرثیہ کے چند بند
۳۸	سید شمیم حیدر صاحب	دانش خداوند و قاپیں عباسی	مرسلہ سید محمد موسیٰ صاحب	سلام ملک
۳۹	خیر کھنڈی	مرثیہ کے بند	"	"
۴۱	شیخ محمد مختار صاحب	ملہ دار کا شاندار کارنامہ	عہد اہلی صاحب بلگرای	چھ لٹاک رات
۴۲	انصار حسین صاحب ہمدان	صبح امامت	اکثر انبالوی	نوحہ
۴۳	نثار پورانی	نوحہ	ذاب محمد عباس صاحب	حسینا رۂ دل
۴۴	مولانا سید علی محمد صاحب	اصحاب حسینی	سید صدر الاسلام صاحب	نوحہ
۴۶	سید صدر الاسلام صاحب	سلام	آغا اشہر کھنڈی	فوج حسینی کا جبریل ہمدان
۴۷	شامین نقوی	حسینی سیاست	انیس بانو صاحبہ	نوحہ
۵۰	سید علی حسن زیدی و ساجد نجی	نوحہ	نسیم امروہوی	شیعیان کو فک کی سرفروشیوں
۵۱	عبد اہلی صاحب بلگرای	نگاہ مرد محسن	رضا انصاری	حیات دوام
۵۲	سید ارشاد علی صاحب	شہداء حسینی کی صداقت	بیباک ماہلی	دنیا کا بے نظیر اہلی
۵۶	قربان حسین صاحب قربان	سلام	سید احمد علی خاں صاحب	سقا کے سکینہ
۵۷	مولانا محمد تقی صاحب	چھہ شہید	مولانا مرزا یوسف حسین صاحب	سید الشہداء

سید ظفر عباسی نقل پر نظر پبلشر ایڈیٹر نے سرفراز قادیسی میں چھپوا کر دفتر اخبار نظارہ کھنڈ دیکھو یہ اسٹریٹ کھنڈ سے شائع کیا۔

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	صفحہ	مضمون نگار	مضمون
۸۷	محمد باقر صاحب	نصرت اسلام	۶۰	مولانا محمد باقر صاحب	عباس
۸۸	مولانا کاشف	معرکہ عاشور	۶۱	صدر الملت مظلہ	سید المحدثین
۸۹	مولانا وصی محمد صاحب	حیات شہید	۶۳	غلام جعفر صاحب سرشار	عقیدت کے آئینہ
۹۳	ہدایت اجتہادی	ربا می	۶۴	منشی تامل صاحب	سلام
۹۴	آغا صاحب بی اے	حسین اور اسلام	۶۵	حکیم سید محمد قاسم صاحب	انوار حقیقت
۹۵	فخر شیرازی	نوحہ	۶۷	سید حسین صفر صاحب	سب سے بڑا فاتح
۹۶	یادگار رائے پوری	شافع محشر ہیں حسین	۶۹	مظفر د ارشد	سلام
۹۷	مولانا سید علی صاحب	راہ شہادت	۷۰	راہی ہلگرای	سیاسی نقطہ نگاہ
۹۸	عزیزتہ باقر	سلام و نوحہ	۷۲	خاورد و ہدف	سلام و نوحہ
۹۹	مولانا قائم ہمدی صاحب	افضل الشہداء	۷۳	صابر رضوی	تاجدار مملکت و خاکی سبق آموز زندگی
۱۰۰	زاہد جعفری	رہبر انسانیت	۷۹	نثار بوتراہی	رباعیاں
۱۰۱	شیر النساء	سلام	۸۰	مولانا سید نجم حسن جٹا کرادی	نوحہ
"	شریف حیدری	"	"	ڈاکٹر منظور ہمدی صاحب	سلام
۱۰۳	مجتبیٰ حسین صاحب قمبر	بیکس نمازی	۸۱	اثر جاسی	حسینی پنٹھ
۱۰۴	راؤن و نسیم	سلام	۸۵	حسن زید پوری	شاہ شہیدان
۱۰۵		شہادت و اعلان	۸۶	صغیر ہمدی	محرم کی نعمتیں

پر نور جبین سے لپٹا ہوا معبود کا کعبہ ہوتا ہے۔ شیر مجلی تلواروں میں کس شان سے سجدہ ہوتا ہے (فضل)

## سورج فرات

== (جلد سوم) ==

== حسینی شاعر کا چھٹا روحانی شاہکار ==

جس کا آپ کو سال بھر سے انتظار تھا

جلوہ گاہ و کر بلا کی حقیقی تجلیاں فرات کی چمکتی ہوئی موجوں کے دودھ بھرے اثرات ۷۲ پیاسوں پر چمکتے ہوئے آنسوؤں کی نچھاور اور پھر حسینی شاعر فضل نقوی کے مخصوص رنگ اور فرات کی موجوں میں ڈوبی ہوئی زبان سے نکلے ہوئے نئے نوحوں کے وہ شہاد ہیں جو سال بھر تک آپ کو غم حسین کی یاد دلاتے رہیں گے۔ اس سال کے بالکل نئے نوحے جو اب تک طبع نہیں ہوئے۔ سورج فرات کی تیسری جلد میں ملاحظہ فرمائیے۔  
آج ہی منگولیا کے دورہ مکمل ہے بعد کو ہم آپ کے آؤٹو کی قیاس نہ کر سکیں۔ قیمت فی جلد عسر (علاوہ معمول ڈاک)  
== منیجر نظارہ باک ڈپو کھنڈو ==

AKAR JUNG ESTATE LIBRARY

(Oriental Section)

URDU PRINTED BOOKS:

Session No. Cat. No.

Book No.

# نظارہ کھنڈ

ہفتہ وار

جلد ۱۶ | ۲۱ نومبر ۱۹۴۶ء | نمبر ۴۴

## مسلم اتحاد

جس طرح رمضان المبارک اخلاق کو سدھارتا غبار میں ہیت اودھ سار میں انکسار اذ جذبات پیدا کرتا ہے مہینہ اسی طرح ماہ محرم بھی عظیم الشان مہینہ ہے جو مسلمانوں کو متحد دہنے سیل جول پڑھانے کی ہر سال علی قلیم دیتا ہوتا ہے۔ یہ مہینہ اس واقعہ عظیم کی یاد دینیکے دنوں میں تازہ کر دیتا ہے جو نہ صرف اسلام میں اپنی آپ نظیر ہے بلکہ عالم میں کہیں بھی کر بلا جیسا خونیں مرقع پیش نہیں کیا جاسکتا۔

یزیدیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے نہ صرف اسلام کو گھیر لیا تھا بلکہ انسانیت اخلاق محبت اور اخوت اس ظالم منکبر اور خود غرض بادشاہ کے ہاتھوں میں دم توڑ رہی تھی۔ یزید انسانیت کا حیوانیت کے روپ میں دنیا سے تعارف کرار ہا تھا۔ عبادت گھر سار کر دیئے گئے تھے، اذانوں کی آوازیں باجوں کی صدائیں دب چکی تھیں علی الاعلان شراب نوشی ہو رہی تھی مسجد کے ٹمٹاتے ہوئے چراغ خدا سے لو لگا ہوئے تھے۔ دولت کی چمکی میں ایمان پس رہا تھا جو اہرات کی چمک نے حقیقی جلوں پر پردے ڈال دیئے تھے۔ نہ رسول اللہ تھے نہ حضرت علی نہ حضرت فاطمہ تھیں نہ حضرت امام حسن پھر آخر کو نہ تھا جو اس طوفان حیوانیت کو روک کر ہلام اور امت کی کشتی کو صبح راستے پر لگا دیتا؟ اور وہ ہستی سوائے مولائے کائنات آقائے دو جہاں بید اشہدار حضرت امام حسین علیہ السلام کے دوسری نہ تھی۔ آپ نے وہ مضبوط دستہ اور مستحکم جادہ اختیار فرمایا کہ دشمن انسانیت کے حانت کھٹے کر دیئے۔

یزید تو یہ جانتا تھا کہ کربلا کی جنگ ویسی ہی کوئی لڑائی ہو کر ختم ہو جائیگی جیسی کہ دنیا میں آئے دی ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن امام حسین نے اپنے علم سے بتا دیا کہ یہ جنگ دو بادشاہوں کی نہیں بلکہ حق و باطل دولت اور غربت حیوانیت اور انسانیت کی لڑائی ہو کر رہے گی۔ اور سچی بات یہ ہے کہ وہی ہوا جو حضرت کا نظریہ تھا۔ بیٹے امام نے وہ تمام راستے ترک کر دیئے جو سرمایہ داری کی جنگ کے لئے ہو سکتے تھے۔ آپ نے نہ تو فوجیں جمع کیں نہ آلات حرب اکٹھا کئے نہ دوتوں کے انبار ذخیرہ کئے نہ اجناس کی فکر کی۔ کچھ بھی نہیں چند افراد کو ساتھ لیکر آپ نے مدینہ چھوڑ کر پہلے مدینہ کا تحفظ کیا پھر کج کو عمرہ سے بدل کر خدا کے گھر کی حفاظت فرمائی۔ لطف تو یہ ہے کہ ان متبرک مقامات کے علاوہ بھی آپ نے عوب کے کسی دوسرے شہر یا قصبے میں بھی قیام نہیں فرمایا تاکہ خدا کی مخلوق اور خصوصیت سے مسلمانوں یا ان کی آبادی کو ہمدرد نہ پونچے کہ بلا کا جنگل اور آبادی سے دور ہمارے خیال میں تو حضرت کو خدا اورادہ بھی صرف اس لئے فرما رہے تھے کہ حجت ختم کر دیں تاکہ دنیا یہ نہ کہے کہ ہم نے بلایا تو تشریف نہ لائے۔ امام تو یہ دکھانا چاہتے تھے کہ میں تو صرف خدا کی مخلوق اور دین حق کا تحفظ چاہتا ہوں۔

یزید کربلا پہنچنے سے پہلے ہی امام کا یزیدی فوجوں نے عامرہ کو لیا اور امام نے لاکھوں میں گھر جانے کے بعد جس ثبات و عزم و صبر کا ثبوت دیا ہے اس کی مثال دنیا کے کسی گزشتہ واقعہ کو پیش کرنے کے بعد نہیں دی جاسکتی۔ گویا کہ حضرت نے بتا دیا کہ جان دی جاسکتی ہے مگر اسلام کی موت نہیں دیکھی جاسکتی۔ اپنی اولاد دین خدا پر نثار دی جاسکتی ہے لیکن مسلمانوں میں پھوٹ اور افتراق نہیں دیکھا جاسکتا۔ اپنے جسم کا ہر قطرہ خون بہایا جاسکتا ہے مگر یزید جیسے فاسق کی بیعت کر کے رسول اسلام کی تعلیم کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ محرم وہی محرم ہے جس کے وس روز میں اتحاد کی عمارت امام حسین نے تیار فرمائی تھی۔ آج بھی محرم کا مہینہ اتحاد کا سبق دے رہا ہے۔ ہندوستان کے مختلف صوبے فرقہ وارانہ فساد میں مبتلا ہو چکے ہیں لیکن اب وہ ماہ محرم آگیا ہے جس میں حضرت امام حسین کی تعلیم پر نظر رکھ کر ہر انسان کو متحد ہو کر راستہ چلنا چاہیئے۔ امام حسین کی عرواد ہی نہ صرف شیعہ اور مسلمان کرتے ہیں بلکہ برادران وطن ہندو بھائی امام



حاصل کرتا ہے۔ مومنین کرام مدد کرتے ہیں مضمون نگار حضرات قلمی اعانت فرماتے ہیں اور ہم یہ متحدہ ہر یہ بارگاہ شہدائے کربلا خصوصاً حضرت ابو الفضل عباس علیہ السلام کے مدد میں پیش کر دیتے ہیں۔ ابکی جن مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد یہ نمبر شائع کیا جا رہا ہے اس کو ہمارا دل ہی جانتا ہے۔ ہر طرہ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے آقا اس ناچیز پر یہ قبول فرما کر ہمیں دونوں جہان میں عزت عطا فرما میدے۔

**مضامین اور نظمیں** خدا کا شکر ہے کہ ابکی مضامین اور نظمیں حضرات شہداء اور آدابائے قوم نے اولاً ہی کے ساتھ روانہ فرمائے کہ کثیر تعداد میں پہنچ رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کچھ حضرات نے تاخیر سے روانہ کئے۔ اگرچہ ابکی آٹھ صفحے حجم میں ہم کو انہیں مضامین کے لئے بڑھا نا پڑے لیکن اس کے بعد بھی جب مضامین اور نظمیں باقی رہیں تو ہم نے بعض قوی اخبارات کے محرم نمبروں کو دیدیئے کیونکہ ہمارا مقصد ہر طرہ متحد ہے خواہ نظارہ میں شائع ہوں یا کسی اور اخبار میں۔

**اعلان تعطیل** ایک تو عشرہ محرم میں کارکنان نظارہ منہمک رہتے ہیں۔ دوسرے کاغذ کی پابندیوں کی وجہ سے بھی ہم مجبور ہیں کہ اتنے ہی پاؤں پھیلائیں جتنی ہماری چاہ کو ملتا ہے اس لئے یہ ۳۱ نومبر ۱۳۸۵ء کا یکجائی نمبر شائع ہو رہا ہے اور سرد سمبر کا نظارہ شائع نہیں کیا جائے گا۔ ناظرین نظارہ فرمائیں انشاء اللہ ۱۴ سرد سمبر کا نظارہ حب محمول حاضر خدمت ہو گا۔ (منبر)

**دلی شکر** ان تمام حضرات مومنین و سادین کا شکر ہے جنہوں نے اس نمبر کی مالی اعانت فرمائی۔ ان اُدبار اور شعرائے کرام کا شکر ہے جنہوں نے قلمی مدد فرمائی۔ جناب صاحب برسن دیلی کا شکر ہے جنہوں نے ٹائٹل اور دوسرے صفحے کے ڈیزائن فیئر کسی سادہ صنف کے بنائے اور ان تمام حضرات کا شکر ہے جنہوں نے کسی طرح بھی اس ممبرک نمبر کی امداد فرمائی۔ (ادارہ)

**یادگار عہد** اربترین شعراء کے ذہن کا لاجواب مجموعہ ہائے ادب و ادبیات جس کی اشاعت اسکول آباد قیمت ۳۰ روپے کا پتا۔

بذریعہ جناب فی الدین حیدر صاحب ام اے سکرٹری یادگار عہد اسکول آباد

کی عظمت کا کمال کرتے ہیں اور تعزیر داری کرتے ہیں۔ اندوہ ہو یا بھرت پور دتیا ہو یا گوالیار۔ یہ سب ہندو ریاستیں ہیں لیکن محرم کے مہینے میں لاکھوں روپیہ عزاداری پر صرف کیا جاتا ہے۔ محرم کا ہر جلوس غم انگیز طریقے سے گزرتا ہے۔

## موتِ اعظم موتِ اعظم آہ آغا ابوالحسن اصفہانی

ہم نظارہ کا ابو الفضل العباسؑ نمبر تیار کرنے میں مصروف تھے اور ہمیں خبر بھی نہ تھی کہ یہ نمبر اگر ایک طرف مصائب امام پر آسوا ہوائے گا تو دوسری جانب اس کو امام زمانہ کے سب سے بڑے نائب آغا ابوالحسن اصفہانی کا ماتم بھی کرنا پڑے گا۔

بد نصیب ہم ہماری قوم جس کے ممتاز افراد کیے بعد دیگرے اٹھ گئے۔ ہندوستان میں جب سے سرکار ناصر اللہ اعلیٰ اندر مقامہ کا سایہ اٹھا اس وقت سے کوئی ہمارے دکھ درد پر رونے والا باقی نہ رہا اور آغا ابوالحسن اصفہانی کو دنیا بھر کے شیعوں کی دوح رواں تھے۔ فہوس۔ ہم تک یہ خبر سرکار سعید اللہ مدظلہ کے اس تاد کے ذریعے سے پہنچی جو موصوف نے سرکار نصیر اللہ مدظلہ کو دیا ہے۔ تاد پہنچنے کے بعد ہی مومنین میں غم و اندوہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ سرکار عدۃ العلما مدظلہ اور دیگر علمائے کھنڈ نے شیعان ہندوستان سے اپیل کی ہے کہ وہ ۲۷ ذی الحجہ کو یوم غم منائیں۔ جلسیں اور قرآن خوانی کریں۔ یقیناً شیعوں کے لئے یہ وہ غم ہے جو کسی وقت بھی دلوں سے جو نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ کواٹھن میں انتقال ہوا اور نجف اشرف میں اُفق شیعیت کا یہ چاند ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنازے کے ساتھ لاکھوں کا مجمع تھا جس میں علمائے عراق و ایران کے علاوہ حکومت عراق کی سربراہ آدودہ شخصیتیں بھی شریک تھیں۔ اس عاودہ عظیم میں حکومت ایران نے دو یوم کی تعطیل کا اعلان کیا اور عراق میں بھی دو کانیں اور کاروبار بند کر دیئے گئے۔

**متحدہ پیشکش** ابو الفضل العباسؑ نمبر کی تحریک آج سے دس سال قبل سرکار سعید اللہ مولانا سید محمد سعید صاحب نے فرمائی تھی جب سے الحمد للہ نظارہ آج تک ہر سال یہ نمبر آقا کے دو جہاں حضرت ابو الفضل عباس علیہ السلام کے اسم مبارک سے معنون کرنے کا فخر

# اکبر ابھی آرام کرو رات بڑی ہے

از استاد الاساتذہ د عہد ہند جناب ذاکر نقوی غفرلہ اللہ

۵۴ سال قبل کا ایک یادگار نوحہ

<p>بیگور جو میت شہ والا کی پڑی ہے          ماں دل کو سنبھالے درخیمہ پہ کھڑی ہے          کس قہر کی برہمی دل اکبر میں گڑی ہے          سوکھی ہیں رگیں حلق میں تکلیف بڑی ہے          ماں بالوں کا سایہ کئے تربت پہ کھڑی ہے          اک شیر کی میت ہو جو ریتی پہ پڑی ہے          اکبر ابھی آرام کرو رات بڑی ہے          مقتل سے چلے آؤ بہن درپہ کھڑی ہے          بعد شہ دیں ناؤ تلام میں پڑی ہے</p>	<p>اک غم کی سناں قلب میں زینب کے گڑی ہے          کرتے ہیں غابر چھویں والوں سے جو اکبر          جب کھینچتے ہیں شہ تو تڑپ جاتا ہے بیٹا          اے شمر جو کر ذبح تو دے شاہ کو پانی          نہیں علی صغریٰ کد دھوپ میں پا کر          شہ کہتے تھے کیا شان میں عباس کی تہلاؤں          اک شمع لئے کہتی ہے ماں یہ شب عاشور          دیتی تھیں صدایہ علی صغریٰ کو سکینہ          غربت میں نہ ڈوبے کہیں سادات کا بیڑا</p>
--	---

ذاتِ آخرتہ قبر آ کے علی فیصلہ کر دیں

تکرار فرشتوں سے سوالوں میں پڑی ہے

## صبح عاشور

جناب نواب شہید یار جنگ بہادر شہید (حیدر آباد دکن)

— (عطیہ خاص) —

عالم پہ ہر اک سناٹا سا کیا صبح قیامت آئی ہر  
اٹھتا ہر بگولا صحرا میں یا آہ نکلتی ہر دل سے  
کیا آج یہ ہونے والا ہر تھم جاتا ہر پانی بہہ کر  
پتھر جو سرک جاتا ہر کوئی بہتا ہر یہ کیسا تازہ لہو  
کیوں آج شجر ہیں پژمردہ کیوں آج حجر سب زلاں ہیں  
کیا زلزلہ آئی والا ہر کیا حشر بپا ہے دنیا میں  
کیا آج کسی مظلوم کا رخ بے شیر کے خوں سے لال ہوا  
کیا آج کسی کا شیر جواں دیراکے کناٹے ٹوتا ہر  
کیا آج کوئی پردہ والی بے پردہ ہوئی بازاروں میں  
کیا آج بہن نے دیکھا ہر سر کٹتے اپنے بھائی کا  
کیا آج کسی کے اہل حرم قیدی ہو کر جاتے ہیں  
کیا آج غم کی شہزادی پھر ملک عرب میں لٹتی ہے  
دنیا میں کسی پیغمبر کا گھریوں نہ کبھی تاراج ہوا

ماتم کی صدائیں آتی ہیں ہر سمت اُداسی بھائی ہر  
دریا میں تلاطم ہر برپا نکراتی ہیں جبین ساحل سے  
خورشید کے تن میں لرزہ ہر تھراتے ہیں فتنے رہ رہ کر  
آتی ہر اگر جنگل سر ہوا آتی ہر ہوا میں خون کی بو  
کیوں آج درندے سمے ہیں کیوں آج پرندے حیراں ہیں  
جنش ہر زبیں کو آج یہ کیوں اٹھتے ہیں بگولے صحرا میں  
کیا آج کسی بیوہ کا پسر مقتول ہوا یا مال ہوا  
کیا آج کوئی تنقیدہ جگر ہاتھوں سے پسر کو کھوتا ہر  
کیا آج کوئی مظلوم گھرجرم و خطا تلواروں میں  
کیا سجدہ حق میں آج کٹا سرخ کے کسی شہیدائی کا  
کیا آج کسی بیمار و حریز کو طوق گراں پہناتے ہیں  
کیا آج کوئی ننھی بچی محبوب پدر سے چھٹی ہے  
ہر گز وہ نہوگا اور نہ ہوا جو ظلم جہاں میں آج ہوا

دل شمر سے بدتر ہے اس کا جو آج کے دن رنجور نہ ہو  
اسلام پہ چھائے تاریکی اگر صبح شب عاشور نہ ہو



# مرثیے کے پانچ بند

== از جناب خان بہادر صدق شاعر سید صدر الاسلام صاحب صدر ==

== (کو تو ال' شہر آگرہ) ==

زینت دہ اور نگ شجاعت ہیں علمدار □ اعدا کو دم جنگ قیامت ہیں علمدار  
 حیدر کی طرح مظہر ہیبت ہیں علمدار □ بھائی کے لئے باعث نصرت ہیں علمدار  
 شہر پہ قسربان ہوں حسرت یہ ہے دل میں  
 عالم سے نہیں کام محبت یہ ہے دل میں  
 ہر سانس میں مشتاق شہادت ہیں علمدار □ میدان میں تصویر شجاعت ہیں علمدار  
 شہر کو خالق کی عنایت ہیں علمدار □ ہر شکل سے حیدر کی شباہت ہیں علمدار  
 تلوار جو لیں مسمر کہ خیبر کا دکھا دیں  
 تا حد نظر مر حب خود سر کو بھگا دیں  
 یہ زور شباب اور یہ آفت کی لڑائی □ ہر ہاتھ میں دکھلائی ید اللہ کی صفائی  
 اک شور تھا اعدا میں دہائی ہے دہائی □ تلوار کی ہر ضرب سے ملتی تھی خدائی  
 نعرے تھے کہ میں فاتح خیبر کا جگر ہوں  
 عباس مرا نام ہے حیدر کا پسروں  
 ہشیار لعینوں میں چلنا جانب دریا □ روکے جو زمانہ بھی تو اب رک نہیں سکتا  
 ہے پیاس میں کچھ اور مرے دل کا ارادہ □ لوں سانس تو دیکھو گے دریا اُسنڈ آیا  
 کچھ پیاس بگھانا مجھے مشکل ہی نہیں ہو  
 پانی پیوں یہ مصلحت دل ہی نہیں ہو  
 یہ کہہ کے بڑھا نہر کی جانب دلاور □ ہر گام پہ نعرے تھے یا ساقی کوثر  
 یوں بھیر چھٹی جیسے پھٹے پانی کی چادر □ تسلیم پہ تسلیم کی موجوں نے بھی بڑھ کر  
 دریا پہ سپاہی جو تھے جی چھوڑ کے بھاگے  
 جاں اپنی لئے پردوں سے منھ موڑ کے بھاگے

# عرش و کرسی وارض و سما سلام علیک

(از جناب سید صاحب عالم صاحب مارہروی سجادہ نشین سرکار خوردارہرہ)

جناب م۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپنے والد ماجد مولانا حافظ ابید عبد بھلیل صاحب مرحوم اعلیٰ الشہ مقامہ کے نانا صاحب سید صاحب عالم مارہروی سجادہ نشین سرکار خوردارہرہ کا ایک سلام جو جناب صاحب عالم مرحوم کے روزنامہ دہم محرم ۱۳۶۹ھ ہجری کے ایک ورق پر لکھا دیکھا بغرض اشاعت محرم بفرغ از ارسال خدمت ہے جناب غائب مرحوم جناب صاحب عالم صاحب کے ہمعصر تھے اور انتہائی عقیدت رکھتے تھے خطوط غائب سے بس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اسی روایف میں جناب سوش پلج آبادی کا سلام سال گزشتہ کے سالنامہ میں شائع ہو چکا ہے۔ موجودہ سلام ۹۶ سال قبل کا ہے۔

سرور خاطر خیر الوری سلام علیک  
خلیفہ و خلف مر تضا سلام علیک  
بشاشت دل خیرنہار سلام علیک  
برادر حسن مجتبا سلام علیک  
چراغ دودہ آل غیا سلام علیک  
بتو بود شرف انبیا سلام علیک  
نمونہ حرم کبریا سلام علیک  
ز عرش و کرسی وارض و سما سلام علیک  
ز آب و آتش و خاک و ہوا سلام علیک  
شہ و لایت کرب و بلا سلام علیک  
نہ خویش ماندہ و نہ آشنا سلام علیک  
نگفتہ تو برنج و عناب سلام علیک  
نودہ تو بصدق و صفا سلام علیک  
سوار دوش و بر مصطفیٰ سلام علیک  
شفیع برحق روز جزا سلام علیک  
سر مبارک از تن جدا سلام علیک  
ردانہ کردہ شہ از دیدہ ہا سلام علیک  
کھن ز خاک بدست صبا سلام علیک  
بنام تو دل و جانم فدا سلام علیک

نشاط روح رسول خدا سلام علیک  
خالف تو رود بے خلاف در دوزخ  
غم تو ساختہ بے تاب جان عالم را  
توئی کہ خاتمہ پیچتن بود بر تو  
منور است ز نور تو سر بسر آفاق  
ز تو سرگز او لبیا علیک صلوة  
حریم کوئے تو باشد چشم اہل یقین  
توئی کہ بہر تو آید صدا صبح و مسا  
رسد بروضہ پاک تو ہر نفس آواز  
بکر بلاچہ مصائب کہ بر تو نگذشتہ!!  
ترا بوقت شہادت شہا سربالیں  
سوائے صبر و بجز شکر ہیچ حوت، دگر  
فلک جنا با تسلیم صبیح صادق را  
بہ طفلی اے کہ تو بودی ز فرط ناز و نعیم  
ترا چگونہ ندانم کنوں بن عامی  
چکیدہ خون ز فلک ہر گہ اشتیاق کردند  
شہادت تو جگر ہا نودہ شق شاہا  
برائے سرمہ چشم ز کربلا بفرست  
زیارت تو نصیبم ز بخت فرخ باد

خوشا کہ صاحب بے پاؤں سر بدرگاہت  
رسیدہ عرصہ دہر جدو ما سلام علیک

# سوار دوش رسول خدا سلام علیک

از جناب سید مقبول عالم صاحب اعلیٰ الشرف

جناب سید صاحب عالم صاحب کے صاحبزادہ جناب سید مقبول عالم صاحب اعلیٰ الشرف مقام تھے آپ نے بھی اپنے والد ماجد کے اتباع میں مندرجہ ذیل سلام لکھا ہے

سوار دوش رسول خدا سلام علیک  
دلِ علی جگر مصطفیٰ سلام علیک  
شد از تو خمسہ آلِ عباس سلام علیک  
شدی نشانہ تیر جفا سلام علیک  
ندار سد زہمہ انبیاء سلام علیک  
فغان و شیون و آہ و بکا سلام علیک  
شدی تو باعث خلقِ رضا سلام علیک  
ز تست رونق بیتِ عز اسلام علیک  
صبحِ حشر و بروز جزا سلام علیک  
تختِ است و صلوة و ثنا سلام علیک

مقرَّبِ م کبریا سلام علیک  
شدی نشانہ تیر جفا سلام علیک  
رباعی ز نبی تا حسن بصفہ دہر  
مقامِ عالی جد تو قابِ تو سین بہت  
بر تو عرصہ دہند اولیا علیک صلوة  
بہ مجمع کہ رود ذکر تو بود کارش  
برائے تو بچہاں آفریدہ شد تسلیم  
دلِ حزیں مرا ناخند جلوه گشت  
بہ اہل شام سیہ سخت پس چہ خواہی کرد  
بر مریح پاک تو ہر دم ہزار بار از ما

تو جہے نظر سوئے شکل مقبول

حسینِ نائبِ مشکشا سلام علیک

# ایک ہولناک رات

از جناب سید عبد العلی صاحب بلگرامی

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر اور کانوں پر نشان کر دیلے اور انکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اس فرمان الہی کے مصداق تھے۔

ہر شبہ میں جن تھا رندی وستی کا دور تھا آلات حرب کی نمائش تھی۔ تھے تھے سر پہ تھیں اور عیش تھا۔

یہ آخری رات ہے کل جنگ ہوگی اپنی نوعیت کے محاذ سے منفرد اور دنیا میں پہلی اور آخری جنگ جس میں اصول جنگ اور قانون حرب

پر عمل درآمد نہیں کیا جائے گا۔ ظلم اور مظلومیت کا فرق نہیں دیکھا جائے گا کمزور اور طاقتور کا امتیاز اٹھ جائے گا۔ انصاف اور عدل کو مٹا دیا جائے گا صرف حکم حاکم باقی رہے گا اور کچھ نہیں۔

حاکم نے اپنے سپاہیوں کے لئے ہر طرح کی سہولتیں مہیا کر دی تھیں جنگ جیت لینے پر بے لے وعدے تھے ادنیٰ ادنیٰ مہربان اور بڑی بڑی جاگیریں۔

سپاہیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹیپوں کے درمیان ایک مالیشان خیمہ ہے اس میں سرداران فوج بیٹھے ہوئے بوجہ وہ حالات پر غور و خوض کر رہے ہیں مگر ان کے پیش نظر کچھ زیادہ پیچیدہ مسائل نہیں ہیں سب سے بڑا مسئلہ ہے جنگ یا صلح۔ وہ طے شدہ ہے یعنی صرف جنگ۔ اب قابل غور صرف یہ بات ہے کہ کس جنگ کی کامیابی کا سہرا کس کے سر ہو یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ مقابل بہ محاذ قتلہ کچھ نہیں ہے۔ مگر یہ محاذ شخصیت وہ کون ہے؟

جنگ لڑ لینا تو کوئی بات نہیں مگر چاند کو چھو لینا اور آفتاب کو پکڑ لینا بہت مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے ویسے چاند سورج تعداد میں زیادہ نہیں ہوتے اور ایسے ہی ایک پاند کو سہ کرنے کا تجویز سب کے پیش نظر ہے۔ پیشانیوں پر پیسے کے تھرات لگے ہوئے

دنیا میں ایک ایسی ہولناک رات بھی گزری ہے جس کا تصور خوف و وحشت کے وہ اثرات دلوں پر منقوش کر جاتا ہے جسے انسان لاکھ بھلا بنا چاہے مگر نہیں بھلا سکتا۔ وہ رات اپنی تاریخی حیثیت سے اتنی منفرد تھی جس کی کوئی مثال دوسری پیش کرنے سے تاریخ قطعی قاصر رہی۔ قاصر ہے اور قاصر رہے گی۔ وہ رات وہ تھی! جس رات کو تمام کرہ ارض کی انسانیت ختم ہو کر صرف ایک وادی بے آب و گیاہ کے ایک گوشے میں سمٹ آئی تھی اور اس قحط اور جاح انسانیت کے مقابل دنیا کی عظیم ترین حیوانیت و درندگی اپنے تاثر تشدد انداز افعال اور جذبے کے ساتھ ہنگامی اہل کی طرح تھکے کھوئے پڑی تھی اور اس ہیبت حیوانیت کی دستانیں اپنے دامن میں لذت کام و دہن سٹے ساتھ ساتھ اہل و لعاب اور حظ نفس کے سامان بھی سیٹے ہوئی تھی۔

ریت کے بے کراں میدان میں خنک و شیریں پانی کا دریا لہرا رہا تھا اور اس کی ترائی میں دور تک خیمے پڑے ہوئے تھے اور ان خیموں میں وہ لوگ تھے جن کے دلوں سے بشریت اور جذبہ انسانیت فنا ہو چکا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اصول انسانی کیا ہے اور حقوق بشریت کیا ہیں انھیں صرف ایک بات معلوم تھی۔ حصول دنیا اور اس حصول دنیا کو انھوں نے اپنا مقصد زندگی قرار دے رکھا تھا۔ وہ لوگ وہ تھے جو صرف چند پیسوں میں غویدے جا سکتے تھے بس لے کر انکی فطرت اُن کی فطرت نہیں رہی تھی اُن کے دلوں میں ہمدردی و محبت کا کام بھی نہیں تھا۔ وہ پتھر تھے جس میں جو تک بھی نہیں لگا کر تو۔ ہاں جہاں تک ظاہری حالات کا اندازہ ہے اس لئے تو یہی ظاہر ہوا ہے تا مگر حقیقتاً وہ اقدار انسانیت اور جذبہ حقیقت کو بھولے نہیں تھے

ایک دوسرے کو تلقین ہستقامت کرو کر کل کے دن ابتلا و مصیبت کی آزمائش میں وہ مستقل اور غیر متزلزل رہے۔

نرنا نے خیوں میں مائیں اپنے بچوں کو ہمیں اپنے بھائیوں کو اور بیویاں اپنے شوہروں کو ان کے فریضہ عظیم کی طرف متوجہ کر رہی ہیں دیکھو ایسا نہ ہو کہ آقا کی آنکھیں تم کو خاک و غول میں تڑپا دیکھنے کے عوض خود جام شہادت نوش کر لیں تم سب پر واسطے ہو اس شمع رسالت کے جس نے ۲۔

”شمع گل ہونے سے پہلے کیوں نہ پروانے میں“

اور مرد ۹

اُن کا گردن جھکا ہوا ہے انگلیوں میں تسبیح کے دانے گردش کر رہے ہیں جب ذکر خدا میں متحرک اور قلب آلام و مصائب کی آزمائشوں سے بے خوف ڈالو کے آگے تلواریں دھری ہیں۔

”بیٹھے ہیں سب تہیہ طوفاں کے ہوئے“

صدر میں ایک ایسی ہستی متکلم ہے جسے فرشتہ کے سوا سب کچھ کہہ سکتے ہیں۔ پُر جلال اور پُر نور مقدس اور عادت با مشہد قلم ایمان اور تقویٰ کا شہنشاہ اور نگ صدائے صداقت اور حق کا تاجدار آنکھوں میں معرفت کا نور جبیں پر عشق الہی کی نشانی بریں پر عزم و استقلال کی مسکراہٹ انگلیوں میں مجازی تسبیح کا ندھ سے پر مین عباد اور سر پر ہاشمی حمامہ — وہ خوب جانتا ہے کہ جس پر تاج کتنی عظیم اور بلند ذمہ داری ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جس کی نظروں کے سامنے جو نقوشِ تنیدہ گر دن بیٹھے ہیں۔ اُن کی جانوں کی حفاظت جس کے ذمے ہے وہ سمجھ چکا ہے کہ اُسے جام شہادت نوش کرنا ہے جس لئے وہ چاہتا ہے کہ اپنے ساتھ دوسروں کو بلا کر مین ڈالے جس کی اپنی جان صرف خدا کے لئے ہے اور اپنی جان کی حفاظت کے لئے وہ دوسروں کی جانیں لینے کا خواہش مند نہیں ہے وہ انجام سے بھی باخبر ہے اور مقصد شہادت کو بھی اچھی طرح سمجھتا ہے وہ بہت کچھ غور کر چکا ہے اتنا بہت کچھ کہ جس کے دشمن بھی اتنا خدا نہیں کر سکتے اس نے اس رات سے بہت پہلے جب اس میدانِ بلا کا ارادہ کیا تھا تو اپنی ذمہ داریوں کے پیش نظر اُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا تھا۔

ہیں وقت کی اہمیت اور معاملے کی نزاکت پر غور کرتے کرتے معلوم ہوتا ہے وہ لوگ تھک چکے ہیں اور اب تھک کر شائد وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں ۲۔

”ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبراہٹیں کیا“

== (۲) ==

ان جہاد طلب اور جنگ انسانیت انسانوں کے خیوں سے بہت دُور جہاں دنیا کی خنک ہوا قلب کو سکون نہ بخش سکے جہاں دوشوں کے سائے آرام نہ پہنچا سکیں وہاں چند چھوٹے بڑے نیچے نصب ہیں جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے ان خیوں کے گرد خندق ہے جس میں آگ روشن ہے اور جس آگ میں علاوہ دوسری چیزوں کے شمشیروں اور تیغوں کی نیا میں بھی توڑ کر ڈال دی گئی ہیں۔ ان خیوں میں نہ تعیش کمرامان ہیں نہ تہمتی اور نہ سرتر ہیں بعض تسبیح و تحمیل عبادت و تقویٰ یہاں بھی ایک شاندار خیمہ ہے مگر اس خیمے میں جنگ کو جیت لینے کے منصوبے نہیں ہیں بلکہ پسند و نصائح تشکر و امتنان ہیں اور دوسرے خیوں میں درندہ صفت سپاہی نہیں ہیں بلکہ ضعیف و کمزور انسان ہیں اور کچھ نیچے ایسے بھی ہیں جن میں عورتیں اور بچے ہیں اور ان سب کے چہرے پیاس سے کھلائے ہوئے اور غمیدہ ہیں۔ آنکھیں شکبار ہیں اور زبان شوشل دعا۔ یہاں کی دنیا ہی نئی ہے۔

اُن ذواتِ ہائے مقدسہ کے پُر نور چہروں پر جو بڑے خیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں ہر اس اور خوف کا نشان تک نہیں ہے اُن کے قلوب کی گراہیوں سے صداقت کے طوفاں اُمتڈلتے چلے آ رہے ہیں اُن کے ہر بے سوسے تسبیح و تحمیل کی آوازیں اس طرح گونج رہی تھیں جیسے کھیروں کے چھتے سے بھنناہٹ پیدا ہوتی ہے۔ حصول سلطنت اور طلب دولت کا ذکر بھی اُن کے پاس نہیں ہے مجموعی طور سے اُن خیوں کے مکینوں پر ایک خاص قسم کا اطمینان تھا وہ سب جانتے تھے کہ انہوں نے اس رات کو عادیثاً حاصل کیا ہے صرف عبادت کے لئے خدا کی عبادت کے لئے اور کل ..... اس کے آگے بہت ہو لٹا کہ قصداً تھے۔ ان کو کون سوچے اس وقت تو صرف وہ باتیں پیش نظر تھیں جو وقت ہے اُسے عینیت جان کر ذکر خدا میں گزار دو اور آپس میں

یہ تھے وہ مستقل ارادے جن کی مثال دنیا کی تاریخ میں کبھی نہیں مل سکتی اور جن کے ارادوں کو دیکھ کر ہی باقی اسلام کے نو اسے نے اس رات کو اس وادی موت میں اتمام حجت کے تمام ذرائع ختم کر کے جنگ کا سودا مول لیا تھا اور آج کی وہ ہولناک رات اُس قیامت خیز دن کا مقدمہ بجیش بنی تھی جس دن میں انسانیت مہانت اور ایمان کو بیخ و بن سے اُکھڑ پھینکنے کے لئے شقاوت اور بے رحمی نے اپنی انتہا کر دی تھی۔ سچ تو ہے۔

مقام شوق تو سے قدسیوں کے بس کا نہیں  
نہیں کا کام ہے یہ جن کے جوہلے ہیں زیادہ (اقبال)

## نوحہ

(جناب سید نصیر حسین صاحب اُترنا ہوا)

شبیر تو میری ہر ایک ادا میں حق کا بلوا ہوتا ہے  
تلوار سے جلد ہوتا ہے یا ناک پہ بھرا ہوتا ہے  
صغرا کے مواسب آل نبی ناچا رہا نہ چھوٹا گئے  
افسوس بھرا گھر نہ رہا اکا ایک میں سونا ہوتا ہے  
شبیر پہ نرغہ چار طرہ ہر ارض و سما اُتار دیا ہے  
پیا س کی بھوک کی شدت میں وہ غائب تھا ہوتا ہے  
شہ رخصت ہو کر چلتے ہیں کچھ سوچ کے پھر دک جاتے ہیں  
جب خیمہ کا پردہ اُٹھتا ہے محشر کا نونا ہوتا ہے  
سقائے سیکندہ دریا میں پیاسا ہی رہا مشکبہ بھرا  
خود جان چھڑا کر پانی پر کوثر کو روا نہ ہوتا ہے  
اکبر آخری رخصت کو جب دخل خیمہ ہوتے ہیں  
اک شور قیامت اُٹھتا ہے محشر کا نونا ہوتا ہے  
میدان کو چلا ہٹشکل نبی مرنے کی دعا شبیر نے کی  
جب پرچی کھا کے گرتا ہے یاں شکر کا سجدہ ہوتا ہے  
ہر ہاتھ سے ماتم ہوتا ہے ہر آنکھ سے آنسو بہتے ہیں  
حضرت کے نقد سے یہ آخر اعلا میں پیدا ہوتا ہے

خدا کی قسم اگر میں کسی جانور کے سوراخ میں بھی پوشیدہ ہو جاؤں تب بھی یہ مجھ کو ہنس مقام سے بھی باہر نکال لیں گے اور جو چاہتے ہیں وہ کر کے رہیں گے۔ واللہ یہ لوگ مجھ پر وہ سختی و شدت کریں گے جو یہودیوں نے یوم السبت کے متعلق کی تھی۔

آج پھر میں نے اپنے ساتھیوں کے سامنے آخری بار اپنا فیصلہ ظاہر کر دیا چاہا کہ آئندہ دنیا اُس کو مورد الزام نہ ٹھہرائے۔

دیکھو کل کا دن میرے لئے سخت ہولناک ہے اس لئے میں تم لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ کسی امان کی جگہ چلے جاؤ کہ جہاں تمھاری زندگیاں محفوظ ہو جائیں۔ (اور اگر تم لوگوں کو میرے عزیزوں کا خیال ہو تو)۔ تم خود جاتے وقت ایسا کرو کہ تم میں سے ہر شخص میرے ایک ایک عزیز کا ہاتھ تمام کو اس کو اپنے ہمراہ چلا کر پھر تم متفرق مقامات میں ہر وقت تک منتشر رہو جب تک کہ تمہیں اپنی اُمید کے عذاب سے امان ملے۔ یہ لوگ تو صرف میری جان کے خواہاں ہیں جب یہ مجھے قتل کر چکیں گے تو پھر تمھارے نقاب کی ان کو پرواہ نہ رہے گی۔

اور جب زبان صداقت نشان خاموش ہوئی تو مجمع پر ایک چپین کن خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سکوت میں کچھ ایسی بے چینی تھی جس سے عزم و ارادہ کی ہمہ گیری ظاہر ہو رہی تھی۔ چہرے کی کیفیات حساسات قلب کی غماض کو کر رہے تھے۔ اس دلی مقدس نے تمام بیٹھنے والوں کی طرف دیکھا وہ سب ایک بھاری چٹان تھے جسے بڑے سے بڑا طوفان بھی متزلزل نہیں کر سکتا۔ وہ سب سد سکندری کی طرح اپنی اپنی نشست گاہوں پر جمے بیٹھے رہے۔ وہ پاکیزہ جذبات جو ان کے دلوں میں بہہ رہے تھے اُسے کون سمجھ سکتا تھا یا کون ہی زبان ان کا نقد کھینچ سکتی تھی۔ علی الترتیب کئی آوازیں بلند ہوئیں۔

”تم نے ارادہ کیا ہے ہم اس سے نہیں پھر سکتے۔ ایسی ایک زندگی کیا اگر ہمیں ہزار زندگیاں ملیں تو اصول صداقت پر قربان کرنے میں ہم کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ ہمارا مقصد زندگی کچھ اور ہے موت ہم کو نہیں ڈر سکتی اور وہ زندگی جس میں ہمارے ضمیر کی موت ہو ہم اس کے لئے زندہ نہیں رہ سکتے۔“

# شیارہ دل

== نواب محمد عباس صاحب طالب صفوی آتش آباد ==

معاذ اللہ میرے عالم دل کی پریشانی  
دقائق کی نہ کچھ پروا حقائق سے نہ کچھ مطلب  
دلیل عقل نے خضر طریقت بنکے بہکایا  
خرد سرگھٹ نہ سکتی تھی دل دیوانہ کی وحشت  
فسون سامری پر نطق عیسیٰ کا ہوا دھوکا  
درایت پر کبھی ترجیح دی منکر روایت کو  
روایت کو گر پابن رکھا اپنی رائے کا  
کبھی جمہوریت کی آڑ میں منکر امامت کا  
کبھی لاد اختلاف کے منوں میں حجت کی  
کبھی مفضول کو اس طرح دی ترجیح فضیل پر  
کبھی اجماع سے نص جلی کو رد کیا دل نے

کہ ہر دنیا و مافیہا سے اب عزم پر ایشانی  
طلسم عالم امکاں ہر دل ہر اور حیرانی  
بنایا طائر آزاد کو پابند زندانی  
جلا سے کم نہیں ہوتی ہر آئینے کی حیرانی  
سراب دشت کو اک عمر سمجھا آب حیوانی  
روایت سے کبھی رو کر دیئے حکام قرانی  
جسے دل چاہا جھٹلایا پسند آئی تو وہ مانی  
کبھی مطبوع ہر اک جو رو ظلم و جبر سلطانی  
کبھی کی وضع بلغ کی نئی تفسیر قرانی  
کہ سمجھا نور کو حق دار اور نگ سلیمانی  
کبھی القائے شیطانی کو سمجھا وحی ربانی



ضلالت پر کبھی دھوکا ہوا ارشد ہدایت کا  
 ملوکیت کو کہتا ہوں کہ بہتر ہے خلافت سے  
 خلافت اور ملوکیت میں فرق حق و باطل ہے  
 ملوکیت میں مضمرفوع انسان کی غلامی ہے  
 ملوکیت ہر سایہ اصل میں نادر جہنم کا  
 خلافت کا سہارا تو ریشم ثنائی ہاروں  
 ملوکیت کا وارث جانشین قیصر و کسریٰ  
 وہ خضر نسل انسانی حسین ابن علیؑ یعنی  
 دبیر ملک حزن و غم شہ قلیم رنج و غم  
 بیشل موسیٰ عمراں مثال عیسیٰ دوراں  
 عطش پر تیری صدقے کو تر و تسنیم کی لہریں  
 نفس سے تیرے روشن ہو گئی مشعل ہدایت کی  
 ترے گھر سے غلاموں کو ملی شاہد کی سرداری  
 محبت تیری اصل میں بھی ہر اور حالت بھی

کبھی غول بیا بانی کو سمجھا خضر انسانی  
 جہاں گیری کو دیوانے نے سمجھا جہاں بانی  
 یہ بوجہ ملی وہ سلمانی طاعوتی وہ یزدانی  
 غلاموں کو خلافت بخشی ہر تاج سلطانی  
 خلافت در حقیقت پر تو انوار ربانی  
 ملوکیت کا طیار بدترین نسل سفیانی  
 خلافت کا علمبردار خضر نسل انسانی  
 شریعت کو بچانے کا سبب تھی حبس کی قربانی  
 خدیو کشور عزم و امیر انسی و جانی  
 شریعت تجھ سے جانی اور طریقت تجھ سے بچانی  
 شہادت پر تری قربان عمر خضر انسانی  
 قدم سے تیرے چھوٹنے اپنی قدر پہچانی  
 ترے در سے گداؤں کو ملا دیہم سلطانی  
 اطاعت تیری واجب زور سے نص قرانی



ترے اسوہ پہ جینا عین نشاۃ الہیہ ہے  
تری جی داریوں سے بڑھ گئی رونق شریعت کی  
تری خود داریوں نے لاج رکھ لی آدمیت کی  
بحمد اللہ ترا مداح بھی عالی طبیعت ہے

ترے نقش قدم پر جان دینا فرض کیا نی  
تری قربانیوں سے گھٹ گئی ظلمت کی طغیانی  
تری عالی طبیعت سے بڑھیں قد انسانی  
اسے دھن ہی نہ شاہی کی نہ ہر کچھ فکر سلطانی

مہاک ہل نیا کوہوس جاہ و حکومت کی  
ترا نقش قدم ہوا اور ترے طالب کی پیشانی



خان بہادر صدر اشعار جناب سید صدر الاسلام صاحبہ کو توالیہ گزرا

عترت احمد ہے قید شام ہے  
میہماؤں پر جفائیں نو بہ نو  
آئی ہیں سیدانیاں سب بے ردا  
اللہ اللہ کر گیا کیا خوب کام  
عابد بیمار پہننے بیڑیاں  
شہ طلب کرتے ہیں پانی شمر سے  
لٹ رہے ہیں خیمہ ہائے شاہ دیں  
طشت میں سر حضرت شیر کا  
تین پہلو کا وہ تیر حشر ملے

افتلاب اے چرخ اسی کا نام ہے  
شام والو کیا یہی اسلام ہے  
اور قیامت یہ کہ بزم عام ہے  
آج تک دنیا میں حشر کا نام ہے  
کوئی پوچھے ان پہ کیا الزام ہے  
ہاں مگر حجت کا یہ اتمام ہے  
شام عاشورہ بھی کیسی شام ہے  
بزم فاسق اور دوزخ جام ہے  
اور اک بے شیر تشنہ کام ہے

صدر کو کیا ڈر ہو روز حشر کا  
نفس لپ پر عشی کا نام ہے

# فوج حسینی کا جنرل (علیہ السلام)

(جناب آغا شہر صاحب لکھنؤی)

آخری مذہب اسلام کی حقیقی لڑائی جسے مسیح منوں میں حفاظت کے نام سے جنگ کہا جا سکتا ہے معرکہ کربلا میں اس کے نقوش ہر ایسے معرکہ سے کہیں زیادہ ابھرے ہوئے ملتے ہیں۔

حق پر قند بھی ہے جس کے نتائج پر غور کر لینے کے بعد متفکران بھی اور اپنی سی کر گزرنے کا عزم۔ ہاتھ میں تلوار ہے اور دل میں رحم مجبوری اور مظلومی کے آخری خط سے جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ صبر ہے۔ کربلا والوں میں وہ بھی مکمل موجود۔ اعوان و انصار دامن گردا جنگی نقل و حرکت پر آمادہ ہیں۔

ایسے ماحول میں ضرورت و وقت کا یقینی اقتضا ہے کہ اس مختصر گروہ میں ایک ایسے فرد کا وجود پایا جائے جو ان تمام افراد میں جنگی نقطہ نظر سے امتیازات خصوصیت کا حامل ہو جس طرح ہس دور میں حکومت کی جانب سے ایسے مواقع پر ایک نمایاں سپاہی کی ضرورت ہوتی ہے جو تمام امتیازات حرمیہ کے مدارج کامیابی کے ساتھ ملے کئے ہوتا ہے۔ اور اپنے تجربہ بان جنگ اور ذاتی جلالت سے دوسروں کے جنگی جذبات کو اپنے قابو میں رکھ سکتا ہے۔

امام عالی مقام کا وجود ایک حاکم روحانی کی حیثیت رکھتا تھا اور ان کے مطیع فرمان تابین چشم و ابرو کے اشاروں پر چلنے کے لئے تیار تھے۔ لیکن جس طرح رسول کو غزوات میں علی ابن ابیطالب ایسے شجاع کی ضرورت تھی جو قدرت کی جانب سے پوری کی گئی۔

اسی طرح امام حسین کو بھی من جانب اللہ ابو الفضل العباس کا مسافر فرست دیا گیا تھا۔ اگر غور کی نظر ڈالی جائے تو امام حسین کے بعد و قادم معرکہ کربلا کا سہرا جناب عباس ہی کے سر پہنچا ہے۔ اور جناب عباس موجود ہیں

میں اپنی انفرادی شخصیت کے تنہا مالک ہیں۔

جنگی نقطہ نظر سے ان پر حسین کے بھائی ہونے کی حیثیت سے کم نظر پڑتی ہے اور جنگی لیڈر ہونے کی حیثیت سے بہت زیادہ کیونکہ صادق آل محمد نے جناب عباس کے چار خصائل یہاں فرمائے ہیں ان میں سب سے پہلے ناقد البصیرۃ کے لقب سے یاد فرمایا ہے اور دوسرا قلت الایمان۔ پختہ اعتقاد وغیرہ۔

اگر ایک مورخ کے سامنے واقعات کربلا کا نقشہ پیش کیا جائے تو وہ سب سے قبل اپنی نظریں اس فرد پر دوڑانے لگے گا جس کے زیرِ علم لڑنے والوں کا گروہ تھا اور ہر پھر کے اس کی نظر عباس ہی کے نام پر پڑے گی جس نگاہ میں فوجی کمانڈ کرنے کا ملکہ موجود جس کے بازو میں عالم جنگ کا تسمہ آویزاں تھا اور جب اس کے کارنامے جنگی دیکھ بھال اور ذاتی خط و خال کا نقشہ اس کی نظر سے گزرے گا تو مجبوراً اسے کنا پڑے گا کہ عباس معرکہ کربلا کا جنرل تھا۔

خاندان بنی ہاشم کے بے بدل سو مانے (عباس جس کے فرزند تھے) پہلے ہی سے اہتمام کیا تھا کہ اگر فرزند ہو تو ایسا ہو جو اس متاخذ خاندان کے روایات قدیمہ کے موافق رہ سکے والوں میں کھپ جائے اور اس کی تلوار اسی تلواروں سے وگڑا پائے ایسے روشن جو ہر پیدائش کے ذوق افکار کی ہر رنگ ہو جائے۔

تھے ہاتھ میں سب نیچہ یہ اللہ کے جو ہر

چہرے سے ہو یہ اللہ کے تئیں

جناب فقیر ایسے نساب قبائلی کی تلاش پھر قبیلہ بنی کلاب کا خاتون شریبۃ الاصل و طیبۃ الولادة جس کا سلسلہ نسب عنایت تک پہنچتا تھا۔ بھلا اس کے بطن سے شہسوار، شہسب جاعت کیوں نہ پیدا ہوتا اور

منظر اصحاب شافہ کا سچا نمائندہ کیوں نہ ہوتا؟

ہاں تو جناب جناب عباس میں کوئی ایسے ذاتی جوہر تھے جن کی بنا پر انھیں فوجِ حسینی کے جنرل ہونے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے وہ خصوصیات یہ تھیں:-

مدارِ عمر کے لحاظ سے کامل جوان۔ خط و خال کے لحاظ سے قریبی پاشم۔ چہرے سے رعبِ داب کے آثار نمایاں۔ دشمن تعلقاً میں دوسروں پر چھا جانے والی شخصیت۔ زیر دست افراد پر جب کوئی نازک دقت آپڑے تو خود بڑھ کے سینہ سپر اور سب سے زیادہ زمانہ قدیم کے مولات جنگ کے لحاظ سے غربتِ قبیلہ قائم رکھنے والا نشانِ قبیلے میں سینے طبردار لشکر۔ باجماع مورخین۔ کانِ عباسی شمعِ عباس فی اصحابہ و اہل بیتہ۔ دوکانِ وحیہ۔ غیور۔ ضرغاناتِ مجاہدین کو بلا میں کسی دوسرے میں یہ امتیازات شکل سے ملیں گے۔ رہے حضراتِ علی اکبر قاسم، تیرہ دونوں بقتضائے عراپہ چہروں پر مصومانہ مناظر رکھتے تھے جن میں نظر تارعب داب کے آثار ابھی اپنے ارتقائی منازل طے کر رہے تھے اور خونِ جنگ کے لحاظ سے اپنے خاندان کے ایک پختہ کار جوان کے زیرِ نظر جس نے اپنے پدر بزرگوار کی آخری لڑائیاں اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں۔ یعنی جنگِ صفین و جمل و غیرہ۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لشکرِ حسینی میں جناب عباس کے سوا کسی اور ایسے فرد کا وجود مفقود تھا جسے حربی ذمہ داریوں کا مرکز بنایا جاسکتا تھا کہ خود امامِ مایہ مقام کو جس کا احساس تھا چنانچہ داخلہ کر بلا کے وقت نصبِ خیام کے مقام کے متعلق بھی جناب عباس ہی سے مشورہ لیا گیا اور انھوں نے احتمالِ جنگ پر نظر رکھتے ہوئے وہی مقام تجویز کیا جو اول تو نہ فرات کے قریب تھا۔ دوسرے وہاں کی زمین بھی قدرے بلند تھی جس سے تیر اندازوں کو دشمن سے جنگ کرتے وقت سطحی توفیق حاصل رہے۔ یہ نظریہ یوں عمل ہو جاتا ہے کہ جس وقت حضرت علی اصغر کو امامِ مایہ مقام بفرضِ حصولِ آبِ میدان میں اسلئے آئیں ایک بلند مقام پر نمایاں فرمایا تھا معلوم ہوا کہ ایک بلند مقام بھی حسینی لشکر کے دسترس میں تھا۔

حسینی کیمپ میں جنگ کرنے والوں کے لئے جو چیزوں کی ضرورت تھی وہ بہت اختصار کے ساتھ موجود تھیں وجہ یہ تھی کہ سردارِ قبیلہ جنگ کے

ارادے سے اپنے وطن سے چلا ہی نہیں تھا ورنہ ممکن تھا کہ فوج کی تعداد بھی بڑھ جاتی اور پورا اسلحہ خانہ جناب عباس کی زیرِ نگرانی موجود ہو جاتا۔ سپردِ بھی جس قدر سامان تھا اُسے اچھی حالت میں لڑنے والوں کے پاس دیکھنے کی ذمہ داری تمام تر اسی نفاذِ نظر کے سپرد تھی۔

ممکن ہے کہ یہ شائبہ کا زرا ہو جائے کہ معرکہ کو بلا میں جناب عباس کی جنگی ذمہ داری حثیتِ بڑھ جانے سے وجودِ امامِ مظلّم مٹ جاتا ہے ایسا نہیں ہے۔ بزرگِ قبیلہ اگر کسی فوجان میں کسی ذمہ داری کی اہلیت دیکھتا تو اُسے اپنے دائرہ عمل میں خود مختاری دیدی جاتی تھی۔ صرف اس کے طرزِ عمل پر تنقید کا نا یا بزرگ کا نہ نظر کافی ہوتی تھی اور پھر تابع و تبع کا متحد الادوات ہونا تو ایک بدیہی امر ہے۔

حسین کو عباس کی وفاداری موقعِ شناسی سپہ گری اور تجربہ کاری پر کافی اعتماد تھا اس لئے جس طرح انھوں نے چاہا نظامِ جنگ قائم کر دیا۔ احساس تھا کہ ہماری تعداد کم ہے۔ معلوم تھا کہ نتیجہ یہ ہو رہا ہے مگر ہر جنرل نے اپنے مجاہدوں میں ایسی اسپرٹ آخری دم تک قائم رکھی جس میں ناامیدی و شکست کا شائبہ تک نہ تھا جس سپاہی کو دیکھتے ہتاش بشاش نظر آتا ہے۔ دشمن کی کثرتِ تعداد سے دل میں ذہا ہراس نہیں۔ ذرا مانتھے پر شکن نہیں کھوئی ذرا دغہ غہ نہیں یہ کھوئی یہ اس وجہ سے کہ سمجھ لیا تھا چنانچہ لیا تھا کہ جب تک ہمارا جنرل عباس موجود ہے۔ اصل ذاتِ مقصود (امامِ حسین) پر پانچ نہیں آسکتی۔ ہم اپنی سی کر جائیں آگے ہمارا جنرل جانے اور اس کی ذمہ داری۔

دشمن سے لڑنے زخم کھائے اور شہید ہو گئے لیکن قدم آگے بڑھ کے پیچھے نہ ہٹا۔ تلوارِ حمایتِ حق میں ایک مرتبہ نکل کے پھر نیام میں نہیں گئی۔ روحِ جم سے جدا ہوتے وقت اسی نام کو رٹی رہی جس مہتی کی عظمت جناب عباس نے ان کے دلوں میں بٹھادی تھی۔ یہ اسپرٹ جان دینے والوں میں کیوں پیدا ہوئی؟ صرف اس وجہ سے کہ انھوں نے اطاعت و فرمانبرداری حسین میں ذاتی مثالیں ان کے سامنے پیش کر رکھی تھیں تھی کہ حسین کو حسرت رہی کہ عباس کی آخری سانس سے بچائے "خادم" کے بھائی کی آواز سنائی دے لیکن نہ سنائی دی۔

جس جنرل کا اپنے سے مافوق ہستی کے ساتھ ایسا اطاعت گوارا د

طرز عمل ہو تو خود ہی کے زیرِ فرماں افراد کس طرح اپنے قدمِ جاوہر پہنچا سکتے تھے۔

خدا کی ہزاروں رحمتیں جنرل عباس اور اس کا حکم ماننے والوں پر جس نے بقائے دوام میں ابد الابد تک اُن کے ناموں کو بھی اپنے نام کے ہمراہ لے لیا اور خود تو شہید کر بلا میں ایسے ضم ہو گئے کہ بغیر ذکرِ عباس سانحہ کر بلا نامکمل سا معلوم ہوتا ہے اور جنگ کر بلا میں تاریخی اہمیت رکھنے والوں کی فہرست میں ایک فرد کی کمی محسوس ہونے لگتی ہے۔ طرہ یہ کہ جہاں جہاں علمِ حسینی کا وجود پایا جاتا ہے وہاں ایک علمِ عباس کا پایا جانا بھی ناگزیر ہے اور جہاں کہیں جس جس صورت میں مظاہرہ و اقامت شہید کر بلا کی گرگاہی ہوئی ہے وہاں قلیل فرات کے متعلق بھی کوئی نہ کوئی شعبہ یادگار ملتا ہے حتیٰ کہ اُن مقامات پر بھی جہاں شیعوں کی آبادی خالی ہے اور عزاداری امام صرف رسمی طور سے ہوتی ہے وہاں بھی خواہ وہ کسی حد تک ہو اس میں جناب عباس کا حصہ بھی ہشتم محرم کو جو دلائف تک کی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ اس وقت میں بند لکھنے کی چند ہندویاستوں میں عزاداری حسین و یاد آوری جناب عباس کو حوالہ قلم کرتا ہوں۔

**ریاست گوالیار** مالِ ریاست کی طرف سے نہایت شاندار مراسم محرم میں آتے ہیں اور ہزاروں روپیہ اس ضمن میں خرچ ہوتا ہے۔ آٹھویں کو جناب عباس کا علم اٹھتا ہے جس میں اکثر اوقات خود صاحب ریاست کی شرکت عمل میں آتی ہے۔

**ریاست دتیا** اگرچہ شیعوں کی تعداد بہت مختصر ہے لیکن عزاداری میں سید علیہ السلام کے زیرِ اہتمام علم جناب عباس اٹھتا ہے اور کامیابی کے ساتھ موجودہ دیوان ریاست جناب سید مین الدین صاحب باقاعہ کو ذکرِ حسین میں خاص شرف ہے۔

**ریاست چرکھاری** جب تک سید علی عباس صاحب مرحوم صاحب اقتدار رہے وہ عوام کے محرم مکمل طور سے کرتے تھے اب سید غلام عباس صاحب کے یہاں مجالس وغیرہ ہوتی ہیں اور علم جناب عباس بھی سجایا جاتا ہے۔

یہاں بھی شیعہ مالِ خال ہیں لیکن کچھ ایسا **ریاست دھولپور** مرحوم کی اولاد میں پنجو جان صاحب کے یہاں اچھی خاصی عزاداری ہوتی ہے۔ اور علم عباس بھی نہایت شان سے نکلتا ہے۔ رئیس وقت اکثر اوقات اس مجلس میں شرکت کرتے ہیں۔ **ریاست جتروپور** ریاست ٹیکم گڑھ اور پٹنہ میں دو ایک غریب شیعہ ہیں لیکن برادرانِ ایمانی نسبتاً زیادہ تعزیہ داری تو کرتے ہیں لیکن علم خصوصی نہیں نکالا جاتا۔

**جھانسی** میں چند سال سے انجن عباسیہ کی جانب سے علم جناب عباس اٹھتا ہے اور معمول تعداد شیعوں کی ہمراہ ہوتی ہے۔

از غفلت رئیس باورضویہ بنت — **نوحہ** شہید حسین رضوی ہدایتِ نجات

زینب کا دشت میں ہی رو رو کے تھا بیاں  
اکبر بتاؤ سینے پہ بر چھی لگی کہاں  
کیا بیخبر ہو نیند میں دسواں ہے مجھے  
زخمِ جگر سے خون کی ندی ہو اک رواں  
ارمان تھا کہ بیاہر چاتی یہ دلفگار  
جوڑا شہانا موت نے پہنایا میری جاں  
صفرانے خط میں لکھا ہے لینے کو تم نہ آئے  
اب ہے قریب مرگ یہ بیمار نیم جاں  
جلتی زمین ہے زخمِ جگر میں نہ ہو جلن  
آؤ جگر کے زخم کو ماں دھوئے میری جاں  
بھگی ابھی مسیں تھیں کہ موت آگئی تھیں  
دو لہا بنانے کی تھیں حسرت تھی میری جاں  
پانی کو تیرے پانی بلایا نہ وقتِ ذبح  
گردن کٹائے نہیں پڑے ہیں وہ خنہ جاں  
پانی دیا نہ اصفیٰ تشنہ دہن کو آہ  
پیکاں گھلے پہ کھا کے گیا خلدِ نیم جاں  
کیا لکھے حالِ گیسوؤں والے کا اب ریش  
جو کر بلا کے دشت میں سوتا ہے نوجواں

# شیعیان کو فہ کی سفر و مشیاں

ایک زیر تصنیف مرثیہ کے چند بند

شاعر آل محمد جناب سیم ہر وہوی

حاصل جو فطرت بشری پر ہوئی ظفر □ بولے غلام سے یہ حبیب ملک سیر  
راہ و فایں اب مجھے درپیش ہو سفر □ جا اور بروں شہر مرا انتظار رکھ  
پنچوں گا جب میں خدمت مولا میں دور سے  
تیرا سلام عرض کروں گا حضور سے  
سُکھ رہا کے مسافر کا یہ کلام □ گھوڑے پہ زین کس کے روانہ ہو غلام  
نزدیک باب شہر پہنچ کر قریب شام □ آقا کے انتظار میں ٹھہرا وہ نیک نام  
شوق سفر جو منزلِ بیم ورجا میں تھا  
آنکھیں لگی تھیں راہ میں دل کربلا میں تھا  
آقا کے انتظار میں ہونے لگی جو دیر □ بولا فرس سے بیشہ ہر دونا کا شیر  
میں بھی خدا کی راہ میں ہوں زندگی سے سیر □ رہتے نہیں کسی کے سہارے کبھی دیر  
تبدیل ہو گئی ہے جو نیت حبیب کی  
جاؤں گا میں مدد کو امام غریب کی  
کھا کھا کے پیچ و تاب یہ کہتا تھا وہ غریب □ ناگاہ آئے مثل صبا مسلّم و حبیب  
سُن لی جو گفتگوئے غلام و فانا نصیب □ شاہ کھ کے رونے لگا شاہ کا حبیب  
بڑھ کر کہا کہ سبط نبی کا فدائی ہے  
تو آج سے غلام نہیں میرا بھائی ہے  
قدموں پہ سر کو رکھ کے پکارا وہ با ونا □ عاصی ہوں سو رتن کی مجھے دیجئے سزا  
بولے کہ دیر ہم سے ہوئی تیری کیا خطا □ لے الوداع جاتے ہیں ہم تو بھی گھر کو جا  
کی عرض میں تیرے جاؤں گا پھر کہ نہ راہ سے  
اب تو سنانی آئے گی گھر قتل گاہ سے

سُکر کلامِ عبد و نادار و ذی ہم □ خادم کو ساتھ لیکے مجاہد چلے ہم  
 تارخی نے زمیں کے ورق پر کیا رقم □ اب اعتراض کرنے کے شیعوں پہ ہے ستم  
 جن کو دلا تھی فاطمہ کے نور عین کی  
 چھپ چھپ کے یوں گئے ہیں مدد کو حسین کی  
 زنداں میں جو اسیر تھے اُن کا گلہ ہی کیا □ جو بیچ گئے تھے قید سے جا کر ہوئے فدا  
 قدرت کے باوجود نہ پہنچے جو کر بلا □ ان کو کہے گا دوست کوئی اہل دل بھلا  
 قاتل پہ لعن کہنے میں کیا ہم کو باک ہے  
 یوسف کی طرح شیعوں کا دامن تو پاک ہے

## = حیاتِ دوام =

(رضا ہزاری از دہلی)

ہم زندگی کی چاہ تو دلدار زندگی	لے کر بلا سے درس طلبگار زندگی
سُن کر بلا کے حلقِ بریدہ کی یہ صدا	مرجانا سیکھ ہے جو طلبگار زندگی
اس طرح مرکہ موت ہو پروانہ حیات	دارِ فنا ہو تیسکے لئے دارِ زندگی
کر زندگی کے واسطے مٹنے کی جستجو	مٹتے ہیں زیرِ خاک ہی آثارِ زندگی
چاہو تو نقہاں سے حیاتِ دوام لے	ہر ذرہ کر بلا کا ہم بازِ زندگی
پھل ہم یہ نامِ زندہ ولی اُنکی موت کا	سینچا جنھوں نے خون سر گلزارِ زندگی
منزل کی آرزو ہو تو کانٹوں میں چلے دیکھ	زمینِ اعبا سے پوچھ لے رفتارِ زندگی

مزارِ رضا جو عزم پہ جینا سکھا گیا  
 سوتا ہے کر بلا میں وہ غمخوارِ زندگی

# دنیا کا منتظر ابیہی

(از جناب بیباک ماہلی)

اسلام کو دنیا میں شکن جو اب دینے پر آمادہ ہے۔ ان کی رشتہ رسانی ہے کہ کوئی کہہ کی ہلائی نکھائی یزیدی دخل اندازی وہ کسی قیمت پر بھی گوارا نہ کریں گے۔

== (۲) ==

قاعدہ ہے کہ شریک رو میں وقت و موقع کی منتظر رہتی ہیں۔ وہ ظلم و تشدد کی فراوانی سے شہر دہ کو قتل ادوا باد یوں کو دیر ان دیکھنے کی تمہنی پائی جاتی ہیں ان کے محبوب ترین افکار خیالات فریب کارانہ و فتنہ انگیزانہ لباس پہنکر میدان وجود میں آتے ہیں اور اپنے مل و محرکات سے پیچ و مسلسل سہر کو مشش میں ہوتے ہیں کہ دسٹ انسانیت فنا ہو کر رہ جائے اور ایمان و ضمیر کا سودا سونے کے مغرب فکر و دہ پر کرنے کی عادی دنیا ہو جائے چنانچہ اہل کوئی یہ حالت دیکھ کر کہ لوگ حق کا ساتھ دینے کے لئے جو حق درجوق مباہلہ حضرت مسلمؑ کرتے جاتے ہیں عبد اللہ بن مسلم خضریٰ عمارہ بن ولید اور عمر بن سعد بن رصاص نے یکے بادیگر سے یزید کو درود مسلم و مباہلہ اہل کوئی کے واقعات لکھ بھیجے یزید نے ان حالات سے مطلع ہو کر سر جو ن روی کو بلایا اور کہنے لگا۔

یزید۔ بڑا غضب ہو گیا!

دومی۔ جہاں پناہ خیر تو ہے؟

یزید۔ خیر کیا ہے۔ حسین بن علیؑ نے خروج کر دیا۔ حکومت کو ختم ہاتھ سے جا پا جاتی ہے۔

دومی۔ کیونکر

یزید۔ حسینؑ کا بھائی مسلم بن عقیل وہاں پہنچ گیا اور اٹھارہ ہزار آدمیوں

نواسہ سول کا سر فردش کا صر خط پارتے ہی اپنی خوبی قسمت پر ماہ سے خوشی کے بانے بانے ہو گیا اور بس کے دل میں عزائم کا ایک دریا بہنے لگا۔ کیا عجب جو انھوں نے خیال کیا ہو کہ آقا حسینؑ مدینہ منورہ سے حبشہ کے کسی کے ساتھ نکلے ہیں اور کیا منظر میں ان کے لئے جو شورش و فساد رونما ہیں (قاتل حجاجوں کے لباس میں پوشیدہ ہیں) کہ نہ کہ فنا دارانہ اطاعت پس کا نعم البدل ثابت ہو بس لئے منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے کہ وہ میں داخل ہوئے۔ داد بخدا میں ٹھہرے۔

جب لوگوں نے ان کے آنے کی خبر پائی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت مسلمؑ نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا۔ لوگوں نے دانشور کا فرہ بلند کیا۔ ایک جماعت کثیر نے اظہار اطاعت کیا اور کوئین کی جماعت کثیرہ دائرہ بیعت میں داخل ہوئی۔ جناب حضرت مسلمؑ ملحق ہو گئے۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ بس وعدہ کے پردہ میں یو فائی اور عداوت کی آوازیں پوشیدہ ہیں۔ وہ ایک حامی حق کے اچلی تھے صدیقوں کی گود میں پرورش پائی تھی۔ صادق الودعہ گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی صحبتوں سے دن رات فیض اٹھایا تھا حقیقی مسلمان تھے اپنی فطری شرافت کے باعث ہر انسان کے اخلاق کا مطالعہ اپنے ضمیر کی آنکھوں سے کرنے کے عادی تھے بس لئے جھوٹے وعدوں پر اقتدار کر لینا ان کی نیک فیتی کا موثر ذرہ دار اٹھانا تھا۔ آقا حسینؑ کو لکھ یا کہ اب تک اٹھارہ ہزار جنگی جوان بیعت کر چکے ہیں اور اہل کوئی کے رعب و بڑبڑاتی ہے۔ لہذا جس ذات نام مبارک میں آئے تشریف لائے ہیں ان کا برگردہ آپ کی آمد کے بعد سہ پر حق و ایمان کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے تیار ہے اور ہر دشمن دین



نے ہنس کی بیعت کر لی۔

رومی۔ ہنس رفتار سے تو چند دنوں میں حسینؑ کے پاس ایک چراغ لے کر پہنچا۔  
 زبید۔ ہنس میں کیا شک ہے۔

رومی۔ معلوم نہیں نعمان بن بشیر حاکم کو فہ کیا کرتا ہے جو مسلم قیدی  
 کامیاب ہو رہے ہیں۔

زبید۔ وہ ایک کمزور خیال کا آدمی ہے ہنس میں سیاسی فریب کاریاں  
 نہیں ہیں دیکھو یہ کو فہ کے خطوط ہیں جو خیر خواہان سلطنت نے  
 لکھے ہیں (خط پھینک دیتا ہے)

رومی۔ (خط پڑھ کر) آٹ! چند دنوں میں کو فہ کی یہ حالت ہو گئی۔  
 زبید۔ پھر کیا ہونا چاہیئے؟

رومی۔ جہاں پناہ! ایسے ماحول میں کسی ایسے سخت دل ستم کش  
 بے رحم اور جو روح جفا و مکر و فریب کے پتلے کو ہاں کا حاکم مقرر  
 کرنا چاہیئے جس کے پونچھتے ہی کو فہ میں ایک طرف بے اطمینانی پریشانی  
 جبر و تشدد ظلم و تعدی کا سیلاب اُٹھ اٹھے۔ دوسری طرف  
 انعام و اکرام کی ترغیب و تحریص سے ملت فردشی کا ہذا گرم ہو جاتا  
 یقین ہے کہ ایسی صورت میں نتیجہ خاطر خواہ نکل آئے گا لوگ مسلم  
 سے پھر جائیں گے کیونکہ وہاں زور و جاگیر کا نام تک نہیں ہے۔

زبید۔ اچھا تیری رائے میں کسے بھیجنا چاہیئے؟

رومی۔ مجھے ہنس کام کے لئے عبداللہ بن زیاد سے اچھا کوئی اور نظر نہیں  
 آتا۔ کیونکہ امیر معاویہ نے اس جوڑ توڑ کے لئے اور ایسے ہی صد ترقوں  
 کی امداد کے لئے زیاد سے عزیز و درویش کا رشتہ قائم کیا تھا اس لئے اس کے  
 بیٹے کو لکھا جائے کہ جو توقع امیر معاویہ کو تیرے باپ سے تھی بھائی عبداللہ  
 وہی مجھ کو تم سے ہے۔ اولاد ملی کی بیج کئی کے لئے تم سے اچھا میرے پاس  
 کوئی نہیں ہے لہذا تم فوراً کو فہ کی گورزی قبول کر کے ہنس فتنہ و فساد کو  
 فرو کر دو جو حسینؑ کے قاصد مسلم نے وہاں برپا کر رکھا ہے احمد مسلم کا سر  
 کاٹ کر میرے پاس بھیج دو۔

زبید۔ رومی ٹھیک اور بالکل ٹھیک، لہذا جلدی کرو۔

رومی۔ ابھی ابھی!

غرض فوراً نامہ پر طلب ہوا۔ عبداللہ بن زیاد کے نام کو فہ کی گورزی

کا زبان لکھا گیا۔ فرمان کے پاس ہی حکومت کو فہ کی خوشی میں ابن زیاد  
 ایسا سرور و ہوا کہ اسی وقت بصرہ کی حکومت اپنے بھائی عثمان کے سپرد  
 کر کے چل کھڑا ہوا اور بجزازی لباس میں رات کے وقت کو فہ میں اس  
 عنوان سے داخل ہوا کہ لوگوں کو حسین علیہ السلام کے آنے کا دھوکا ہو گیا  
 لوگ استقبال کے ساتھ ساتھ سلام سنت سلام کی نذریں گزارنے اور  
 کہنے کہ اسے! فرزند رسول خدا امر حیا۔ آپ خوب آئے۔ ابن زیاد  
 بحر سلام کے اور زبان سے کچھ نہ کہتا۔ حتیٰ کہ دارالامارہ تک پہنچ گیا۔  
 نعمان بن بشیر حاکم کو فہ پہلے تو دروازہ بند کر کے اوپر چڑھ گیا اور  
 کہنے لگا کہ اے فرزند رسول! دل ہائیے فقیر زائے۔ آپ ہنس  
 شہر کو زبید سے نہیں لے سکتے۔ ہنس وقت آپ کسی اور جگہ جا کر قیام  
 کیجئے صبح جو کچھ ہونا ہو گا ہو جائے گا جسے سن کر فی نعمان کو دشنام  
 دیتے اور کہتے کہ تو فرزند پیغمبر کے لئے دروازہ نہیں کھولتا کھول دے  
 لیکن جب مسلم بن عمرو یاہلی کی زبانی مسلم ہو گیا کہ عبداللہ بن زیاد ہے۔  
 نعمان نے دروازہ کھول دیا اور کو فہ کی جماعت منتشر ہو گئی۔

ابن زیاد تمام رات غیظ و غضب میں رہا۔ کسی سے کلام نہ کیا  
 صبح ہوئی تو لوگوں کو چیم کر کے کہنے لگا۔ کو فہ! یاد رکھ اگر زبید کے  
 خلاف تلوار انعام سے نکالا تو ہنس کی موت کے خدشات اُٹانے کے لئے  
 شاہی نو میں بلائی جائیں گی۔ جن کی تیغ آزمائش اور ی کے جہر کو فیوں سے  
 پوشیدہ نہیں ہیں۔ میں مطلق العنان حاکم کی حیثیت سے کو فہ کے  
 سیاہ و سپید کا مالک بن کر آیا ہوں۔ میں اپنے وقار میں اغیار کا  
 اثر و سرخ دیکھنے سے پہلے کہ فہ کے ایوانوں کو شعلہ خاکستر کا لباس  
 پہنا دوں گا ادا اگر تم اپنی بساط پر قائم رہو۔ میری مائیکلہ ذمہ داریوں  
 کو فہ نظر رکھو۔ مجھے مسلم کے برائے ہوئے نند و فساد کے فرد کو فہ  
 میں مدد دی تو تم اپنے ایک طرف اثر فیوں کی بارشیں اور دوسری طرف  
 انعام و اکرام و جاگیر کے سرگرمیاں۔ بکد گئے۔

== (۳) ==

حضرت مسلمؑ ابن زیاد کے کہنے کی خبر پا کر دارالہمار سے نکل کر  
 ہائی میں سرورہ کہ اس دعا نیت میں چلے گئے۔ اور ابن زیاد اپنے انوائس  
 پر سے کہنے کے لئے حیلہ و کد سے کام لینے لگے اور تمام کو فہ میں جا مونس



حضرت ہانی - خدا کی قسم اگر تو مجھ پر توہین حقوت بعد از کے تہی  
میں حضرت مسلم کا پتہ نہ دوں گا۔ کیا تجھے سلام نہیں کہ جب سے میری  
حبت اہل بیت کی راہ میں قدم رکھا تمام دنیا کی مخلیق اپنے اوپر  
گو اور اگر لیں۔

ابن زیاد - پانچ سو کوڑے لگاؤ (ہانی بیہوش ہو گئے)

حاضرین - اے ابن زیاد یہ صحابی رسول ہیں انھیں لکڑیوں سے  
کھول کر نیچے اُتارنے کا حکم دے ورنہ.....  
راوی - چنانچہ ہانی نیچے اُتارے گئے اور بعض رعایتوں سے ہی وقت  
ان کا انتقال ہو گیا۔

(دوسرے شہادت پر خائف ہو گئے)

== (۴۴) ==

حییٰ کا جان نثار اہل بیعت کا شیر جن کی دگوں میں ہاشمی خون  
بھرا ہوا تھا۔ ہانی کی شہادت کے بعد ضیاء کے سارے گمیت کو  
جنس ہوئی فوراً اپنے بچوں کو قاضی شریک کے یہاں بیچ کر گھر سے  
باہر نکل آیا۔ ہوا خواہوں کو اطلاع دی اور بیس ہزار آدمیوں  
کو لیکر قسرات کو گھر لیا ابن زیاد محصور ہو گیا۔ قریب تھا کہ مسلم  
کا لشکر قصر پر قبضہ کر لے کہ ابن زیاد نے دوڑ کر کچھ بن شہاب اور  
محمود بن اشعث و شمر بن زید بن اشعث بن زید سے کہا کہ قصر پر  
چڑھ کر اہل کو فہ کو خوف کو دہانہ کو فہ ہاتھ سے جا رہا ہے۔ یہ لوگ  
بالائے بام گئے اندر کھنڈے گئے۔

اُسے کو فیروزہ یکو شام کا لشکر دم بدم پہنچتا جا رہا ہے فوج  
کا سبیل ہے کہ بڑھتی جاتی ہے۔ امیر نے حکم دیا ہے کہ اگر تم لڑائی سے  
باز نہ رہو گے تو سارا شہر فشو کے ڈیر سے اٹ جائے گا۔ خون کا  
ندیاں جو جیں مارتی دکھائی دیں گی۔ سیکڑوں بچے ماؤں کی گودیوں  
میں میٹھی نیزہ سٹا دیئے جائیں گے۔ ہزاروں فوجیوں کے سر صحن مسلم کا  
ساتھ دینے کا وجہ سے دھڑ سے جدا کر دیئے جائیں گے۔ کوئی کھانسی  
جالت پر دھننے والا باقی نہ رہے گا۔ بے گورد کفن مشید بنان حال  
کریوں کا ماتم کریں گی اور کیا تمہیں ہے جو کہ جیسے عظیم اٹان شہر  
میں حکم بڑی سے ایسی آگ لگادی جائے کہ نہ ہو اسے اڑنے والی

پھیلا کر انسانیت سوز عمل جاری کر دیئے۔ جب دیکھا کہ اب بھی مسلم کے  
حواریوں کی اعتقادیت اختلاف خاصیت کاؤخ اختیار نہیں کرتی  
تو اپنے غلام معقل کی فریب کاریوں سے مسلم کا پتہ لگا کر محمد بن شہب  
اور ہما بن خادجہ کے وسیلہ سے حضرت ہانی کو بلا کر کھنڈے لگا۔  
تین تیری حیات چاہتا ہوں اور تو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔

حضرت ہانی - مجھ سے کوئی خطا تو نے ایسی دیکھی؟

ابن زیاد - اس سے زیادہ اندک کیا خطا ہو گی کہ تو مسلم بن معقل کو اپنے  
یہاں رکھے ہوئے ہے اور پوچھتا ہے کہ کوئی خطا دیکھی۔  
حضرت ہانی - یہ غلط ہے۔

ابن زیاد - معقل موجود ہے پوچھ لو۔

حضرت ہانی - میں نے ٹھہرایا نہیں، بلایا نہیں، بلکہ وہ خود بلا اطلاع  
شب میں میرے یہاں آئے میری حیاتی اجازت نہ دی کہ میں انھیں  
نکال دوں۔ اب جا کر نکال دوں گا۔

ابن زیاد - نہیں انھیں میرے پاس حاضر کرنا ہو گا اور جب تک  
حاضر نہ ہو گئے میں جانے نہ دوں گا۔

حضرت ہانی - یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ جسے میں نے پناہ دی اسے  
دشمن کے حوالے کر دوں۔

ابن زیاد - انھیں ایسا کرنا ہو گا۔

حضرت ہانی - یہ ہرگز نہیں ہو سکتا (یہاں تک کہ بات بڑھ گئی ابن زیاد  
نے حضرت ہانی کو مجروح کر دیا جسے دیکھ کر اسامہ بن خادجہ کھنڈے گئے)

اسامہ بن خادجہ - اے خداوند میرے کہنے سے ہم ہانی کو کھنڈے تو ان کے  
صالح خواہی سے پیش آیا تیری یہ کیا حرکت ہے؟

ابن زیاد - اسما کہ اس قدر زور کہہ کر کہ زہدہ نہ بچے۔ پھر ہانی  
سے مخاطب ہو کر۔

اے ہانی! تم اپنی جان کو دوست رکھتے ہو یا مسلم کی؟

حضرت ہانی - مجھ جیسی ہزار جانیں حضرت مسلم پر فدا ہیں۔

ابن زیاد - انھیں برہنہ کر کے تانے پانے لگاؤ۔

(لوٹشی برس کے ضیافت: سر صحابی رسول پیدا دی تار پائے)  
تھرچوں سے بندہ ہوا کہ مسلم کو لاؤ تو چھوڑ دوں۔

راکھ ہی کر رہ جائے گی۔

پھر کیا تھا بے وفا کو فی زہد کی طرف جھک گئے ہوں کے خوف نے  
ہلائے ناگہانی بنکر حواس باختہ کر دیا۔ وہ ان بلاؤں سے بچنے کے لئے  
بھاگ نکلے۔ حضرت مسلم نے مڑ کر دیکھا تو اپنے آپ کو تنہا پایا بہت  
مضطرب ہوئے ارادہ جنگ فسخ کر کے شہر کے گلی کوچوں میں سرگردا  
پھرنے لگے۔ جائے امن ملتی نہ دیکھ کر ایک ضعیف سے جو دروازہ پر کھڑی  
مٹی سلام کے بعد پانی مانگا اور پانی پی کر اسی جگہ بیٹھ گئے۔

ضعیف۔ یہ شہر پر آشوب ہو رہا ہے اور رات زیادہ گزر گئی۔

مسلم۔ پھر؟

ضعیف۔ تم اپنے گھر کیوں نہیں جاتے؟

حضرت مسلم۔ میں غریب الوطن ہوں۔

ضعیف۔ کہاں کے رہنے والے ہو؟

حضرت مسلم۔ مدینہ کا۔

ضعیف۔ مدینہ کے کس محلہ کے رہنے والے ہو؟

حضرت مسلم۔ بنی ہاشم۔

ضعیف۔ کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟

حضرت مسلم۔ شریف خاندان سے۔ اگر تم مجھے اپنے گھر میں جگہ دے  
تو خدا تجھے اس کی جزا آخرت میں عطا کرے گا۔

ضعیف۔ تمہارا نام و نسب کیا ہے؟

حضرت مسلم۔ مجھے مسلم بن عقیل کہتے ہیں۔

یہ سنتے ہی ضعیف اذیاد محبت و مسرت سے بے چین ہو گئی  
اور قدموں کو آنکھوں سے لگا کر کہنے لگی آپ شوق سے چلے اور میرے  
گھر رہاں ہو جائیے۔ خدا کے کہ آپ کا آنا میرے لئے مبارک ہو۔

== (۵) ==

رات گزر چکی ہے صبح کے آثار نمودار ہیں حسین علیہ السلام کا  
ایلی ابھی فریضہ سحر ہی شوق سے کہ ابن زیاد بد نہاد نے قین ہزار  
سواروں کی جمیعت محمد ابن اشعث کی ماتحتی میں گرفتاری کے لئے یحجری  
یہ کیوں ہوا اس لئے کہ لوہے کے (راکے) نے صبح ہونے سے پہلے ہی ابھی  
کو خبر کر دی کہ مسلم میرے گھر میں روپوش ہیں۔

غرض حضرت مسلم گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنتے ہی فوراً  
ہتھیار لگا کر باہر نکل آئے اور فوجوں کو آمادہ پیکار دیکھ کر شیرازہ  
حملہ شروع کر دیا چند حملوں میں ابن زیاد کی فوجیں تتر بتر ہو گئیں  
کئی کو اپنے سرو پیر کا ہوش نہ رہا بھاگ بھاگ کاغل ہو گیا۔ محمد ابن  
اشعث نے ادھ لک بھاگی جسے شکر ابن زیاد نے کملا بھاگ تین ہزار  
جنگی آدمیوں کے دینے کے بعد بھی محمد ابن اشعث سے ایک شخص گرفتار  
نہیں کیا جاتا جس کا جواب محمد ابن اشعث نے یہ دیا کہ ابن زیاد سے  
کمد و کرہس نے مجھے کسی بقال کی گرفتاری کے لئے نہیں بھیجا ہے بلکہ  
بھلا ایسے شیر بر کے مقابلہ کو بھیجا ہے جو اپنی تیغ انتقام سے بڑے  
بڑے بہادروں کے خون گراتا ہے اور جس کے بزرگوں کی تیغ نے  
مرحوب و معتر کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ خیبر کا درہا دیا۔ صفین کا  
جنگ میں شام کی فوجوں کے چٹکے چھڑا دیئے اور امیر شام سے  
بجز مکر و فریب کے کچھ نہ بن آئی۔

چنانچہ جب کچھ چاہو کار نظر نہ آیا تو اشعث کے سپاہیوں نے  
کوٹھوں پر چڑھ کر پتھر پھینکنا شروع کر دیئے اور اس قدر ہرج و مرج  
کیا کہ حضرت مکہ کی طرف فرار کر کے کہنے لگے۔ آئے ابن رسول اللہ  
کچھ آپ کو اپنے پسر عم کی بھی خبر ہے کہ اس پر کیا گز رہا ہے خیر و اہم  
میں سب گواہا ہے۔ پھر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اب کیا تھا کوئی  
بھیڑ پیٹے ٹوٹ پڑے اور نیرہ و تلوار سے گھاٹل کر کے ابن زیاد کے  
پاس لائے۔ اس وقت ابن زیاد تخت پر بیٹھا تھا۔ حضرت مسلم نے  
اسے سلام کیا جسے دیکھ کر ایک درباری کہہ اٹھا۔  
درواہی۔ تم نے امیر کو سلام نہیں کیا۔

حضرت مسلم۔ اذہ و سیم کے غلام۔ دنیا کے کتے خاموش! میرا  
امیر مالک! امیر آقا راکب درویش رسول و جگر گوشہ علی و بتول  
ہے۔ اہل دل و اہل ایمان کے نزدیک آج دنیا میں اس کے سوا کوئی  
امیر نہیں میں ان دنیا کے ذیل کتوں کو سلام نہیں کرتا۔  
ابن زیاد۔ تم سے سلام کہانا تو نہایت آسان ہے بشرطیکہ سلام نہ  
کرنے کے ہرم کی سزا سزائے موت سنائی جائے۔

حضرت مسلم۔ اور مرد و تہ سا گنہگار البتہ موت کو قابل ہر اس شے

کرنے جانے والوں کو عبرت ہو اور وقار حکومت کا باعث ہو۔

حضرت مسلم (عمر ابن سعد سے چند وصیتوں کے بعد بالائے بام پونچ کر جانب مکہ رخ کر کے کہنے لگے) "اے رسول اللہ کے پیارے فرزند آپ پر سلام ہو۔ فاطمہ کی گود کے پالے سلام قبول ہو، علی کے دل بند میرا آخری سلام لینا۔ آنکھیں زیارت کو ترس رہی ہیں۔ دل شوق زیارت سے لرز رہا ہے مگر مولا آپ کے اچلی پرزدال آگیا سر پر شمشیر ظلم لٹک رہی ہے۔ کیسے حق خدمت ادا کروں۔ ہر شاعر سر ہاتھوں پر لئے کھڑا ہوں۔ یہ پہلی نذر قبول ہو۔ آقا آپ کی بہن کی امانت دو گدو اور ماہوش گیسوؤں والے زعفران اعدا میں چھوڑے جاتا ہوں۔ انھیں کلبہ سے دیکھا بھی نہیں۔ کیا جانے کہاں ہیں اور کیسے ہیں؟ پانی دانہ ملایا نہیں۔ اللہ کے بعد انھیں آپ کے حوالے کرتا ہوں آئندہ ان کی تقدیر اپنے خیال سے تو ایسے تو غلام ہوں تو آپ کے قدموں پر نثار کرنے کو تیار ہوں۔

اشہد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ۔"

کہ یکایک بکر کا بھر پور ہاتھ پس پشت سے آپ کی گردن پر پڑ گیا۔

فقور کرتا ہے مگر ہم جاں نثار حسینی کے لئے وہ ایک تماشا اور ہمارے بچوں کے لئے ایک کھیل ہے۔

ابن زیاد۔ مگر بخاری موت کا باعث تو وہ قتلہ و فساد ہو گا جسے تم نے اجماع امت میں خلل ڈال کر عیت کو ذہ کو خلیفہ وقت سے باغی بنا دیا۔ حضرت مسلم۔ یہ افترا ہے بہتان ہے، کذب ہے کیونکہ علی کا حق خلافت حسین کے لئے اس طرح یقینی ہے جیسے آج کے بعد کل۔ رہا یہ قتل کا بہانہ اس کے لئے یہی کیا کم ہے کہ میں نسل بنی ہاشم سے ہوں۔ حسین کا بھائی۔ عقیل کا بیٹا اور اس کا قاصد ہوں جو وراثت سے قانون سے لیاقت سے انتخاب سے اور خدا اور رسول خدا کے حکم سے دین و دنیا دونوں کا اس وقت بادشاہ ہے اور تیری رعایا ہے یہ سمجھ کر اسے بلایا تھا کہ معاویہ کی خلافت کے لئے کوئی اجماع نہیں ہوا اس نے دغا بازی سے وہی رسول کی خلافت چھین لی۔ جسے معاویہ ویزید و توتیرا باپ سب جانتے تھے تیرا باپ بھی معاویہ کا فتنہ فساد میں ویسا ہی طرفدار رہا جیسا کہ آج تو زید کا ہے میرے نزدیک معاویہ ویزید اسلام کے دشمن فاسق و فاجر اور ہواد ہوس کے بندے ہیں اور تو ان کا سونے کی زنجیروں کا جکڑا ہوا کتا ہے۔ ابن زیاد۔ مسلم ابن عقیل کیا اس سخت کلائی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ قتل سے پہلے بخاری زبان قطع کر لی جائے۔

حضرت مسلم۔ قتل ہونے تک تو تجھ جیسے حید سار کے پاس میرے جرائم کی ایک کفن فرست تیار ہو جائے گی کیونکہ پہلا جرم سلام کو زور و سرافناوت، تیسرا سخت کلائی جو قتل اور کچھ ہو رہے گا۔ ابن زیاد۔ اچھا میں تمہیں اس طرح قتل کروں گا جیسے آج تک کوئی قتل نہیں ہوا۔

حضرت مسلم۔ بہتر خوب جو طریقہ تیرے نفس دل میں آئے اس سے قبل مجھ سے اچھے بہت سے بندے تجھ سے بدتر آدمیوں کے ہاتھ قتل ہو چکے ہیں۔

ابن زیاد۔ (بکر بن عمران سے) چونکہ ان کی زبان درازیاں حد سے متجاوز ہو گئیں۔ لہذا سفوف بام پر لیجا کر سکاٹ ڈال دیا جس کو نیچے پھینک دو پھر گلی گلی تشہیر کر کے دروازہ بن سعد پر ٹھکادو تاکہ

== ہم تمھارے ہیں ==  
(خواجہ اسد اللہ صاحب)

نزع میں ان سے یہ اشارے ہیں

آپ نہ ہمارے ماہ پائے ہیں

موت منظور ہے یہ کہہ دیجئے

تم ہمارے ہو ہم تمھارے ہیں

# سقائے سکینہ شریف جعفر طیار

== (جناب سید احمد علی خاں صاحب احمد ریٹائرڈ ویٹری کلکٹر پٹنہ) ==

چشم شمع در خواب ز رستم شدہ دوچار  
بودہ بہ مکر تیغ شرر بار حمل  
چوں دیو زودہ گام دزمین گفتہ تر قید  
دزخیرہ سری لاف شجاعت زدہ آن گرد  
گفتم کہ چرا ایں ہمہ بے جا تو زنی حرف  
یک کار نمایان تو بد کشتن سراب  
شاید ز ہمیں قتل پسراے یل خود سر  
گفتہ کہ منم نخر زمانہ بہ شجاعت  
گفتم توئی مفر در چہ بر گفتہ شاعر  
آن قوت بازوئے فلک مرتبہ شیر  
شیرے کہ زدہ پنجه بہ ضرغام غضناک  
از بیم ثریاں شیر گریزاں خود از غاب  
بے ہوش پلنگست چو رہ بہ نیستاں  
اے زبدہ اعیان زماں مجمع اوصاف  
مشکیزہ سر دوش و علم دریدہ زور  
نے بطن زمین زاد مشال تو برادر  
شلی تو دلاور نہ میر بود اصلا  
دردشت و غایتیغ تو صومار و شہد یز  
ہر حاجب ایوان تو فز کئے و فغفہ  
بل ناصیہ فرسائے درت خود ملائک  
بے ہر تو احرام فلک کے بود انور  
ال لطف عمیم تو بہیم با ہمہ طوفاں

بر دوش سپر بود بکف گرز گراں بار  
بر پشت کندے چو یل آمادہ پیکار  
لر زید سمک مثل اسد کرد چو رفتار  
از نشہ نخوت چو گراں سر برد سرشار  
آگاہ بکن کردہ در جنگ چسا کار  
نور نگہت ناز جوانان خوش اطوار  
وصف تو تہمتش شدہ مشہور در امصار  
درد مدح فرم گفتہ خدائے سخن اشعار  
کردست ملک مدحت عباس علمدار  
آن وادش زور و ہم حیث بد کرار  
مردے کہ زدہ تیشہ سر گنبد دوار  
دزخوت دماں پیل ہراساں بود دزار  
دو پوش نہنگ ست تہہ تسلیم زخار  
وے عمدہ اخیار جہاں مرجع ابرار  
سقائے سکینہ شریف جعفر طیار  
نے چشم فلک دید ہمالی تو وفادار  
ہم چوں تو غضنفر بود اے شیر ز نہار  
ہنگام سخا دست تو در بار بہ در بار  
ہر حاضر در بار بہ از سحر و قاجار  
قرباں بہ سرت خضرہ وادی پر خار  
بے فیض تو اشجار ارم کے دہد اشار  
در بطن صدف پردہ و لے شہہ در شہوار

ایوب شفا یافت بہ لطف تو ز امراض  
یوسف شدہ از قید رہا ز امر تو شاہ  
عیسیٰ شدہ صاحب نفس ازین تو دور ہر  
دانند و قاب خدیم تو اولوالباب  
بدخواہ تو لاریب بود خارج از اسلام  
شرمندہ شدہ خنگ فلک لے شہ زیباہ  
از حملہ شیرانہ تو بر صعب اعدا  
پر ساختی از آب فرات و بکروفر  
لب تر نہ نمودی بہ ہمہ تشنہ دہانی  
پیکار تو چون عمدہ اخبار مصدق  
ہر حملہ تو فز کند حیدر صفدر  
صد حیف کہ آوردہ ہجوم اہل شقاوت  
باز دے چپ و راست بریدہ شدہ ہیات  
بر خاک قتادی تو مع رایت اسلام  
بد تادم آخر بہ بت و اے سکینہ  
آمد سراپا لیں تو شیر جگر ریش

یعقوب بصریاقت ز نور تو و گر بار  
یونس شدہ جانبر ز تو اے خاصہ غفار  
موسیٰ شدہ ناطق ز فر تو سبر کسار  
بہند فروغ حشم تو اولوالبصار  
مراح تو بے شبہ بود مردم دیندار  
باد بدہ چوں خدی اسوار بہر ہوار  
پس پا شدہ از علقمہ انواع ستم کار  
بشتافتی از نہر سوئے سرور اخبار  
صدر روح بقرباں تو لے شیر دل انگار  
از کار بہ شبہ نامہ بود بدتر از اسماء  
بر غزوہ تو ناز کند احمد مختار  
کردند تقاب ہم اشرا و ذوں کار  
بجروح سراپا شدی اے شیر جگر دار  
غلطیدہ بہ خوں چوں در احد حمزہ جو آر  
وز تشنہ دہانیش بدہ چشم تو خونبار  
چشم تو ز خوں پاک نمودہ پے دیدار

احمد بکند ختم شہا چامہ پیکر درو  
بشکر شدہ بے تاب ز اندہ دل حصار

اے شاہ عطا پاش چنان کن کہ بود جاش  
بے پرشش و پر خاش بر میثم تمار

گھوڑی جگر

== جملہ امراض شکم کا واحد علاج ==

درد شکم، بطنی درد جگر، باؤ گولہ خونی، بواسیر، ریاحی، بواسیر، سٹریا، دم جگر، نفخ، معدہ اور  
جگر کے لگاؤ سے پیدا ہونے والی تمام بیماریوں کیلئے اکیسیر ہے۔ ایک شیشی ۴ دوشیشیاں ہے  
مینجر کوئی فیکٹری مرتضیٰ حسین روڈ قاضی باغ لکھنؤ

# شہداء

جناب مولانا مرزا ابوسف حسین صاحب — از بلتستان

اور صاحبین کے عین وسط اور درمیان میں کیا ہے اس کے بعد جو خصوصیت شہداء کے لئے بیان کی ہے وہ کسی منصبدار کی نہیں فرمائی۔ یعنی عالم کے تمام مرنے والے مرجاتے ہیں مگر شہید مرنے کے بعد بھی نہیں مرتے۔ بلکہ حیات ابدی کے مالک ہوتے ہیں۔ خدا کی بارگاہ میں خوش بھی ہیں اور اس کی جانب سے ایسا رزق بھی مرحمت ہوتا ہے جس کا ہم تصور نہیں کر سکتے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شہادت کا درجہ اگر نبوت سے زیادہ نہ ہو تو کم بھی نہیں ہے۔

اسی سبب سے ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد درجہ شہادت کے شوق میں محو ہیں سیکڑوں بلکہ ہزاروں پیغمبر ہیں جو اعدائے دین کے ہاتھوں درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور جنہوں نے بقا و ملت کے لئے موت کو اپنی حیات پر خوشی سے ترجیح دی آج ان شہداء کی فرست بھل یا مفصل قرآن مجید میں موجود ہے۔

ان انبیاء و مرسلین میں وہ بھی ہیں جن کی شہادت خاص امتیاز رکھتی ہے اور جو مظلوم ان پر ہوئے وہ یادگار زمانہ ہیں جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کی شہادت مگر اس کے باوجود قرآن مقدس نے ان پیغمبروں کو شہید کیا ہے یہ شہداء نہیں تسلیم کیا۔

البتہ عند اسلام میں یہ لقب ہم رسول اسلام حضرت حمزہ علیہ السلام کو بارگاہ رسالت سے عطا ہوا زبان درخشان نبوت سے یہ فرمان کچھ ایسا اور اہم کہ شہدائے تک یہ لقب حضرت حمزہ علیہ السلام سے مخصوص رہا حالانکہ حضرت حمزہ شہداء احد سے ہیں جو سب سے دافع ہوئے اس کے بعد متعدد غزوات ہوتے رہے اور سیکڑوں مسلمان شہید ہوئے مگر شرف میادت حضرت حمزہ کے لئے مخصوص رہا۔ اسی طرح ہر حضرت

دنیا میں وہ کوئی دن اور رات نہیں جب ہزاروں بلکہ لاکھوں انسان طوفانِ کربا چار و ناچار اس موت کا شکار نہ ہوتے ہوں جو قدرت کی طرف سے ہر ذی حیات کے لئے مقرر اور مقدر ہے لاکھوں گھروں میں بیک وقت صبحِ ماتم بگھتی ہے یا م لرات ہر روز بلکہ ہر وقت ہزاروں انسانوں کی امیدوں کو ہشتائے حیات کے ساتھ قطع کرتا ہے وہ ماں جس کا اکلا تا بیٹا اسکے سامنے موت کی چمکیا لے رہا ہو وہ باپ جس کا کرل جواں فرزند اسکے روبرو موت کی انگڑائی لے رہا ہو وہ بھائی جس کا برابر کا بھائی قوت بازو ہمیشہ کے لئے اسے داغِ فراق دے کر اس سے رخصت ہو رہا ہو اس کے خیال میں اس سے بالاتر کوئی غم اور اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہے مگر اس کے باوجود کوئی غم رسیدہ اپنے مرنے والے کو شہید نہیں کہہ سکتا۔ اور نہ اس میں شہید کے صفات اور اختیارات پیدا ہو سکتے ہیں۔

میدانِ جنگ میں ظلم و ستم سے قتل کئے جاتے ہیں بے آس کی موت مرتے ہیں مگر وہ شہید کے لقب سے ملحق نہیں ہو سکتے بلا کسی شرعی اور دینی مصلحت کے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر ہلاک کر دینے والے شہید کے بجائے اکثر عوام موت مرتے ہیں دین و ملت کے بقا و حیات کے لئے اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کر دے جیسے شہداء شہداء احد اور شہداء جمل شہداء و صغین وغیرہ۔

شہداء کی منزل اس قدر بلند ہے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ان کا شمار انبیاء و صدیقین و صالحین کے صف میں کیا ہے جو نبیوں پر خدا کے سبب بندوں کے سوا کوئی فائز نہیں ہو سکتا چنانکہ شہداء کا درجہ بہ قدر رفیع اور بلند تھا اس لئے قدرت نے ان کا ذکر صدیقین



امیر المؤمنین علیہ السلام میں ہزاروں اہل ایمان لکڑی شام کے ہاتھوں  
تہ تیغ ہوئے اور شہید کھلائے مگر سید الشہداء کے لقب سے مطلب  
نہ ہو سکے حضرت عمار یا سر کے زبان رسالت سے خالص مومن ہونے  
کی تصدیق ہو چکی مگر سید الشہداء کا خطاب نہیں مرحمت ہوتا۔

ان حالات کے باوجود آج سید الشہداء کا لفظ جب کسی کی زبان  
سے ادا ہوتا ہے تو بیباختہ ہر شخص کی نگاہ دل میدان کی بلا کی طرف  
اٹھ جاتی ہے اور اس میں ایک بسند رسیدہ سا فریکس یکہ تہا ہے یا وہ  
مددگار مگر انوار حسن و جمال سے آراستہ لباس نور خدا داد سے پرست  
کے سرا قدس پر تاج سید الشہداء نظر آتا ہے خواص ہوں یا عوام الناس  
علماء ہوں یا بسند رسیدہ ہوں یا اطفال نور و سال مرد ہوں یا صنف  
ناؤں ہر فرد سید الشہداء کا نام شکر سے طرح اپنے امام کو پہچان لیتی  
ہے جیسے امام حسینؑ کے نام سے پہچان لیتی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب حضرت حمزہ علیہ السلام سید الشہداء  
نہیں رہے نہیں اب بھی وہ سید الشہداء ہیں مگر شہداء احد کے سردار ہیں  
بہت سے بہت عہد و رسول کے شہداء کے سردار ہیں۔ حد یہ ہے کہ کتب  
تک کے عام شہداء کے سردار ہو سکتے ہیں لیکن رسول اسلام کا چھوٹا  
نواسہ تمام شہداء عالم کا سردار ہے۔ جناب آدمؑ سے لیکر آج تک  
شہید گزشتہ یا قیامت تک گزشتہ گئے ان تمام شہداء کے سردار  
اور سردار ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ اعتراض کیا جائے کہ عہد و رسول کے بعد حضرت امام حسین  
علیہ السلام کو سید الشہداء کہنا بدعت ہے اس لئے میں یہ عرض کرتے ہیں نہیں  
وہ سکتا کہ اولاً حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ لقب سردار کائنات کے  
مستعد اور متفقہ فریقین کتب سے ثابت ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار  
کی گنجائش نہیں ہے اس کے علاوہ درجہ شہادت پر فائز ہونے  
اور شہید کے شرائط جس قدر اہم ہیں وہ اباب نظر سے مخفی نہیں ہیں۔  
حضرت حمزہ کو سید الشہداء کا جو لقب ملا ہوا اس کے جوہر  
یہاں ہو سکتے ہیں کہ آپ جناب سردار کائنات کے ایک صلیح پاک ہیں  
اور ہمارے تھے۔ دوسرے یہ کہ حضرت حمزہ نے میدان احد میں اس وقت  
جب ان کے ساتھ وہ کربلگ کو نہ دے اے صرف معدودے چند رہ گئے

تھے اس دیریں اور بادی سے نصرت اسلام کر کے اپنے آپ کو راہ خدا  
میں قربان کر دیا جس کی مثال شکل سے ملے گی۔ تیسرے یہ کہ کفار کو  
خاندان رسالت اور مذہب اسلام سے اس قدر عداوت تھی کہ حضرت  
حمزہ کو شہید کرنے کے بعد آپ کی توہین کے لئے ناک اور کان جدا  
کئے گئے آپ کا سینہ چاک کر کے ہند اور معاویہ نے چھایا یا سینے  
بعد شہادت بعض اعضا جدا کئے گئے۔ چوتھے یہ کہ شہادت کے بعد  
مدینہ کی عورتیں شہداء احد پر ماتم کر دی تھیں مگر اپنے وطن میں بھی حضرت  
حمزہ کے گھر میں ہیں کہ سو کوئی رونے والا اور ماتم کو ملے والا ڈھٹا  
چنانچہ اس حالت پر سرور کائنات کو بھی انفوس ہوا اور دودا بچہ لہم  
میں فرمایا کہ انفوس میرے بچا حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں ہر شکر  
نور اصحاب نے اپنے اپنے گھر جا کر اپنی عورتوں کو حضرت حمزہ کے گھر بھیجا  
اور سہنے تھے جو کہ حضرت حمزہ پر ایسا زور دیا کہ ماتم کیا جو یادگار رہے گا  
سردار عالم نے جب ماتم کی آواز سنی خوش ہو کر رونے والیوں کو دعا پڑھ دی۔  
اگر حضرت حمزہ اپنی خصوصیات کی بنا پر سید الشہداء ہیں تو حضرت امام حسین  
علیہ السلام کی شہادت کے ہوائی ترین خصوصیات سے ہے وہ جیسی  
شہادت کے واقعی اور اصل خصائص وہ ہیں کہ انبیاء و مرسلین کی  
شہادات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

جناب سردار کائنات کے امام میں سے بیشک حضرت حمزہ مومن  
خالص اور فاداد اور جان نثار اور بہت سے خصوصیات کے مالک تھے  
مگر امام حسین علیہ السلام کو جو خاندانی اور ذاتی خصوصیات حاصل تھے  
وہ حضرت حمزہ کے لئے کہاں تک ہے اور طالب کے پوتے خاتم النبیین کے  
نواسے علی المرتضیٰ کے فرزند خاتون جنت کے دلہنہ بنی ہاشم کی یادگار  
قریش کا فخر عرب کے سردار جن و انس کے بادشاہ ملائکہ کے خدمت جنت  
کے مالک و مقرر دین اور حق کے آفتاب آسمان شریعت کے ماہتاب جن پر  
سردار دو جہاں بھی اکشوفرد ناؤ فرمایا کرتے تھے حضرت امام حسین علیہ السلام  
کو اپنے خاندان میں جو اتمائات حاصل ہیں وہ آنحضرت کے ارشادات  
اور ولہاء بحث سے واضح ہے اور کتب فریقین میں پر متفق ہیں جمادہ ثمار  
نا ممکن و محال ہے۔

اس کے علاوہ حضرت حمزہ علیہ السلام نے اس وقت اپنی جان قربان کی

جب اپنے وطن میں مدینہ سے قریب تھے جہاں اس وقت بھی ہزاروں مسلمان موجود تھے۔ ضروریات و اسباب راحت و عیش تھے میز و سراب پر جو مسلمانوں میں تشریف لائے تھے اگر عام مسلمان ساتھ چھوڑ کر چلے بھی گئے تھے تو حضرت امیر المومنین اور ابو جہانہ اور خود سرور کائنات میدان میں موجود تھے اور ہر وقت کمر مضبوط کرنے کے لئے تیار تھے حضرت حمزہ کو یہ بھی یقین تھا کہ اگر میں میدان میں مارا بھی جاؤں محمد مصطفیٰ اور علی رضی ایسے دو بھتیجے موجود ہیں جو میرے بعد وارثوں کا خیال کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے وطن مدینہ سے دو سو میل ہزاروں دور زمانہ ایسا نازک جبکہ حکومت دولت ہر چیز دشمن کے اختیار میں تھی سفینہ سلام شردھار میں تھا زمین مذہب تزلزل میں تھی حقیقی اسلام ایک ایک دروازہ پر جا کر سوال کر رہا تھا کہ کوئی اہل ذمہ ہے جو مجھے پناہ دے مگر اسے کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ نہ شاہجوں کے درباروں میں اور نہ غریبوں کے چھوڑوں میں کہیں اسلام کے ٹھہرنے کی جگہ اور قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی ساری دنیا میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کافر نہیں بلکہ مدعیان اسلام آل محمد کے خون کے پیاسے تھے کہنے کو مسلمان تھے مگر اسلام کا خاکہ کا نام اسلام رکھا گیا تھا لفظ انبیاء کلمات تھے۔ فاسق و فاجر صاحب متقی کہلاتے تھے جہل کو علم اور دنیا کو دین کہا جاتا تھا نہ کوئی سرپرست تھا نہ نگہبان نہ وطن تھا نہ احباب تھے اسباب راحت تھے۔ دلچسپی نہ سامان جنگ تھے نہ لشکر تھا نہ ہلہل تھے سفر تھا غربت تھی بیکسی تھی تنہائی تھی بے سرو سامانی تھی بھوک تھی پیاس تھی اہل دیال تھے اطفال خود سال تھے چند غربت نصیبوں کے نیچے تھے یا چند بوڑھوں جوانوں اور بچوں کا لشکر تھا۔ جنھیں ضروریات زندگی اور لوازم بقا و حیات کا فقدان تھا پانی کا قحط تھا۔ ہر طرف دشمنوں کی لا تعداد فوج تھی نہر پر پھرے تھے راہیں مسدود تھیں نصرت و اعاد ناممکن تھی ان سے محبت رکھنا بھی جرم تھا دو پہر کے بعد نہ احباب تھے نہ انصار تھے نہ رشتہ دار تھے نہ بھائی تھے نہ اولاد تھی بس کہ بلا کامیدان تھا اور اکیلے حیثیت تھے اور پردہ داروں کا خیال تھا جن کا حیثیت کے بعد کوئی دالی و وارث نہ تھا۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جن میں سے سند کا ایک نظر اور صحرائے ریگ کا ایک ذہ بھی حضرت حمزہ کے لئے حاصل نہ تھا۔

اس کے علاوہ حضرت حمزہ کے مرت ناک اور کان جد اسکے گئے اور غلبہ قلعہ کر کے جایا گیا مگر امام حسین علیہ السلام کے جد اہل پر نہ لباس پہکا اور نہ اعضاء و جوارح جد اہل کے ساتھ رہ سکے جد کہ بلا میں تھا سر و کونڈ پر یا طشت طلاء میں تھا کمر بند اور انگشتری کے لئے اعضاء قلعہ ہوئے اسی سے امام دواؤ ہم زیارت ناحیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:-  
اسلام ملیک علی الاعضاء المقطعات سلام ہو ان اعضاء و جوارح پر جو قطع کئے گئے۔

حضرت حمزہ علیہ السلام کے صنف ماتم پر اگر پردہ داروں کا ہجوم نہ تھا تو کم از کم ان کی ہمشیرہ ماتم کر رہی تھیں اور آنحضرت کے ارشاد کے بعد عورات مدینہ لے اپنے ماتم چھوڑ کر حمزہ کے غم کو زخمد ماتم کرنے سے روشنی کر دیا اور یہ تنہا بھی پوری ہو گئی مگر امام حسین علیہ السلام کے بعد ان پر رونے اور ماتم کرنے کے لئے بنیں بھی تھیں بیٹیاں بھی تھیں سب موجود تھے مگر کسی کو رونے کی اجازت نہ تھی ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوئے تھے کہ وہ دشنام کی بازار میں تھیں یادہ بار بار ہی یاد اور دہر بار بار یہ کہ پیشیاں تھیں اور یاد بسن شام تھا۔

حضرت حمزہ کے جنازہ پر خود سرور کائنات نے ستر مرتبہ نماز جنازہ اور افرامی خود لیں فرمایا اور قبر پر بیٹھ کر فاتحہ پڑھی اور دعا سے غریب فرمائے اور امام حسین علیہ السلام کی میت بے لباس و چادر صحرا میں پڑی رہی جس کا کوئی دفن کرنے والا بھی نہیں ہے۔ آخر تین روز کے بعد اہل ذمہ نے دم حکا کر دفن کر دیا۔ ان خصائص کا مختصر سا خاکہ اگر نظر کے سامنے ہو تو دوست اور دشمن یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ بیشک آج مرت امام حسین علیہ السلام سید الشہداء کہلاتے تھے خدا راہر شہداء راہ خدا کے تاجدار ہیں۔

یہ تو بعد اسلام کے شہداء کا ذکر تھا وہ ہزاروں انبیاء و مرسلین جو اس سے قبل درجہ شہادت پر فائز ہوئے ان کی شہادتوں میں بڑے سے بڑے غصو صیات ملتے ہیں۔ مگر انھیں کوئی ایسا مظلوم یا شہید نہ تھا جس کے خصوصیات سے بالاتر خصوصیات امام حسین علیہ السلام کی شہادت میں موجود نہ ہوں بیشک حضرت ابوب تشریف لائیں اور اپنے مصائب اعدان پر مبرک داستانیں سنائیں بیشک حضرت نوح تشریف



اہل بیت اور زریخت پرید طشت طلا میں سر حسین اور شہاب کے دور اور  
 ابو ولید دیکھ کر ہر غیر کو شرمندہ ہونا اور یہ اقرا کرنا پڑے گا کہ بیشک  
 امام حسین اور مرت امام حسین علیہ السلام سید الشہداء ہیں۔ اور یہ لقب ان کے  
 لئے اس طرح مخصوص ہے کہ اس میں آپ کے جد بزرگوار آپ کے پدہ نامدار آپ کی ادب عالیہ  
 آپ کے برادر والا تبار بھی آپ کے سہم اور شریک نہیں ہو سکتے  
 اس لئے دنیا کے انصاف مجبور ہے کہ جب سید الشہداء کا  
 نام لیا جائے تو اس سے مرت حضرت امام حسین علیہ السلام  
 کی ذات سمجھ میں آئے۔

لائیں اور اپنے ادب پتھروں کی بارش پیش کریں بیشک حضرت صاحب  
 تشریف لائیں اور اپنے ناقہ کے ذبح ہونے اور قوم کی بیدردی کی وجہ سے  
 پیش کریں بیشک حضرت ذکر یا تشریف لائیں اور آہ سے اپنے پریم  
 کو دکھلائیں بیشک حضرت یحییٰ تشریف لائیں اور اپنا سر بریدہ بادشاہ  
 ظالم کے دربار پر پیش کریں، تسمیر جو حسن کاٹا ہوا باغ اور پامال ہوا  
 ہوئی سرسبز شاداب کہتی امام حسین کی وحدت و تنہائی اور ہشتر داغوں کے  
 بعد دیرانہ حملے اور کس بے آسے سراطر کی حق سے جدائی اہل حرم کے  
 جلتے ہوئے غمے لٹی ہوئی چادر میں چھتا ہوا زور بندے ہوئے ہاتھ کو قد  
 شام کی بازار میں ہجوم عام اور اس میں بے پردہ اہل حرم دربار شام میں رسد لبتہ

## == حقیقت ہے تعزیه ==

(از جناب سروش ملیح آبادی)

محراب باب گلشن جنت ہے تعزیه  
 سرچشمہ معانی و حکمت ہے تعزیه  
 یعنی گواہ خون شہادت ہے تعزیه  
 گویا امین راز مشیت ہے تعزیه  
 باطل کے سر پہ تیغ کی ضربت ہے تعزیه  
 اک شمع بزم ختم رسالت ہے تعزیه  
 اک قاطع زلات و بدعت ہے تعزیه  
 اک در درج بھر شجاعت ہے تعزیه  
 اسلام کی نظر کی جلالت ہے تعزیه

جنت جو چاہتے ہو کرو اس کا احترام  
 عظمت کو اسکی پوچھے کوئی جبریل سے  
 یہ اک زباں ہر کہنتی ہر جودستان غم  
 یہ ایک یادگار ہے ذبح عظیم کی  
 مومن کے واسطے ہر گلدستہ جلال  
 پھیلی ہر تابیہ قصر فلک اسکی روشنی  
 یہ اک جس ہر قافلہ حق پرست کا  
 کھولے نہ کیوں رگوں میں ابوس کو گلہ  
 ٹکرا رہی ہے اسکی جبین لوح عوش سے

منہ دیکھتے ہیں اس میں فرشتے بھی لے سروش

۲ یکنہ جمال حقیقت ہے تعزیه

# ظلم و مظلومیت کا انتقام

جناب ممتاز اشراہد فیروز — سید مہدی حیدر صاحب مدنی بکراچی

اے مظلوم کی گود کے پروردہ انقلاب  
فتح و ظفر کا تاج سے کھلایہ جدید باب  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے انیس مطلق! تراشیاں حسین ہے  
عبد قریب منزل یزداں حسین ہے  
حقوق کا بولنا ہوا ستر آں حسین ہے  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے زیب حزیں جگر انگار مرجا!  
نے نشر خون حق میں مددگار مرجا!  
اے سر برہنہ حق کی رضا کار مرجا!  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے آلی پاک وہ جو بلا در بلا گئی!  
ادبوں پہ بے کجا وہ گئی بے روا گئی  
لیکن جہاں گئی صفت ماتم بچا گئی!  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

بے چارگی کی قید کو گواہ سپر لیا  
تو نے یہ انتقام ستم بھی مگر لیا  
ظلم کے گھر میں ماتم مظلوم کر لیا  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے مسجد دمشق کے قیدی خطیب راہ  
جب تیرے جد کی بانگ موذن ہوئی گلو  
حق پر ظلم ہوئی تری تنبیہ انتباہ  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

رگ رگ سے پختا خون شہادت بھڑکے  
جاں اپنی دے کے اپنی جگہ دین بھڑکے  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے کر بلا! ہزار بلاؤں کی کر بلا!  
اے سرفروش راہ ناؤں کی کر بلا!  
اے ماتا بھری ہوئی ماؤں کی کر بلا!  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے فخر! جس میں عزم شہادت کیا گیا  
اے نذر! جو حسین نے کی خوف میں ادا  
اے عصر! جس کے سجدے میں تھی تیغ ادگلا  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے فرج حق! کہ جس میں تھے مفصل مزاج  
اے کس دھواں دھن مستقل مزاج  
شبیر سے طائے ہوئے اپنے دل مزاج  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے جرن! اے حبیب مظاہر و فاسرشت!  
اے قین و عوسجہ کے سپر با خدا سرشت!  
حق سے ہوئے جد دست و گریبان جفا سرشت!  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے اٹھی حقیقی و علوی و جعفری!  
پروردہ کنار حسینی و دنا طمی!  
انسانیت کی لاج کو معراج تم نے دی  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے قتل گم! حیات کا اک مدعا ہو تو  
لذت چشیدہ عسیم کرب و ہلا ہو تو  
ذی کدنجی کے دل میں درد ہو تیرا دوا ہو تو  
طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے  
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

# عبداللہ بن عروہ غفاریؓ

(از جناب مرزا ذوالی صاحب مفسر کھلوی)

وعدائیت کا اقرار کرنے والے۔ یہ اسلام کے سچے علم بردار اور خاص آل عباسی حسین بن علی کے اصحاب و انصار تھے جنہوں نے دین مبین کی کشتی کو ظلم و نفاق میں غرق ہونے سے روک دیکر اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں قربان کر دیا تھا۔ وہ پارس گھوڑوں کی وادوں کو فیضان کرتے کرتے گئے تھے۔ مسلمانانہ و بہرہ راستوں کی سختیاں جھیلے ہوئی سخت گیرانہ کاغذ پر کرتے اور حکم مسلمانانہ کے امور دیکھتے جو کچھ لوگوں کی دوسری نگاہوں سے بچتے بچاتے فرزند رسول کی خدمت میں بار بار پلٹتے تھے۔ پھر جب تک انسانیف کی جبین پر سنگ کا ٹپک ٹپکانے والے ٹھنڈے نے جا بزنہ لڑائی کا آغاز نہ کر دیا غیر معمولی صبر و سکون سے وقت کا انتظار کرتے رہے۔

صلح کی گفتگو تو شروع ہو چکی تھی اور کوئی شبہ نہیں کہ رسول کے پسر نے اپنی جانب سے ہر مل شرطیں پیش فرمائیں ان میں سے کوئی ایک شرط بھی اس قابل نہ تھی جسے قدم سے قیل و قیل نہ کیے والا بھی سسر دے سکتا لیکن جہاں ظلم و ستم کا دلیرانہ انسانیت کا گلا کھوٹنے کا تہیہ کر چکا ہو وہاں معقولیت کا گذر ہونا محال ہے۔ ابن زیاد کی قسوت قلبی اور تہذیبی ہوشیاری سے بعض قسمی نے کسی کوشش کو بار آور نہ ہونے دیا۔ انجام کار جنگ ناگزیر ہو گئی۔

حسین بن علی کی تربیت کا فیض اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ اسی جاہ و سطوت پر کھڑا ڈالنا بھی کسر شان تصور فرماتے تھے لیکن جہاں ان کے نانا کا پھیلا یا چھوڑا دین خضر میں پڑنا دکھائی دے وہاں وہ عزیز و اقارب، زن و فرزند، اصحاب و انصار فرض کسی کی بھی پناہ نہیں کر سکتے تھے۔ کربلا میں بھی تو تھا؟ یہ بڑے کھلم کھلا اسلام کی نفی کر رہا تھا۔ اس نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیے میں نے شریعت کا پاس کیا نہ خدا و رسول سے حفاظت ہوا۔ باوجود ایسے فسق و فجور کے رسول زادے سے بیعت کا مطلب کار چوہا ہوا۔ اب یہ رسول سے اخذ شدہ کافراں کا جواز چاہتا تھا؟ حسین نے اس کے ناپاک ہاتھوں پر اپنا طبع و طاہر زاتہ رکھنے کے قطعی انکار کر دیا اور چلے گئے۔ تدبیر کی جگہ راہیں مسدود پا کر ایسے جہاد پر کمر کس لی جو بادی النظر میں ہزیمت و شہادت

تیز گرمیوں کی فصل، محرم سالہ ۶۱ھ کا محرم مینہ اور عاشور کا ہولناک دن تھا صحرائے کربلا کے بے بڑک و گیاہ میدان میں، فرات کے راسل سے کچھ ہٹ کر عراقی و حجازی لشکر باہم گھمٹے ہوئے تھیں نیز جنگ میں مصروف تھے۔ آہن پوش سپاہ کے گنگھڑ بادل میں فداوی تلواروں کی ..... رہیلیاں چمک چمک کر عبرت بخش ویدیت زانہ نظر پیش کر رہی تھیں۔ کما داری کی کمانوں سے تیر نکل کر موت کی بارش کر رہے تھے نیزوں کی زبائیں انسانی خون کی چاٹ میں دراز ہو گئی تھیں اور جیتے جیتے لہر کی گل کاریوں سے مقتل کی زمین رنگین ہو چکی تھی۔

دراصل یہ جنگ بربریت و مظلومی کی آئینہ دار تھی۔ ایک جانب دشمن کے جاہر سلطان کا خون خوار لشکر عربی قرآنی عربوں کی امداد سے، امام ان مظالم کی نائنش کرنے میں مشغول تھا جسے کوئی امداد پرست و طاقتور بادشاہ اپنی منہ پوری کر لینے کی وجہ میں بروئے کار لا سکتا ہے اور چریشی جھڑا امکان سے خارج نہیں ہے۔ یہ عظیم لشکر حضرت الامام کی طرح حد نظر تک پھیلا تھا۔ وہ ایک انسان کامل سے مستقل عزم کو پادہ پاؤں کر کے اپنے بادشاہ کے سامنے سرنگوں کروینا چاہتا تھا اس واسطے کہ شہر کے زعم میں فرات پر قبضہ کرتے ہوئے ایسی فصل میں پانی پر قیدی مانا کر دی تھیں سب ہی کوئی تانی افراد ایک ایک قطرہ آب پر اپنے جہم کا قیمتی لہو بہا دینے میں مطلق تامل نہیں کر سکتے۔ آتش و بزمی میں تین شبانہ وہ دگر دگر چکے تھے کہ فریق ثانی کو نہ تو پانی کی ایک ہونہ نصیب ہوئی تھی نہ غذا کا کوئی دان ان کے منہ تک پہنچ سکا تھا۔ یہ تصفیر بہت دشوار ہے کہ ان کی بیوک بڑھی ہوئی تھی یا پیاس کی سوزش زیادہ تھی؟ یہ اندازہ تو اس وقت ممکن تھا جب اس گروہ کے کسی چھوٹے بڑے کا زبان سے کوئی نکایت آئینہ جلاہ ہو کر فضا میں از قاش پھیر سکا ہوتا۔ مسلک و بیرو خدا کی سختی کے ساتھ پابندی کرنے والوں نے تو لشکر کا دلینہ وہ کر لیا تھا۔ اتہا یہ ہے کہ قاتل کی تلوار کے راسے میں بھی انھوں نے شہادت نامی سب سے بہترین نعمت حصول ہونے کا شکر یہ ہی ادا کیا۔

یہ خیال باز کون تھے؟ پیغمبر اکرمؐ ان الزام کے حقیقہ کل گو، صدق دلی سے خدا کی

تھے۔ ان کے دادا اسی الفخاری وہ بہادر شخص تھے جنہوں نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کے زیر قیادت گروہ منافقین سے شیراز جنگ کے خدا کی بارگاہ میں اعزاز حاصل کیا تھا۔ یہ وہ زون (عبد اللہ بن عروہ اور عبد الرحمن بن عروہ) کو نہ ہے بلکہ کرکلا میں حبشی لشکر کے قتل پر تھے۔ اس وقت سے ایک لمحے کے واسطے بھی انہوں نے حقوق رفاقت کو نظر انداز نہ کرنے دیا تھا۔ صبح سے انکے دفاعی جنگ میں کہہ کاوش کرتے رہے تھے لیکن اب عروس شہادت سے یہ خوف پڑا کہ جہیز میدان سے ہٹا کر امام کی خدمت میں لے دیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ امام سے مرنے کی اجازت لے کر وہی جنگ اختیار کریں جس کا خاتمہ شہادت پر ہو۔

اگرچہ اب سینہ و سیرہ یا قلوب و جناب کی ترتیب باقی نہ تھی پھر بھی وہ مقام بھلے قلب فوت بننے کی عزت نصیب ہوئی تھی ہندو شاہی جواؤں اور امام حسین کی تہذیبی کردہ تھا۔ امام ذوالجناح کی پشت پر رونق افروز تھے۔ ہاشمی جوان پروازوں کی طرح قریب استاد تھے کہ عبد اللہ اور عبد الرحمن پہلو بہ پہلو حاضر ہو کر آداب بجالائے بڑے بھائی عبد اللہ نے آقا سے کہیں کو منہ بڑے عرصے کی "یا ابا عبد اللہ! ہم خاموشی کا آخری جواز قبول فرمائیے کیونکہ دشمن برابر آگے بڑھے چلے آتے ہیں اور ہمارا کوئی زور نہیں چلتا اس واسطے ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے لا بہرہ کر قتل ہو جائیں اور آپ کی صفات کا حق چارے ذمہ لے لیں اور اگر دیں۔"

"خدا تم کو جزائے خیر دے،" امام نے دعا دیتے ہوئے فرمایا "آؤ، میرے قریب" اس عزت افزائی نے دونوں خدا کاروں کے قلوب میں تازگی اور جوش پیدا کر دیا۔ وہ امامت کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ دونوں پر ایک جذبہ طاری تھا۔ وجہ یہ اشیاں کی زبانوں پر تھیں۔ یوں کہ پہلا معرعہ عبد اللہ شرف کرتے تھے اور دوسرا معرعہ عبد الرحمن پڑھ کر شعر تمام کر دیتے تھے۔ فضا اس معرعہ سے چھلک رہی تھی۔

"در حقیقت تمام ہی غفار، خندت اور نبی نزار کے قبائل اس امر سے آگاہ ہیں کہ ہم فاسق و فاجر گروہ پر حملہ کریں گے ہر پرہیزگار و پاک و دلور شمشیر" "کے ساتھ! اسے میرے ساتھ! اثرات خاندان کی طرف سے شمشیر و سنان کے ساتھ کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے گا۔"

امام نے ان کے حقیقی جوش کا اندازہ کرتے ہوئے مزید شہادت کے ساتھ ساتھ دعا کا لفظ عطا فرمایا۔ وہ زون بھائیوں کی مراد ہو گئی! انہوں نے دو گام آگے بڑھ کر دکان کو دھک دیا آخری سلام عرض کیا اور یہ ان قتال کی سمت رخصت ہو گئے۔

پہنچے ہاتھ لیکن اس ہزیمت و شہادت کے پس پردہ سرور و فتح و ظفر نثارے اسلام کی تہمتیں مغروریں امدت کھنکھارے وہ ظاہر ہو کر رہیں۔

بند چو تاج آفتاب تندہ تیز نظروں سے ان لوگوں کو گھور رہا تھا جہزہ کی پاک زمین کو بے گناہوں کے مقدس خون سے رنگین بنانے میں آدمی طاقتیں بے درہن صرف کر رہے تھے۔ ہر چہ حق کے طرفداروں کی تعداد گھٹتے گھٹتے چند مجاہدوں ہی میں محدود ہو کر رہ گئی تھی مگر یہ معلوم ان جان بلیغوں کے سینوں میں کیسا دل و دہشت تھا جو گھوڑے کا قیام نہ چلنے دیتے تھے؟ ان کی خشک زبانوں پر جزیہ اشعار تھے اور باتوں میں نیزہ و شمشیر، وہ کوثر و شام کے دو باہوں کو فضا کرتے پھرتے تھے۔

ظہر کی نماز اس دار گیر کے سر کے میں جس عزت ان سے ادا کی گئی وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے پہلی اور آخری نماز تھی۔ نہ اس سے پہلے کسی نے اس جرات سے تلواروں کی چھاؤں میں خدا کی عبادت کی تھی نہ اس کے بعد اس تک خاکدان عالم کی کوئی تار و پٹ پیش کر سکی ہے۔ فریضے سے فراغت پائی تو لڑائی کی بھٹی کچھ امدتیز ہو گئی۔ اصحاب و انصار کا جذبہ جہاد فزون سے فزون تر ہو گیا۔ وہ باہم ایک دوسرے پر سہمت کی کوشش کرنے لگے۔ انہیں موت کے آنے میں حیات جاوید کا جیل جہزہ نظر پڑا اور وہ اسے حاصل کرنے کو بے چین ہو گئے۔

یہی ہنگام تھا کہ وہ عربی بہادر عربی سمندر سے ابھر آئے۔ ان کی ٹپھی چوٹی شہادت کے سر سے پاؤں تک پھینے سے تر ہو کر رہ گیا تھا۔ ان کا لباس تلواروں، تیروں اور بھالوں کی ضربوں سے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ زخموں سے خون کی دھاریں کھل کھل کر سفید رنگ پر سرخ گل بوٹے بنا رہی تھیں لیکن تیردوں سے دلیری کی شان ہو رہی تھی۔

صبح سے یہ وقت آچکا تھا کہ انہوں نے "محبت فی القریہ" کا دلائل ثبوت پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے دیا تھا مگر اب وہ دیکھ رہے تھے کہ دوستوں کی جمیعت کم ہو گئی ہے، دشمنوں نے ہر ذمہ میں شجروں کا اضافہ کر دیا ہے۔ اگر حریفوں کی طرف سے دو مقتول ہوتے تھے تو ان کی جگہ جاب سے بیکر بھائی تھی۔ ان کی جراثیم اتنی بڑھ گئی تھیں کہ وہ بے تیروں کی ہر چھاؤں کے بدلتے رہتے تھے تلواروں کے وار کرنے لگے تھے اور انصار کی خواہش تھی کہ جلد سے جلد ملے گا کہ رفاقت کا حق ادا کر دیں۔

یہ دونوں بہادر اور بہادر و فخری شہور صحابی رسول کے پیچھے کی مثال فروریں

از ناجائیں بچا کر شیروں کے سامنے سے گزر کر نہ گئے۔  
اس عالم میں ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ بھیجی ہوئی تحریریں عمل کرتے  
ہوئے چھپ چھپا کر حلو کر دیں۔ چنانچہ ایک محل پر چند آہن پوشوں نے راستہ روکا۔  
عبداللہ اور عبدالرحمن نے متفقہ طور سے ان پر حمل کیا۔ وہ بہت پھیر کر فراری ہوئے۔  
دونوں بھائیوں نے تعاقب کیا اور تھوڑی دیر بڑھتے چلے گئے ناگہاں عقب سے  
تعداد تلواردوں اور نیزوں نے دونوں بھائیوں کے اجسام کو خرابی کی طرح چلبلی  
کرتے ہوئے زمین پر خراہید کر دیا۔

ان کے تہ و بدن جڑے ہوئے تھے۔ وہ اپنے آپ کو کسی اور ہی عالم میں پائے گئے تھے! دنیا  
کی فضا میں بے نبات اور زندگی خیر محسوس نہ ہونے لگی تھی۔ آنکھوں کے حجاب دور ہو گئے  
تھے اور جنت کی ناقابل بیان بہاریں بے پناہ نظر بائیں کے جبروت میں پیش مجاہد ہو گئی  
تھیں۔ وہ دونوں بھائی کامل جوش و خروش کے ساتھ کوفہ و شام کی فوجوں میں در  
آئے۔ خدا کی پناہ! بھلا ان کی شیر باز تلواروں کی آنچ پر کون ٹھہر سکتا تھا؟ کچھ سوراخوں  
نے راہ روکی لیکن دونوں بہادریوں نے چوکھی لڑائی دکھا کر ان دامن کاٹ چھانٹ  
کر ڈال دیا۔ آخر شہادت کے طلب گاروں سے کون ہم نبرد ہوتا؟ اچھے اچھے جنگ

## دنِ عباسؑ

از جناب رفیق جابر

حضرت ہی سے ہی متعلق ہے

سب ذیل نظم جناب رفیق جابر نے یہ سلسلہ ولادت حضرت عباسؑ زبانی تھی۔ لیکن چون  
اس لیے ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔ "فضل"

اے خوشاودہ کہ جو حامل ہو دنِ اداری کا  
ہاں وہ، مینار ہے جو عظمت انسانی کا  
آئینہ دار جو ہو زورِ یدِ الہی کا  
جس کے ماتھے پہ دکتا ہو لو کاٹیکا  
جلوہ افروز وہ حیرت آرا ہوا ہو دیکھو  
نورِ عباسؑ نمودار ہوا ہو دیکھو  
خیز کرتا ہو جن، سب پہ خوشی چھاتی ہو  
زندگی آید عباسؑ پہ اتراتی ہو  
کر بلا شوق کا گھوارہ بنی جاتی ہو  
تشنہ ذرات کے ہونٹوں پہنسی آتی ہو  
نہر کہتی ہو کہ بیانِ محبت کر لو،  
دستِ فرزندِ یدِ اللہ پہ بہت کر لو،

آج کونین کے مٹھنے پہ بھی زیبائی ہو  
وقت کے آتشِ لمحوں میں بھی رعنائی ہو  
پھر صہانکت گیسوئے سیہ لاتی ہو  
صبح لیتی ہوئی تنویرِ دنِ آتی ہو  
یہ وفا، عشق کے چہرے کو جلا بخشنے گی  
یہ وفا، حُسن کے جلووں کو ضیا بخشنے گی  
یہ وفا، مایہ صد نازش و دریاں ہوگی  
یہ وفا، شاہرِ بیداریِ انساں ہوگی  
یہ وفا، ہستیِ جاوید کا عنوان ہوگی  
یہ وفا، عزتِ اسلام پہ قرباں ہوگی  
اس کے آئینہ میں ایماں کی تجلئی ہوگی  
یہ فدائے عہمِ فوجِ حسینی ہوگی

# انسانیت کی رہنما !

از جناب سید ابوبکر صاحب قشتہ - بنگلہ دیش

تو دو جہاں کا تاج ہے [۶] تو عرش کی سر تاج ہے  
تجہ میں خدائی راج ہے [۶] تیری حسدائی آج ہے

انسانیت کی رہنما [ ]  
[ ] اے کر بلا اے کر بلا

تجہ میں حرم قیدی ہوئے [ ] ان کے چلے خیمے لٹے  
چادر چھنی بازو بندھے [۷] اُمت کے پردہ پوش تھے

اُمت کا پردہ رکھ لیا [ ]  
[ ] اے کر بلا اے کر بلا

تیری جین خاک کو [ ] اس خاک کی خاشاک کو  
اس دشت ہیبت ناک کو [۸] عزم شہید پاک کو

تو تو سلام بے ریا [ ]  
[ ] اے کر بلا اے کر بلا

سارے شہیدوں کی یہیں [ ] رو میں سمٹ کر آگئیں  
سب کی جبین جھک گئیں [۹] رخت پہ تیری لے زمین

تو سجدہ گاہ اتقا [ ]  
[ ] اے کر بلا اے کر بلا

تجہ میں نبی کی جان ہے [ ] تو حامل ایساں ہے  
قرآن کا توحید دان ہے [۱۰] تو کتب ایقان ہے

اے مشد صبر و رضا [ ]  
[ ] اے کر بلا اے کر بلا

ہماں کا خون بے خطا [ ] دامن پہ تیرے بگیا  
راڈیں لیس خیمہ جلا [۱] چھینی گئی سکر ردا

اے میزبان بے نوا [ ]  
[ ] اے کر بلا اے کر بلا

اکبر تھا ہم شکل نبی [ ] باغ رسالت کی کلی  
نام خدا روح علی [۲] کھائے وہ برہمی کی افی

تجہ پر یہ ظلم ناروا [ ]  
[ ] اے کر بلا اے کر بلا

عباس ماہ ہاشمی [ ] رشک شباب یوسفی  
شان و وقار سردی [۳] فوج حسین کا علی

خون اس کا پانی بن گیا [ ]  
[ ] اے کر بلا اے کر بلا

بوندیں ہو کی وہ حسدیں [ ] جو خلق صغیر گریں  
شبنم بھیں بہر نخل دیں [۴] ایساں کو زندہ کر گئیں

اسلام باقی رہ گیا [ ]  
[ ] اے کر بلا اے کر بلا

انسان ہونے کا سبق [ ] ایماں پہ مرنے کا سبق  
مٹ کر سنورنے کا سبق [۵] مر مر کے جینے کا سبق

ہر اک مجاہد نے گیا [ ]  
[ ] اے کر بلا اے کر بلا

کر بلا والے  
از جناب تراجہ جین صاحب قرآن (دوسرا حصہ)  
سودا ابن علی نے بات پر جب آگئے  
حق پر نہ رازوں پر پتھر چاگئے  
کر بلا والے سبق قرآن پیکلائے

# وَاللّٰهُ خُذَا وَفَايِنْ عِبَّاسٍ

(از جناب شمیم حیدر صاحب جعفری امام ہزارہ جعفریہ سیٹا پور)

حقیقت ہے کہ انسان اسی وقت کسی حقیقت کو جانتا ہے اور حق سمجھتا ہے جب کہ اس کے سامنے اس حقیقت کی کوئی بھی مثال موجود ہو اس کی گواہی کے لئے کافی ہے کہ اس کی زندگی بھر وہ غور و فکر کے پیش کیا جائے۔

جب خدا کو ایک ایسے بچے مذہب کو پھیلانا چاہا جس کی بنیاد وہ نازل ہے پڑ چکی تھی کہ جس کی ہر ہر بات سے اس کی وحدت سمجھ میں آئے اور جس کے ہر فعل سے وہ معبود حقیقی سمجھ میں آئے اور جس کے ذریعہ سے وہ روز قدرت میں انسانوں کو ہرازا بنا سکے تب اس نے رسول کو آدمیوں کی صورت میں بنا کر ان آدمیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا جو باوجود آدمی ہونے کے آدمیت بالکل نہ جانتے تھے اور جس کسی زبان میں ۴۰ ہت پڑ چکے تھے اور اب بھی متحد و قسم کے دیوتاؤں کی پرستش کر رہے تھے۔ جو سکنا تھا کہ پروردگار اس مقصد کو کسی دوسرے نبی کے ذریعہ سے پورا کرنا لیکن نہیں اس کو تو اس خاص کا درجہ ایک لاکھ چوبیس ہزار میں بلند کرنا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے خلیلؑ، کلیمؑ، روح اللہ وغیرہ تو نبیائے لیکن ابھی تک کسی کے لئے نفس کا لفظ نہ آیا تھا اس مخصوص نبی کے ذریعہ سے اس خاص لفظ کا کہیں پر استعمال کرنا تھا۔ ان فرض جب ہم نے رسول کی رسالت کو سمجھ لیا تب ہم نے گواہی دی کہ رسول خدا کے سچے پیچھے ہوئے پیغمبر ہیں۔ یا یوں کہئے کہ حقیقت رسالت کو سمجھنے کے بعد رسالت کی گواہی ہوئی۔

اسی طرح حقیقت وفا کو سمجھنے کے لئے وفا کی متعدد مثالیں تلاش کرنا پڑیں گی۔ دنیاوی مثالوں میں والدین اور اولاد میں محبت کے ساتھ ساتھ وفا کا مادہ بھی ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وفا کا مادہ فطری ہوا کرتا ہے اور ہر صفت کے ساتھ یہ قوت ظاہر ہو کر رہتی ہے۔ لیکن دنیاوی مثالوں میں رسولؐ اور علیؑ کی مثال سب سے بہتر و مست کوئی دوسری مثال نہیں مل سکتی ہے۔ کیا وہ جنگ ہوا ہے جہاں یہ رسولؐ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن علیؑ نے گئے اور جب خود رسولؐ کی نظر پڑی تو علیؑ سے فرمایا کہ تم نہ بھاگے۔ جواب دیا کہ اے من اسلام کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ علیؑ جیتے جی مجھ کو چھوڑ دے۔

آئے آج خبر کی لڑائی کا جو تھکان ہے تین دن کے بارے میں لوگ آج پھر رسولؐ کے کردار کے کولن کر رہے ہیں کہ شاید آج پھر علیؑ جاسے اور دوبارہ جو ہر دیکھلانے کو ملیں لیکن... آج تو رسولؐ کے منہ سے فاتحہ خبر کا نام نکلتا ہے جو ان لوگوں کی امیدیں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ ہر چند علیؑ کے شعلات باتیں بنائی لیکن رسولؐ بغیر کسی کفر کی فتح کے بعد دیگرے تین دن پہنچے ہیں کہ جو تھکان اور سچا جانشین باعث فتح اسلام ہو گا۔ اور آج اسی کے ہاتھوں پہلے اب خبر یہی ہے۔ انصاف والو! دیکھو اسلام کی حمایت مشکل لیکن دعوت خلافت آسان۔ وفاداری رسولؐ کا عالم یہ کہ غلطی نہ تو گریہ اور بعد خدا کی شان کے دعوت وفاداری؟

کہئے دیکھئے کہ جناب عباس کا حقہ مہمان وفا میں کتنا ہے۔ آج ستمبر ۲۰ رمضان ہے علیؑ کی حالت زیادہ خراب ہو چکی ہے۔ چراغ نے زور دھارا اور چہرہ مہانک میں فرق نہ بنایا۔ علیؑ کی اس حالت کو دیکھ کر اہل عباس نے چاہا کہ وہ عباس کو علیؑ پر بھروسہ کر دیں اس ارادہ پر علیؑ نے فوراً روک دیا کہ عباس تو ذیہ صمد ہے۔ عباس کی وفاداری دیکھی جائے جس کی پیشین گوئی آج علیؑ کی زبان مبارک سے ہو رہی ہے۔

مستند میں جب محمدؐ نے حنین کو اپنے گھر لایا تو حنین خلافت خود اختیار کرنے کے لئے اٹھارہ نبی با شمس ساتھ لے کر گئے تھے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ عباس کے دل میں جو شہر کا کلاش ہو گا سرسبز ہاتھوں اڑے۔ جب حنین کی آواز بلند ہوئی ہوگی تب عباس کے ہاتھوں میں حنین کے حکم کی زنجیر پڑ گئی ہوگی اور عباس اس کا خوشنود علیؑ خدا سمجھ کر فرما دے اور اس طرح جو گئے ہوں گے۔

حنین نے جس وقت مدینہ چھوڑنے کا مکمل ارادہ کر لیا جو گا اور صبح کے وقت سفر کی تیاریاں ہو رہی ہوں گی آل رسولؐ کی سرکاری کا انتظام ہند ہو گا۔ میرا عقیدہ ہے کہ عباس ایک وفادار جہانگیر کی طرح کبھی تو قذوہ کا انتظام کرتے ہوں گے اور کبھی راستہ چلنے والوں کو حکم دیتے ہوں گے آنکھوں کو بند کر لیں کیونکہ آل رسولؐ سوار ہوتے ہیں۔ آج زینبؓ کو ہاتھ ملے کہ ہندو گواہوں کی قبروں سے چھٹی باپ کی دلیرانہ سے دور لیکن واہ رے عباس جس سے بن کر بڑی تقویت ملی کہ ساتھ ہے۔



میں سے مسلم مدد و اولاد علی میں سے عباس سے زیادہ کوئی بہادر نہ تھا حسین ان دونوں قوتوں کو اگر ایک ساتھ رکھتے تو کربلا کا واقعہ ہی نہ ہوتا اس لئے مسلم کو گزند میں بھیج کر قوت کو کم کر دیا۔ اور عباس پہلی ایک ذرہ داری و الہی کڑوائی کا خیال نہ کریں۔

انفرض عباس پانی بھر لائے۔ بیروں کی بد چار ہوئی دونوں ہاتھ قلم ہو گئے عباس نے مشک و انتوں میں دہالی۔ مشک پر تیرنگا۔ پانی بہا کر۔ عباس کو بہت غم تھا۔ جب محمدؐ سے گرسے تو وہی آقا سمجھتے ہوئے پکارے کہ یا مولا اور کئی (کہا کہ مولاؑ کیجئے) حسین اور اکبر بیچے عباس دم لڑ رہے تھے۔ حسین نے بیچ کر عباس کا سر زانو پر رکھا خون پر چھا۔ عباس نے وہیتوں کا سلسلہ شروع کیا کہ اسے آقا میری لاش خیر میں نہ لے جائیے کیوں کہ میں پیاری سکنیہ سے بہت شرسار ہوں۔ دوسرے یہ کہ میری قبر ترائی میں ہو حسین بوسہ کہ بھائی جہنم سے دور ہوں گے۔ پھر حسین رونے ہوئے فرمایا کہ اے عباس ایک سپری خواہش ہے اسے بھی پورا کرو و عمر بھر تو غلامی میں بسر کیا اب آخری وقت تو بجائے آقا کے بھائی کہہ کر پکارو۔ عباس نے دل میں خیال کیا چوگا کہ عمر بھر تو کبھی بھائی نہ کہا لیکن پھر آقا کی خواہش بھی تو کسی حد تک حکم کا اشارہ کرتی ہے آخری وقت کا بچتے ہوئے جو ٹوٹوں سے ایک بار بھائی کہا اور دم توڑ دیا۔

حسین کی کرٹوٹ عملی اکبر کا سارا لے کر اٹھے اور فرمایا بیٹا علم خیمہ میں لے چلو۔ المہیت سے فرمایا کہ عباس مارے گئے ان کی یادگار علم واپس کیا ہے۔ بیوہ عباس کو بلاؤ میں اس کو چھ خیمہ دوں۔ اس لئے جینے بھی کہا کہ سے

واللہ خداوندہ و فابیں عباسؑ

لوسٹ :- سر زمین اس وفادار عباسؑ کے تصدیق میں ہم لوگوں کی وہائیں ہر آئینہ واد میں اپنے ولی مقصد میں کامیاب ہوں۔

## نقشِ اِعتبارؑ

حسینؑ بخش اسلام کی بہادر ہونے  
نہی کا عشق ہو حیدر کی ذوالنقاہت  
ماتا جائے زمانہ ہزارے سا  
اُبھرتے جاوے وہ نقشِ اعتبارِ ہونم  
(”سآخر“ جنسی)

انفرض حسین کا سفر شروع ہوا عباس ہر مقام پر پیش پیش تھے اپنے کو ہر مقام پر خدمت کے لئے وقف سمجھا خطرہ کا مقام تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کا ہے۔ جب حسین کو جناب مسلم کی فسادات کی اطلاع ملی اور حسین غم گئیں ہوئے عباس نے اپنے آپ کو پیش کر دیا کہ اگر مردہ حکم ہو گا تو کربلا کا گزند الٹ و دس اور کو فیروں کو ان کے علم و شقاوت کے مزہ پہنچا دوں۔ لیکن آہ آہ حسین نے فرمایا کہ بھیا عباس دل نہ کڑھاؤ اور ابھی چھوڑو تم چھوڑو ایک ایسے مقام پر چھوڑو گے جہاں پر میری کرٹوٹ جائے گی۔ آنکھوں کی بھلائی غم ہو جائے گی۔ تم کو تو ابھی میرا مقصد پورا کرنا ہے۔ عباس یہ سن کر خاموش ہو گئے، ارطاعت کے لئے گرنے لگا۔ جب حرمیامی کے شکر سے ملاقات ہوئی عباس حسین کے پہلو پر تھے۔ عباس کے دل میں دلوں کا حسین کا حکم پاتے ہی اس کا شکوہ نہٹ لیا جائے لیکن حسین کے منہ سے نکلا بھیا عباس یہ لوگ ہمیں پیاسے ہیں پھل ان کو پانی پلاؤ۔ اب کیا تھا عباس کا خیال فدائین کے حکم کے سانچے میں ڈھل گیا اور عباس اسی چوڑی دو لور کے ساتھ پانی پلانے لگے جس دلوں سے لڑنے کا ارادہ دل میں رکھتے تھے۔

آئیے عباس کی دفا کی ایک مثال اور لکھ کر بس وقت حسین کر بلا بیچے اور چاہا کہ انہیں المہیت شہ کے کنارے چائے جائیں اور فوج مدینے حسین کو روکا عباس کو غیض آ گیا اور بگڑ گئے کہ اب آل و رسول کے خیمہ سرسبز ہوا ہوں گے۔ حسین نے فرمایا کہ عباس آؤ ہم ان کو مصروفِ قتل کی انتہا پہنچا لیں اور تمہیں کس ہمت کا خیال ہے تم حشر تک ترائی میں خیموں کی طرح آرام کرنا عباس کا وہ چوڑی دو لور حسین کے حکم کے تحت میں دیکھئے کہ فوراً حاضر ہو کر سر جھکائے چلا کر رہا ہے۔

شب عاشور تک عباس نے رات کو آل احمد کی حفاظت کی۔ کیا مجال تھی کہ کوئی پرندہ چہرے مار جاتا۔ اگر حسین نے ہر رات کو عبادت کے لئے وقت کر دیا تھا تو عباس نے تلا بھرنا اپنا فرض سمجھا تھا۔ عباس روز عاشور حسین کی مدد کے لئے ہر مرنے والے کی لاش پر جاتے تھے اور حسین کو لاش اٹھانے میں مدد دیتے تھے۔ عباس نے جب دیکھا کہ حسین کی پائیں کی شدت ہے تب حسین سے اہلوت چاہی حسین یہ سمجھ رہے تھے کہ اگر عباس کو بولنے کی اجازت دی گئی تو عباس کہلا کر اٹھ دینگا اسی لئے حسین نے پانی لانے کی ذمہ داری عباس پر ڈال دی کہ عباس لاؤں سکیں اور پانی لانے کا دھیان رکھیں۔ یقیناً پانی لانے کا خیال عباس کے ہاتھوں کو روکے رہے گا اور عباس کو غیض علی کی طرح نہ آ سکے گا۔

حسین کی زہد ست سیاست دیکھئے کہ عرب میں اس وقت اولادِ معقل



# مرثیہ کے چند بند

از جناب سید سرساز حسین صاحب رضوی نجسیر کھنڈی

## ”صبح عاشور“

دن نمودار ہوا رات کی ظلمت ہوئی دور  
برقع صبح میں تھی حور شہادت مستور  
خطا ایض کی سفیدی کا شفق میں دکھلاور  
جھلجھ سے ہوشیڈ کے کفن میں کافور  
مرنے والوں کو یہ پیغام کسی کا پہونچا  
کٹ گئی ہجر کی شب روز وصال آپہونچا  
بان نور سے بیاناہ سحر کا چھلکا  
رنگ فیروزہ گردوں کا وہ ہلکا ہلکا  
وہ شجر باغ کے عالم وہ ہر اک کو لپکا  
ہنرہ صحن چین فرش بنا نعل کا  
بس گیا بھولوں کی خوشبو سے ہوا کا دامن  
رنگ صد گل کدہ تھا باد صبا کا دامن  
وہ بہار سحری اور وہ گلستاں کا سماں  
شاخوں پر چاٹوں مرغ سحر زمرہ خواں  
حمد محمود میں مشغول وہ سوسن کی زباں  
قرباں سرو کے گلہ تنوں پر صروبہ ڈاں  
فتوح کی حد سے بھی کچھ بلبلیں آگے بڑھ لیں  
دامن گل کے مصلوں پہ سنازیں پڑھ لیں  
نوناہوں کا وہ عالم وہ جوانی کی بہار  
ہنرے پراوس کے وہ قطرہ نشانی کی بہار  
نہروں میں آپ مصطفیٰ کی روانی کی بہار  
کیا یوں میں وہ پھٹکتے ہوئے پانی کی بہار  
شاخوں کے عکس سے یہ طور نظر آتے ہیں  
کچھ شجر زیر شجر اور نظر آتے ہیں  
گل صد برگ کی محسوس میں وہ سمانے بہار  
سیکڑوں پر دوں میں نہاں رخ زیبائے بہار  
سر شوریدہ بلبل میں وہ سونے بہار  
مٹھیاں کھول دیں غنچے تو ابل آئے بہار  
گدگدایا جو صبا نے تو یہ کچھ طور ہوا  
ہنس دیے پھول گلستاں کا سماں اور ہوا  
صحن گلشن میں ٹہلتی ہو صبا آ کر  
تازگی آگئی ہنرے میں ہوا کھا کھا کر  
بلبلیں باغ کی دخواہ فضا پا پا کر  
نغمہ آرا ہوئیں بالائے شجر جا جا کر

رنگ قدرت سے وہ بالا جو ہوئی شان چین  
پر پھلانے لگے شاخوں پہ غزل خوان چین

باغ سے آئی جو صحرا میں نسیم سحری  
صنعت حق کی نظر آئی عجب جلوہ گری  
کر دیا دفتر گلہائے گلستاں نظری  
وہ تکلف سے بھرا اور یہ نقص سے بری  
خشک پتھریلی زمیں تازہ و تر سبز درخت  
آب قدرت سے وہ سینچے ہوئے سرسبز درخت  
سیکڑوں کو س برابر سے درختوں کی قطار  
جھنڈ میں تہنیوں کے طائر وں کی ہچکار  
پست و بالا وہ شجر قد وہ قیامت آثار  
جنگلی آغوش میں کس ناز سے لپٹی ہو بہار  
سرخ و پھول ہیں سب چشم تاشانی میں  
رنگ یا قوت کا وہ لالہ صحرائی میں

## ”عرب کی بہار“

جا بجا نخل رطب کے وہ رتیلے میڈاں  
بارش بنم شاداب سے گیلے میداں  
وہ کہیں اہل خشکی کہیں سیلے میداں  
اتھائے نظر شوق پہ نیلے میداں  
محشر حسن کناروں پہ اٹھائے ہوئے کوہ  
دامن دشت کے گوشوں کو دباے ہوئے کوہ  
دامن کوہ کا سبزہ وہ زمرہ دہیکر  
معتدل حدت شمس وہ سنہرا منظر  
برن گھٹتی ہوئی کساروں سے گرمی پا کر  
آب حمت کی روانی وہ ادھر ادھر  
راہ پاتا ہوا بہتا سر صحرا پانی  
اٹھلے پانی کی وہ نہریں کہیں گرا پانی  
پھر پڑیں تار یہ کی سمت ہوائیں ناگاہ  
نہرے دو در ملا باغ رسول زیاہ  
قبلہ دیں کے وضو کو بھی نہیں پانی آہ  
صندلیں گرد تسم سے ہو پیشانی شاہ  
ذرتے ذرتے ہیں جو غل عرش وقار ایسا ہو  
ایسی آیت کے لیے خط عبا ر ایسا ہو

# حسینی علم بردار کا شاندار کارنامہ

(از جناب شیخ محمد مختار صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ حسینیہ بڑا گادوں)

جب امام حسینؑ کے نیچے کر بلا میں نصب ہو جاتے ہیں تو شرابی فوج سے مکمل کر خیمہ امام کی طرف پڑھتا ہے کہ اپنی مکارانہ پالیسی اور عیارانہ باتوں سے حضرت عباسؑ کو لشکر امام سے جدا کرے اور عز و زاری کا پاس دلا کر اور زور جاگیر کی طمع سرور ہی منصب کی لالچ دلا کر جا بلا کسی طرح عباسؑ حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دیں مگر جو نفس کا کٹر کرچکا ہو جو حکیم روحانی کی آغوش میں دوس اخلاق کی تکمیل کر چکا ہو اور معرفت و اطاعت الہی کے دار و مدار پر چکا ہو پھلا کیسے ایسے نکار دیا رکی باتوں میں آسکتا ہے حضرت عباسؑ نے اس فتنی ہوئی دولت کی طرف ترجیح نگاہ سے بھی نہیں دیکھا اور فرمایا کہ تیرے امیر کی سرور ہی منصب و امان پر منت ہے۔ دنیا نصرت حق کی مثال اس سے بڑھ کر پیش نہیں کر سکتی۔

دنیا کی تاریخیں کوئی مثال کسی ایسے سپہ سالار لشکر کی نہیں پیش کر سکتی ہیں جس نے باوجود وہ روز کی بھوک پیاس کے جنگ کی ہو اور آخر وقت تک دشمن سے لڑنا نہ مل ہو۔

یہ علیؑ کے فرزند کی ہمت تھی کہ وہ اس مٹی دل لشکر کو ہزیمت دیکر گھاٹ پر تہذیب کرنے کا مستقل ارادہ کرے اور ایک ہی حملہ میں لشکر کو تہ بالا کر کے مدیا میں گھونٹا ڈال دیا جب تک کہ شکر بھری خود پانی نہ پیا باوجودیکہ قدرت حال کو چکے تھے بلکہ صرف اس خیال سے کہ امام کے بچے پیاس سے مرے ہیں اور میں علمبردار چمک پانی پی لوں غیر ممکن ہے پیاس سے ہی نکل آئے یہ وہ ہر العقول کا ناس ہے کہ جنگ جو اقوام کے حالات بھی ایسے کا ناسے سے خالی نظر آتے ہیں۔ پھر توفیق یزیدی نے مجموعی قوت سے حوا کیا مگر علیؑ کے پھرے ہوئے شیر کے لئے کھلا ہوا میدان تھا جس وقت یہ شیر نکار تکمیل رہا تھا دشمن پس پشت سے وار کرنے کی فکر میں تھا کہ دہنا پر ہزاروں کا زور کس کس کے حملے کا جواب دیں وار چل گیا۔ اور عباسؑ کا دہنا لڑنے زمین پر پڑنے لگا ہو سکتا ہے کہ عباسؑ پر پالیسی کی ایک خفیہ سی لہر لگئی ہر شخص مٹا اس لئے کہ وہ لڑنے لڑ گیا جس سے اپنے بھائی کی حمایت کو رہے تھے لیکن عباسؑ کا استقلال قلب اور قوی مضبوط

عقل عالم میں رستم و فریاب جیسے ہمت سے بڑے بڑے پہلوان اور نہرو آذا مکر سے اور آکا بھی کچھام آکر موجود ہیں مگر وہ خدا داد زور جس کا سکہ تیرو سو برس سے اب تک چل رہا ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا روئے زمین کے واحد خطہ عرب کے مچانہ آفاق قبیلہ قریش میں سے سرور قریشی نبی ہاشم میں صرف ایک جوان مرادیا تھا ہے جس نے اپنی خدا و طاقت اور جبروتی قوت اور خطہ مثال شجاعت کا سکہ ہر دل پر قائم کر دیا اس کی اعداد و اہم شجاعت کی تصویر اور جبروتی قوت کا خاکہ تھی جسکی کلائی کا زور دنیا انتہی ہے جس کی شجاعت کا روبا دشمن پہچانتے ہیں جس کا نام نامی دشمنوں کا دل ہلا دینے والا جس کے پیروں پر پھوڑ کر کے اسلام جیسے چمکیر مذہب کو قدم اٹھانے کی جرات ہوئی اور چند برس کی قلیل مدت میں اسلام کا پرچم عرب کے ہر خطہ پر لہنے لگا اور آج دنیا کا کوئی گوشہ نہیں جو اسلام کا نام لیا اور اس کی خصوصیات کا شیانہ ہو اس مچانہ آفاق سردار کی بے مثال شجاعت دیکھ کر یہ دہم بھی نہیں چوسکتا تھا کہ اسکی مثال عالم وجود میں رہنا ہو سکے گی مگر میدان کر بلا نے ایک نہیں بہت سی ایسی مثالیں پیش کر دی ہیں جو سب اسی سردار کی یاد تازہ کرنے اور دنیا کو یقین دلائے کے لئے کافی ہیں کہ شجاعت آل محمدؑ کا کام تھا اور انہیں بے ختم ہو گئی۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ علیؑ کر بلا سردار توفیق حسینی سپہ سالار لشکر مظلومیت متعلقہ سکینہ افضل الشہداء جناب عباسؑ نے روز نگاہ کر بلا میں وہ شجاعت دکھلائی کہ بڑے بڑے بہادروں اور نامی پہلوانوں کے قدم پھیل گئے اور دنیا جب تک زندہ رہے گی عرب و ایران کی شجاعت کا طوائف کرے گی اور ان کی شجاعت کا سکہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ کہ بلا کی تاریخ شاہد ہے کہ سب سے پہلے جس بہادری پیشانی پر عزت و حمیت کی شکنیں پڑیں وہ صرف ہی عباسؑ تھے یقیناً اگر حسین بن علیؑ عباسؑ کی جھنجھلائی ہوئی طبیعت کو مدد نہ ملنے تو جس وقت حسینؑ کو دیکھا کہ کنارے پر سے خمیوں کے اٹھالے کے حکم دیا گیا تھا تو نبی ہاشم کی اس وفا پرست ہستی کی تلواریسی وقت شجاعت کے چہرہوں کو بے پردہ کر دیتا۔

ہے جس نے زندگی کے مقصد کو پہچان لیا جو جناب عباس نے وعدہ وفا کی راہ میں جان بازی و مرفوشی کر کے وہ طریقہ بتلادیا کہ انسان فنا پر کربیات ابدی کے لباس سے آراستہ ہو جاتا ہے مرکزہ جاوید ہو جاتا ہے۔ شاید کوئی کوتاہی ہے کہ کہہ کر امام نے جو کچھ ترک کیا جو برا ترک کیا۔ پانی نہیں لائیں پیا اگر مل جاتا تو ضرور پی لیتے تو اس کے منہ پر جان و فاؤلادرہ علیہ الحسینی، ہاتھ دکھ دیں گے اور فراموشی کے تم مجھ ہی کو دیکھ لو گھوٹ دو مگر دس نہیں گلاس دو گلاس نہیں بلکہ پورے دریا پر قبضہ کرنے کے بعد بھی پانی نہیں پیا منہ پیتھا ہم جوہری کے پابند نہیں حق کے پابند ہیں معنویت کے ساتھ جو چیز کرنے کی ہوتی ہے وہی کرتے ہیں نصرت حق کے لئے اپنے کو شاد کمال تمہارا اخلاص ترقی تمہاری کینئر ہو جائے گی جس کو فنا نہیں جسم بے جان ہو جائے۔ ہو جائے۔ مگر تمہارا مقصد اور تمہارا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ہو جاتا ہے دوسرے ہاتھ سے جنگ کرنے لگے دشمن کا دار دوسرے ہاتھ پر بھی چل گیا اور دونوں بازوؤں سے خون کی چادر بہ رہی تھی لیکن عباس کا چہرہ دیا ہی غیر متحرک اور شاندار تبسم کا مرکز بنا رہا تھا میں دشمنوں کو اب بھی ویسی عقادت سے دیکھ رہی ہیں شک ابھی تک تو محفوظ ہے آخر شک پر بھی دشمن کا تیر لگ گیا اور سر قدس پر گزند پڑا اور حضرت عباس کے مقدس خون کے ساتھ یہ پانی بہ گیا جس کی قیمت کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔

دنیا میں کون سپہ سالار ایسا گذرا ہے جس نے دانا ہاتھ کٹ جانے کے بعد بائیں ہاتھ سے جنگ کی ہو اور جب دو ملر ہاتھ بھی نہ رہا تو ابرو پر بل نہ آئے ہمت میں کوئی فرق نہ آیا عزم و استقلال میں کوئی کمی نہ ہوئی اور اسی بہادری اور جرأت کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا جناب عباس پر یہ وہ وقت آچھا تھا جب دل ٹوٹ جاتا ہے تپ بپت ہو جاتی ہیں یکن پستی لشکر کے سردار کے لئے مخصوص تھا کہ دونوں ہاتھ کٹ جانے کے بعد بھی دل میں کوئی ہراس و خوف اور طبعیت کو کوئی انتشار و اضطراب نہ پڑا۔ اور بے کسی کے عالم میں دشمنوں سے رٹ کر آنے والی نسلوں کو بہادری کا ایک حیرت انگیز اور شجاعت آموز سبق دے گئے کیا دنیا کا کوئی مورخ بھی بتلا سکتا ہے کہ جناب عباس کے سوا کوئی اور بھی ان صفات کا حامل گزرا ہے۔ جناب عباس کو جہاں شجاعت اور دلیری میں امتیاز تھا وہاں خوش قسمت بھی بہت زیادہ تھے ایسے خوش نصیب سردار فوج کہاں نظر آتے ہیں کہ شہنشاہ کر بلا کے زانو پر سر ہوا اور دم نکل جائے کر بلا کی تاریخ اس عظیم اور دردناک واقعہ کو کب بھلا سکتی ہے کہ امام کے لشکر کے وفا دار سپہ سالار نے گھوڑے سے گرنے کے بعد آواز دی یا آھا اور ک آھا شہنشاہ شہر و دہلی فوراً پہونچے زخمی سردار کا مرثیہ کرنا زانو پر رکھا سلطنت اسلام کے حقیقی تاجدار نے آنسوؤں سے خون کو دھویا ہوش میں آنے کے بعد دیتیں کہیں آقا میری لاش کو خیمہ میں نہ لے جائیے گا میں سیکینے سے پانی کا وعدہ کر کے آیا تھا افسوس دشمنوں نے نہ پہونچانے دیا اور موت نے صلت نہ دی۔ دنیا والو اگر موت و حیات کا سبق لینا ہے تو عباس سے لیکھو مرتے دم بھی اپنے قول کو نہیں بھولے شہادت کے بعد بھی قبضہ دریا پر رہا مرنے والا آخری پھکی لے کر عروس موت سے ہلکنا نہ ہو جاتا ہے مگر اس کے دفا کا چاند اپنی شمعوں سے کونین میں روشنی پھیلاتا رہے گا۔ موت انسانی پیکر کو بیکار کر کے خاک کا پوند بنا دیتی ہے گھوڑے و عرصہ میں ذکر زبان دیا دکھول سے جو کھاتی ہے گویا موت فرس راحت کی موت ہے اور اس مرنے والے کی موت

## تسبیح امامت

(از جناب حضرت علامہ)

سقا کی گویا مرتبہ بخشا ہو خدا نے جب شاہ پہ جاں اپنی خدا کر کے بھلا کر آما وہ ہوئے جنگ پہ عباس علم دار چہرے پہ عیاں ہو گئے آثار خوشی کے پیاسوں کا رہے دھیان گزشتہ کے میدان کی طرف رخ جو کیا شیر جری نے عباس کو تھادھیان کو بچوں کی بچہ پیاں شانوں کے جدا ہونے پہ بھی رنک چڑی اک گرز لگا سر پہ گرسٹھوڑے کو عباس چلائے کہ اعدا کو جلد آئیے عباس پکڑے ہوئے ہاتھوں سے مکر نہ کی جانب پہونچے سر بالیں تو دہان حشر دیکھا "انصار" بیاں کیا ہو شہ دیں کا ترپنا ہیں اتم شیر کے پردرد فسانے رحمت جسے فرلے ہشتی دی جانے تسبیح امامت کے بکھرنے لگے دانے کی جب کہ مبارک مظلومی اہل جفا نے عباس کو جب اذن دیا شاہ ڈرانے بھائی سے کمار دے یہ شاہ دھرانے اعدا بھی لگے رن میں صغیر اپنی جلنے قسمت پہ کیا ناز اس انداز وفانے کیا کام کیا ہو سپر شہرستانے بے شرم لگے داں دہل فتح بھانے دل بکڑے کیا شاہ کا کھائی کی صدانے رخ اپنا کیا آہ شہ ارض و سامانے رشتی پہ ہیں عباس کٹائے ہوئے شانے "انصار" بیاں کیا ہو شہ دیں کا ترپنا ہیں اتم شیر کے پردرد فسانے

# کروٹیں لے لے کے صحرا رہ گیا

از جناب نثار بوزرانی — تلمیذ — جناب نعل نعل کھنوی

# شہید وفا

(از عالی جناب علی محمد صاحب کھنوی)

حسین! زور و شجاعت غلام تیرے ہیں  
وفا و صبر و تحمل یہ نام تیرے ہیں  
زمیں تری فلک نیل فام تیرے ہیں  
زمانہ تیرا شہا! صبح و شام تیرے ہیں  
زل، عطار و مرغ و شتری زہرہ  
ہراک جہان میں چرچے مدام تیرے ہیں  
کبھی رسول کا کاڈھا کبھی بتوں کی گود  
کبھی کنار علیٰ یہ مقام تیرے ہیں  
جو بخش پیکر مردہ کو جان حریت  
قسم خدا کی وہ شیریں کلام تیرے ہیں  
جو سرفراز کریں سرنگوں جماعت کو  
قسم خدا کی وہ شیریں کلام تیرے ہیں  
پیا ہر کس و ناکس نے جن کو خوش ہو کر  
شہید راہ وفا کے وہ جام تیرے ہیں

برجوں میں دل کا ٹکڑا رہ گیا  
لے فلک مشق ستم کے واسطے  
نوک تیزہ پر سب اکبر کے ساتھ  
شان و کھیر حضرت عباس کی  
اب نہ اکبر ہیں نہ وہ حسن شباب  
شام میں اہل حرم کے واسطے  
اس کو کہتے ہیں وفا اہل وفا  
کانپتے ہیں لہجہ سرور کیا کریں  
اعطش کی سُن کے بچوں کی صدا  
کیا ہوئی ایذا نہ جانے بعد قتل  
شہ جو تڑپے شمر کی بیدار سے  
رہ گیا ماں کو جو اصغر کا خیال  
اور حسیں کیوں کر دابنت علیٰ  
کیا خبر ماں کو کفن بن جانے کا  
شام کا حاکم ادھر، زینب ادھر

قابل صدر شک ہے وہ دل نثار  
نام حیدر جس پہ کندہ رہ گیا

## اسلام کی حیات

مجموعہ صفحات بنائے گئے ہو تم  
ہر لفظ کہہ رہا ہو یہ تاریخ کا حین  
اسلام کی حیات بنائے گئے ہو تم  
بنیاد کائنات بنائے گئے ہو تم  
(نثار بوزرانی)

# اصحابِ حسین علیہ السلام

(از جناب مولوی علی محمد صاحب لکھنوی غلط عالی جناب  
(مولوی محمد رفیع صاحب - دفتر الدلی - سماں ۴)

بیل ہیں کہ قافیہ گل شود بس است

اے خاک کر بلا میں بنے والو تھا کیا کن۔ کون ہے جو تمہاری عمری کاڑھی کرے۔ اسے تہی چوئی زمین کے مچھلے بانے والو! اسے تلواروں کی چھلڑوں میں جماعت قائم کرنے والو۔ اسے تیروں کی بادش میں ناز میں ڈھنڈے والو۔ اسے تاجدارِ دین کے لال کے قدموں پر نقد جان شاکر کرنے والو! اسے اسلام کے پیارے۔ تم ہی وہ جو جنہوں کے اپنے زمانہ کے قرنِ ناطق سے کہلوایا! فانی لا اعلیٰ اصحاب! اوئی ولاخیر! میں اچھا! اسے میرے اصحاب جیسے تم نیک اور با وفا ہو ایسے تو کسی کے اصحاب میں نہیں جانتا۔ یہ وہ زمینِ الفاظ ہیں۔ کہ دنیا انہما ایک پلہ میں اور یہ چند لفظیں ایک پلہ میں عزائی اسی کا حصہ ہے۔ ہندائے لم یزل تم میں سے ہر فرد نے اقلیمِ فانی تاجدار کی۔ تمہاری ہمدردیاں اب زور سے لکھنے کے قابل۔ تمہاری دغاوارے قلب پر لکھنے کے قابل تمہارا ایمانی رسومِ گھانے کا منہ راو۔ تم نے اصحاب کے آسمان کو ایسے بہتر سورجوں سے سجایا جن کی جگہ کارٹ تاقیامت نہ ملے گی۔ میں کیا اور میرے الفاظ کیا جو تمہاری کتابِ منقبت میں کام آسکیں۔

تم تروہ چوکھنوں نے بادشاہ دو جہاں سے خزانہ تحنیں حاصل کیا۔ تم نے ابوالاکہ سے آفرین کے نمونے پائے تم نے کائنات کی شانہ زادی کی دلی دعا میں سرفرازیں پائیں۔

## چند اوصاف

وہ تفتہ کام تھے۔ مگر خلیل کر بلا کی دوستی میں معاصی کی آگ میں بطیب خاطر کوڑے۔ اور آبرو سلاحتی کا راز اسی میں مضمر سمجھئے۔ پانی کا نام نہ تھا۔ شربتِ دیار کے سمارے جیتے تھے۔ انھوں نے بغیر کسی لوث و بغیر کسی گناہ کے اپنے آپ کو امام کے معصوم ارادوں کے حوالہ کر دیا۔ حسین کی چشمِ ابرو کو قبیلہ عمل بنایا۔ یہاں تک کہ ان کی سپاہیانہ انگلیں۔ مجاہدانہ دل سے بھی ایک ایک کر کے ملیں امام تھے۔ ان کا کوئی قدم فرما نہ ہو اس کے دائرہ سے باہر نہ چلا۔ گویا ان کے دل دفا سے بنے چرے تھے تحمل ان کے غیر میں شامل تھا۔ ان کے افعالِ خیر کے مطابق

جب کہیں شائی دیتا ہے اصحابِ حسین یا لکھنا چاہتا ہے۔ یا زبان پر آتا ہے۔ اصحابِ حسین۔ جذبات میں جنسِ مذکر کی کیفیت بدل چو جاتی ہے۔ تصور میں اک نیا سماں چھا جاتا ہے اور خوش فکر و داغ میں یہ خیال آتا ہے کہ ہم انسان کیسے جانتے ہیں۔ تو کیا ان لوگوں کو بھی انسان ہی کہا جانا چاہئے یا یہ فکر دامن گیر ہوئی ہے کہ جو تکہ ان لوگوں کو انسان کہا جاتا ہے تو کیا ہم بھی انسان کیسے جانتے کے حقدار ہیں۔ کیا وہ بشر نہ تھے ملک تھے۔ یا ہم انسان ہی بلکہ اس سے کوئی ادنیٰ نوث ہیں۔

غرض بزمِ غزریں ایک عجیب کشمکش ہوتی ہے۔ اور قوتِ فیصلہ کے لئے ایک اہم مہم درپیش ہوتی ہے۔ کہنا وہ کہاں ہم وہ آفتابِ عالمیت۔ ہم زورِ بیکار۔ وہ قلزمِ مزاج ہم خطرہ لے باط۔ وہ چین شاداب ہم خارِ خشک۔ وہ اوجِ عرش کے بٹھینے والے۔ ہم مہجی کے مفہوم سے بھی نا آشنا۔ وہ سوچا واہ و قا۔ ہم نقشِ قدم بھی دیکھ دیکھ کر چلنے کا سلیقہ نہیں رکھتے انھوں نے ایک خورجِ حقیقت کی بنا ڈالی۔ ہم مجازاً بھی اس کا عکس اتارنے سے قاصر ہیں۔ غرض وہ وہ ہیں ہم ہم۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ پھر بھلا ہم اور وہ دونوں ایک لفظ کے دامن میں کیہ کر آئیں۔ بیان تک پہنچ کر نہ امت کی ایک طویل و عریض لہر پیدا ہوتی ہے۔ (کاوشِ نزامت نادرے بخش بھی ہو۔ یعنی حسنِ عمل کا ذریعہ بن جائے) مگر نظر کا رخ جب دوسرے طرف مڑتا ہے۔ اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ انسان ہی تھے مگر ملکِ نعمات تھے تو وہ ہر کا ایک عالم طاری ہو جاتا ہے۔ اور بے تماشا دل چاہتا ہے اگر ان کے قدم چار سے لہتہ آئیں۔ تو ہم بوسہ دیکر کہیں۔ اسے افندہ والو تمہارا کیا کتنا تم نے انسانی کو ایسا عروج دیا کہ تمہارے تصور سے انسان کی داعی بزمِ منور ہو جاتی ہے۔ اور محض خیالِ جنگلِ اٹھتی ہے۔ ساتھ ہی چاروں چٹائی پر غم کی شکنیں چھلکتی ہیں۔ اور یہ لکھ کر کہ تم بھی انسان تھے اور ہم بھی انسان کہا جاتا ہے۔ ہم یقیناً تمہارے مثل نہیں۔ مگر تمہارے کارناموں نے ہمیں بھی سرفراز کر دیا۔ بات کہنے میں آہی گئی کہ وہ انسان ہیں جن کی لبذاِ عملی کی مثال کر بلا و انھنے پیش کی۔ اس کے بعد زبان پر آہی جاتا ہے کہ ہم دیکھ لیں نہ سہی نہ کرے

خانہ تھا اور ان کے منور چہرے۔ حیثیت تذکیہ نفس۔ انا بتہ الی اللہ۔ ان کے اندام کا جو ہر تھے۔ یہ ہی وہ چیز ہے جس نے ان کے افعال و اقوال کو کچھ اٹا بلند کر دیا تھا۔ رعایت اناس کو اس کا اندازہ بھی لگانا دشوار ہو گیا کہ ان کے سینوں میں کیسے دل تھے۔ اور دلوں میں کیا جوہر ملے اور حلوں کی مدد کتنی پاکیزہ تھی۔ فی الحقیقت ان چیزوں کا سمجھ لینا ہمہ فیض کا کام ہی نہیں۔ ان کے ہر ذرہ میں ایک بسیط حقیقت کے اصول جلوہ گر ہیں۔ جن کا وہ بار صفت غور و فکر کے مقصد میں ہے۔ بہت سے جہلا ایسے ہیں جو آج تک زبان زد خلایق ہیں۔ مگر حسانی کی شرمندگی سے بے نیاز و دستار تو میں ہمیشہ اعلان کرتی ہیں۔ کہ ہم اپنے مقصد کی حمایت میں آخری قطرہ بھی صحت کر دیں گے۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے جملے سننے میں آئے جن کے مصداق کی تلاش میں کافی زحمت اٹھانا پڑتی ہے۔ اور کہنے اور کرنے کا فرق ہمیشہ نمایاں ہو کر رہا۔ البتہ یہ کہ بلا دالے تھے، صوف کر بلا دالے۔ جن کے اس قسم کے تمام دعوے عمل کی زبان سے تصدیق شدہ ہیں۔ ان لوگوں نے مقصد کی حمایت کی آخری دم تک۔

آخری۔ اس تک حمایت کی اپنے خون کے، آخری قطرہ تک حمایت کی جب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ جفا چیتہ، صلح کل، صلح جو، صلح بدوہ امام سے ضرور مقابلہ کریں گے۔ انہوں نے ایک ایسی انگریزائی لی جن نے بچوں کو جانوں پر فوقیت دے دی اور بڑھاپوں سے انکار پیری رخصت کر دیے۔ چہرہ دیا غیب و غریب نظر دیکھا۔ ہر ذیاتی یہ جانتا تھا۔ میں اپنی جان پہلے قربان کر دوں۔ ہر ایک اپنے سینوں کو سناؤں پر رکھنے کو آواز دے۔ تاننا آفتاب شباب پر تھی، آگ برس رہی تھی، زمین تپ رہی تھی۔ تشنگی سے سینے بھرا رکھے تھے۔ میدان کا انداز گرم تھا۔ مگر یہ ولادت کے شیر کی طرح جھوم رہے تھے۔ کیا ہو رہا ہے۔ اور کیا۔ چوہنے والا ہے۔ اس کا تیراں کے چہروں سے گھٹتا تھا۔ تو پر میں اضافہ پایا۔ چہرے کی رونق کسی نے کم ہوتے نہ دیکھی اس قلیل جامعہ کا یہ رعب تھا کہ جہر انہوں نے رخ کیا سپاہ خلافت کا سپہ پھیر دیا۔ اس فرض تناسی کے ساتھ منزل مقصود پر فائز ہوئے اور کمال وفا کے وہ نقوش چھوڑے۔ جن میں جذبات کا رخ بدلنے کی تاثیر پائی جاتی ہیں۔ انکی یہ ہی وہ ضعیف نہیں جنگی بدلت وہ آج تک زندہ ہیں۔ اور امام کی زبان سے قبل از سرکار اپنی تحریز لکائی۔ اور یہ شہادت فریاد چڑھایا۔ انہی اوصاف سے تصدیق میں جب بھی انکا نام زبان پر آتا ہے۔ انکی عظمت داغ چھپ جاتی ہیں۔ اور قلب کے عمیق ترین گوشہ میں انکا جہت بجز احترام ٹھکر لیتا ہے۔ کبھی وہ کی زبان کہتی ہے۔ عظم ولایت الارض الہی فیما بینہ۔ اور کبھی ایک کہ سرور کر میں کہ اٹھتا ہے۔ یا یعنی محکم فاقد خذ اعظیما۔

ان کے حوصلہ صبر کا میاں۔ ان کے ادادہ عہد کی صراط ان کی کردار ایمان کی تفسیر قیام ان کا شعاع یہ سکون ان کے چہروں کا خازنہ۔ حق پر ناز کرنے والے۔ صداقت پر چیلنے والے۔ حق اور اصل پر جان دینے والے۔ شہادت میں بے نظیر جرات میں بے عدیل۔ سینے ایسے کشادہ جس میں عالم ایمان سلیا ہوا تھا۔ مگر فولاد آکھیں اسی جلوں کی پرستار قدم میدان کا رزار میں چیلنے والے۔ ہاتھ راہ حق میں کار ہائے نمایاں کرنے والے دین کے شہسوار۔ حقانیت کے فرشتہ۔ باطل سے بیزار۔ صورت میں فرو۔ صورت میں بختار۔ دو ڈکار۔ عرض کیا باقتدار ظاہر کیا باعتبار باطن ہے۔

ذوق تہ قدم ہر کہا جنگرم کر شہر دامن میکند کہ جا میں جا است عدل و انصاف کی ترازو میں کوئی ان کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ ان کا ہم سنگ ہو کوئی ہوتا۔ پانگ بھی نہیں ہوتا۔ وہ ان کی سرفروشیوں۔ وہ ان کی سبیدہ مزاجوں۔ وہ ان کی سرخشاں وہ ان کے تھے ہسے ہاتھ۔ وہ ان کی جنس وفا کی خریداری وہ ان کا آپس میں خدات باشت کر رہے تھے۔ ان کا ہر کڑی سے کڑی معیبت کا جھیلنا مگر وفا کے نام پر شہ نہ لگنے دینا۔ ان کی ہر بات اشارہ کاٹنے کی تھی کیا مجال جو رتی بھر بھی فرق ہو۔ بہت کے دہنی۔ بن کے بد سے تھے۔ وہ ان کے وزنی ادادہ، وہ ان کے بازو میں ایمانی قوت، تلوار تول کر جہر جھیک سروں کی دھڑا دھڑی ہوتی تھی۔ یا جنگاہ میں خاک اڑتی تھی۔

میں نے جس قدر فقر سے حوالہ دے دیے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی تائید تازہ بیان و اتمات سے نہ کرتی ہو۔

### گہری نظر میں جانباڑوں کا حلیہ

باقتدار انجام دعوات اس گردہ کے واقعات میں بے پناہ وسعتیں ہیں۔ جن کو دیکھ کر ذرائع اظہار تنگی و اس کی تمکات کرتے ہیں۔ اور زبان اعلان کو اعتراف قہور ہے۔ اس سانچے کے ہر گوشہ گوشہ میں خورشید شہادت حیات جادائی سالی دیتا ہے۔ اس کی ہر روح تشنہ حقیقت کو کوثر بہام بنا دیتا ہے۔ ان کے حالات ہر اک دودھ میں بچا ہوتا ہے۔ فطرۃ سلیم میں وہ جذبات ابھرتے ہیں۔ جن کا اضافہ کے موس پیکر میں عقیدہ ہوا ہوا ہے۔ جس وادی میں ان شہریدہ سروں نے قدم دکھا تھا یقیناً نہایت شہرہ گزار تھا۔ لیکن ان کی عالی جنوں نے چاہیں کبھی رنگ وفا سمجھا۔ انہوں نے کال غور و تدبر کے بعد اپنا نصب العین عین کیا۔ اس کے بدچشمی کو دامن مست ابن و آن سے بے خبر و امانہ منزل مقصود کی طرف بڑھے چلے گئے۔ ایمان ناخذہ کی لہریں عقید اور ان کے چہرے۔ یقین کا خوش رنگ

## ہاتھ میں قرآن اور آل پیمبر ساتھ ہے

صدر اشعرا خان بہادر جناب سید صدر الاسلام حبیب صدر کو تو ال شہر آگر ۵

جاتے ہیں جنت میں جذبِ حبیبِ حیدر ساتھ ہے  
حشر میں ہم ہیں غم سبطِ پیمبر ساتھ ہے  
کر بلا سے کوفہ اور کوفے سے لیکر تباہ شام  
رہبری سوانگی ہو گا اپنا کوثر پرورد  
کتے ہیں شبیرِ مجھ کو دشمنوں کا ڈر ہو کیا  
آنکھوں سے دریا ابل آئے کہا جب یاسین  
سوئے خیمہ آتے ہیں مولا قدم اٹھتے نہیں  
جب چلے جنت کو اکبر روکے لیلانے کہا  
منہ چھپائیں کس طرح سیدانیاں لٹنے کے بعد  
خضر عیسیٰ جسکے پیرو ہیں وہ رہا ہاتھ ہے  
کیوں نہ بخشش ہو یہاں پر دیدار ساتھ ہے  
جس طرف جاتے ہیں عابد غم کا لشکر ساتھ ہے  
ہاتھ میں قرآن اور آل پیمبر ساتھ ہے  
میرا ناصر میرا عباس دلاور ساتھ ہے  
اے زہے قسمت کہ گویا حوض کوثر ساتھ ہے  
اور اُس پر یہ قیامت لاشِ اکبر ساتھ ہے  
اے مرے کڑیل جواں دکھیا یہ یاد ساتھ ہے  
ساتھ ہے برقعہ مد کوئی اور نہ چادر ساتھ ہے

تیر گئی قبر سے اے صدرِ ڈر کر کیا کریں

دلہ داغ ماتم سبطِ پیمبر ساتھ ہے







چلے آئے تھے یقین دلاتے تھے کہ دیکھو میں کسی سے جنگ کرنے نہیں جا رہا ہوں  
جہاں سے مجھے ال غنیمت ملے جو جانا چاہتا ہے شوق سے چلا جائے۔ میں انہی  
بیعت اٹھاتا ہوں۔ یاد رکھو ضرور قتل کرو یا جاؤں گا۔ میرے اہلبیت کو  
اسیر کر کے رہا باز آؤں میں قسم کیا جائے گا۔ لیکن جانے والے جاتے اور  
آنے والے آتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کو بلائے حق و حق میں پہنچ کر  
خیمہ زن ہو گئے۔ یزیدی فوجیں اوڑھے ہوئے طوفان کی اند آئی شروع ہو  
گئیں۔ میدان سپاہیوں کی کثرت سے چھلکنے لگا۔ مخالفین نے امام سے مطالبہ  
کیا کہ دریا کے کنارے سے اپنے خیمے ہٹالیں۔ یہ سننا تھا کہ عباس ابن علی کو  
غیر اکیلا تلوار میدان سے باہر نکالی فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ میں کمال ہوں جو  
میں یہاں سے ہٹا سکے۔ علی کے شیر کا غصہ میں آجانا محول بات نہ تھی فوج میں  
خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن کچھ گمراہ مقابلہ کو مائل آئے۔ بائیں بڑھے ہی  
والی تھی کہ امام عالی مقام غم سے برآمد ہوئے عباس کا غنیمت آؤ چہرہ دیکھ  
نور فرمایا بیعت تم سبھی کے بیٹے اور صابر کے بھائی ہو یہ لوگ حق کے راستے سے ہٹ  
چکے ہیں۔ جارا مقصد جنگ و جدال نہیں بلکہ صلہ رشتہ ہے۔ آؤ تم ہی اپنے خیمے  
یہاں سے ہٹاؤ حکم کی تعمیل کی گئی۔ وقت پرواز کرتا رہا۔ آنکھوں سے اہلبیت  
رسول پر پانی کی بندش چو گئی۔ نوین کا دن گذرنا تب رسول مقبول نے یزیدیوں  
سے ایک رات کی مہلت عبادت چھ دنوں کے لئے طلب کی۔ سورج چودہ  
غروب میں غروب ہو گیا۔ سیاہ رات کی تاریکیاں چلوت پھیلنے لگیں۔ باغیوں  
کے لشکر میں پیمانے گردش میں آئے اور غروب کے غم کے خم لٹا لٹا جانے لگے۔  
ہونے والی جنگ کے لئے تیاریاں شروع ہو گئیں اور ہر بار رسول نے اپنے تمام  
اصحاب و اہلبیت کو یکجا کر کے فرمایا دیکھو میں کل ضرور شہید کر دیا جاؤں گا۔ اب  
بھی وقت ہے جو جانا چاہتا ہے چلا جائے۔ اب تک کے واقعات تم لوگوں سے  
پوشیدہ نہیں۔ یہ ظالم صلیب میرے خون کے پیاتے ہیں۔ میں بیعت اٹھائے لیتا  
لیتا ہوں یہ سننا تھا کہ کچھ لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ امام نے محسوس کیا کہ جانا  
والوں کو شرم مانے ہے۔ شمع گل کر دی گئی۔ ارشاد فرمایا اب اندھرا ہو گیا ہے۔  
بسترہ تم میرے اہلبیت میں سے ہیں ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہمراہ لیتے جاؤ۔  
مہلت سے لوگوں نے تاریکی کی آڑ لی اور اٹھ کر چلے گئے۔ غصہ ہی دیر کے بعد شمع پھر  
روشن کر دی گئی۔ امام نے ہر ایک کو مخاطب کر کے فرمایا تم کو میں چلے گئے۔ سب  
نے متفقہ طور پر جواب دیا۔ مولا ہماری ہمیت و غیرت اس کی اجازت نہیں

دی کہ آپ کو زفر اعلیٰ میں نما اور بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور قیامت  
کے دن رسول کے سامنے سرخرویٰ حاصل نہ کر سکیں۔ ہم آپ پر ایسی ایسی ہزار  
زندگیاں حاصل ہیں تو بخوشی شہید کر دیں۔ یہ تھے وہ وفادار اصحاب جن کے لئے امام  
نے فرمایا ارشاد فرمایا ہے کہ ایسے صحابی نہ مانا کوئے اور نہ میرے باپ اور بھائی کو  
میرے آگے۔ یہی وہ قابل تقلید ہستیاں تھیں جن پر قائم آل محمد نے انہی زیارت  
میں خود ماسلام بھیجا ہے۔ ہر حال پر معائب رات اہلبیت و انصار نے عبادت  
میں گزار دی۔ صبح ہوئی۔ آفتاب پردہ مشرق سے طلوع ہو کر عروج کی منزل طے  
کرتا ہوا درحین کے بنادر سپاہی فروا فرما جام شہادت نوش فرماتے دیکھ۔ سورج  
نے نصف النہار پر پہنچ کر۔ ان کی منزل کا۔ نہ کیا لڑا وقت گذرا حین کے  
اصحاب شہید ہو چکے تھے باقی رہی آئی امام ہر ایک کو رخصت کرتے رہے۔ لیکن  
واہ رہے صابر انسان نہ آنکھوں سے آنسو گرے اور نہ ہمت و استقلال میں ذرہ برابر  
فرق آیا۔ اہل عالم ایسی ہستی شالائش کریں جو اپنے ساتھیوں کو مرنے کے لئے  
رخصت کرے اور قتل ہو جانے کے بعد کاندھے پر نقش اٹھا کر خیمے تک لائے۔ آنکھ  
آنکھ آلود نہ ہو۔ دامن مہربانہ سے نہ چھینے پائے۔

مہر حال جب حضرت عباس نے دیکھا کہ اب سوائے علی اکبر کے کوئی  
باقی نہیں۔ تو آگے بڑھے اور اجازت جنگ طلب کی امام نے فرمایا بیعت تم نے جاؤ  
تھاؤ دے دم سے فوج کی دہاک ابھی تک قائم ہے۔ کہنی کی مجال نہیں کہ اوپر کا  
دبھ کر سکے۔ آپ مصر ہوئے امام نے کہا اچھا اگر یہی مرضی ہے تو مشک لے جاؤ اور  
تھوڑا پانی بچوں کے لئے لائے کہ کوشش کرو۔ ملاحظہ کیا آپ نے سبط رسول  
نے حضرت عباس کو جنگ کی اجازت نہیں دی بلکہ پانی کی سبیل کرنے کو فرمایا۔  
ظاہر ہے کہ عباس آزادی کے ساتھ لڑتے پانی کے لئے کوشش کرتے۔ عباس  
ایسے بہادر تھے جن کی دہاک فوج مخالفت پر اس قدر تھی کہ آپ کے نام سے بڑے  
بڑے ذرہ دار بہادر ہتھارتے تھے۔ آپ کی بہادری اور جوش شہادت کی ایک  
ادنیٰ مثال یہ ہے کہ مدینہ خانوہ جب امام کے ساتھی انہی عزیز ترین جاہل شیع  
امت پر تیار کر رہے تھے زبیر بن آپ کے قریب آئے۔ عرض کی کہ اسے ابو الفضل  
آپ کے درپردہ گوارا رہا زبیر بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے آپ کو آگ  
ہی کے لئے ذخیرہ کیا تھا۔ آپ بھی اپنے بھائی حمین اور ہمنوں کی حمایت میں  
کڑی ناپاکی نہ کیجئے گا۔ یہ سننا تھا کہ آپ کے جسم میں لڑہ پیدا ہو گیا۔ خیر خدا کے شہر نے  
جوش شہادت میں ایک ایسی انگریزائی کر دکھا میں ٹوٹ گئیں۔ اور فرمایا زبیر

تم آگ کے دن مجھے شہادت دلانے آئے ہو خدا کی قسم آج وہ جگہ دکھاؤں گا کہ دنیا  
نے۔ ایسی بہادر سی دیکھی ہو اور نہ ایسی لطافتی۔ نہ ہیرا میے جہاں دیدہ بہادر جانتے  
تھے کہ اگر عباس کو لانے کی اجازت مل جائے تو یہی ساتھ ہزار نیو یوں کی قتل کرنے  
اور بھگانے کے لئے کافی ہوں تھے۔ حسین اور ابیہیت دشمنوں کے مظالم سے محفوظ  
رہ سکیں گے۔ امام سے بھی یہ راز پوشیدہ نہ تھا۔ آپ بھی واقف تھے کہ اگر عباس  
کو جگہ کی اجازت دیدی تو تمام مقتول اور قربانیوں پر پانی بھر جائے گا۔ چنانچہ  
عباس کے جوش کو مہینہ باتے رہے۔ اور صاف الفاظ میں اجازت جگہ بھی نہ  
دی۔ عباس نے مدیا پر جا کر خشک خشک پانی سے بھری اور اس کے بچاؤ کی سعی و  
کوشش میں خود اپنا خون بہا دیا۔ گھوڑے سے فرس زمین پر تشریف لائے۔

بجائی کو آواز دے، حسین اپنے زخمی شیر کے قریب آئے اور فرمایا: "بھیا تمھارے مرنے سے میری کمر خرم اور راہ چلادہ مسدود ہو گئی۔ سب سے آخر میں تمھارا ہے بچے ملی صفر کی باری آئی، بس نے شدت تشنگی سے بے چین ہو کر اپنے تئیں جھوٹے سے گرایا تھا۔ امام سے بغیر بی حالت نہ دیکھی تھی۔ محبت تمام کرنے کے لئے تمھیں مجھ مجاہد کو میدان جنگ میں لائے۔ فوج کی طرف مخاطب ہو کر تمھوڑا سا پانی طلب کیا۔ ساقی کو تر کر کے نورِ فخر کی آواز صدا بہ بھرا ثابت ہوئی۔ امام نے بچے سے فرمایا: "بیانِ مِلانِ اللہ کے پوتے پر انجی زبان دکھا دو، اگر ان ظالموں کو تمھارا ہی یقین آجائے۔ اور تمھوڑا سا پانی پلا دیں۔ صحیحہم نے خشک زبان بھول کی مانند ہوں پر پھرائی۔ لیکن پانی!.... نہیں نہیں.... لکڑی ظالموں کی طرف سے ایسا انسانیت سوز مظاہرہ کیا گیا

جس پر تاریخ عالم اور آئندہ دلی نسیں چوینے آئندہ سبائی ہو چکی تھیں۔ تیسرا شعبہ، چلا  
اور ملکوں کے متفرک جمعیۃ پر اباندے امام میں پوست ہو گیا۔ ذوالفقار سے چھوٹی  
سی تبرکھو دی اور معروف کر دیے گئے۔ صابر امام خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے  
دامن جماد اگر کھڑے ہو گئے۔ بہر حال فور دیدہ قبول و جگر گوشہ رسول وعدہ  
طفلی، دفا کرنے خود میدان میں تشریف لائے۔ محبت تمام کی اور جنگ میں شمول  
ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فضا میں ایک آواز بلند ہوئی۔ قل یا ایہ الذین امنوا  
قلل واللہ الا انما امایں الا ما فرادوا خدا کا مآثر ابن رسول اللہ قتل ہوئے۔  
رہنہ کئے گئے۔ خدا کی قسم بیلا امام کا اور سبائی امام کا اکی آندھیاں چلنے  
گئیں۔ زمین میں زلزلہ آیا۔ آسمان پر غمین شفق نمودار ہوئی۔ سورج حسین  
اور حمین والوں کے مصائب اور مظلومیت پر آنسو بہاتا ہوا پردہ مغرب  
میں دو برسوں میں چھ گیا۔

لاشع الہدایا بالسم اسباب کی گئی۔ اسباب لوٹا اور خیموں کو چھلایا گیا۔ المہبت کو اسیر کر کے سر پر بند بے کجاہ اور ٹٹوں پر سوار کیا۔ ٹھہروں اور بازاروں میں پھرایا اور بھرے درباروں میں لے جایا گیا۔ تاکہ دنیا دیکھ لے نزدیک محبت نہ کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن شاید یزید اور یزید والے یہ نہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے سے ابن معاویہ کے مظالم اور زیادہ بے نقاب ہو جائیں گے۔ ہوا بھی ایسا ہی یزید کے ظلم و جور کی داستان بچہ بچہ کی زبان پر آگئی۔ شہسوار ہیکہ ملتحہ دو کا جاسکتا ہے زبان پر بندش نہیں ہو سکتی۔ سات سو کرسی نینوں سے بھرے ہوئے دربار میں ایک نعرانی گھریز کو شرم لائی اور ارضی کا اعلان کرتے ہوئے کلمہ طیبہ زبان پر جاری کر لیا۔ حسین شن اور زیادہ کا یاب خباب زینب و ام کلثوم اور منبت امام زین العابدین کی ان تقریروں نے بنایا جو ان حضرات نے نہایت اتمام سے سچے ہوئے بازاروں اور بھرے ہوئے درباروں میں کیں۔ یہ سمری تقریریں نہ تھیں بلکہ حق و صداقت کا کامیاب پروپیگنڈا تھا۔ لوگ خوشیاں مناتے ہوئے گھروں سے آتے اور دوتے ہوئے واپس جاتے تھے۔ اموی خلافت اور یزید کا مظالم کا پردہ خاش ہو گیا۔ سبوں پر امیر معاویہ کے نام و نہاد فرزند کی حکومت تھی لیکن دل حسین کے حضور میں خراج عقیدت پیش کر رہے تھے۔ انقلاب نے ایک اور انگڑائی لی۔ انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ یزید اور اس کے ساتھی خنا کے گھاٹ آ مار دئے گئے۔ دوسرے دور کا آغاز ہونے کو ہے دربار سجا ہوا اور بڑے افسر و اراکین سلطنت تاج حکومت ہاتھ میں لئے اغلاط کی گھڑیاں لگن رہے ہیں۔ چند لمحوں کے بعد مجلس کا دروازہ کھلا اور ہونڈ والے خلیفہ معاویہ بن یزید بن معاویہ برآمد ہوئے۔ سب کو مخاطب کر کے کہا۔ اسے اہل دربار میں خلافت کا حق دار نہیں ہوں۔ اس کے اصلی وارث نبی فاطمہ ہیں جن کے حق کو میرے باپ اور دادا نے دنیاوی جاہ و جلال کی خاطر غضب کر لیا تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ مدو قیامت خدا اور رسول کے سامنے دو سیاہ پتھر جاؤں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس دنیا میں یہ میرا وارث نہیں ہے۔ امام حسن اور امام حسین لہذا اب حق خلافت علی بن حسین کا ہے۔ اتنا کہ کراپنے گل میں واپس چلے گئے۔ حاضرین ایک دوسرے کا ہتھ کٹنے لگے۔

لاحظہ فرمایا جاوے وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔ نہ ہی امیر معاویہ اور یزید ان کی اولاد نے اپنے بزرگوں کے جرم کا اقبال ان ذور دار اغلاط میں کیا۔ جس کی تاریخ عالم گواہ ہے۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یزید کی ظاہری فتح میں بدترین

شکست کا راز نہ ہے۔ نین حسین علیہ السلام کا ظاہری شکست دائمی فتح تھی۔  
سردارِ نادر دست در دست یزید

حاکم بنائے لا الہ الا انت حسینؑ (خواجہ اجیریؒ)

آپ نے سوائے معیت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ ظالم سے ظالم خلیفہ کو بھی  
خاندان رسالت کے کسی فرد سے بیعت لینے کی ہمت نہ ہوئی واقعہ کربلا  
کو دنیا کی نگاہوں کا مرکز بنا دیا۔ آج حسین دنیا کے تمام مذہب والوں سے  
خارج عقیدت کے کردلوں پر عداوت کر رہے ہیں۔

جناب جو شمعِ ابدی نے چند سال پیشہ کر اٹھا کر۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو

ہر قوم بچارے گی چارے ہیں حسین

نین اب انسان بیدار ہو چکا ہے اور یہی دیکھ کر حسینؑ شاعرِ جناب نقل

کھنڈی نے وقت کی نبض تناسی کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

معبود کے مقصد کی طرح پھیل گئے

ہر ملک میں۔ ہر قوم میں۔ ہر گھر میں حسینؑ

## حق سے عزیز شاہ کو کربل جواں نہیں

از جناب ساحر نجفی مدظلہ

زیرِ زمیں نہیں کہ سر آسمان نہیں  
اتم نیکی کے لال کا یارب کہاں نہیں  
مسکے ہو لاکھ لکھ غلی شاہ کا کوئی

تاریخ بھول جائے یہ وہ داستانیں  
دامن کو چاک چاک کیے ہیں چمن کے پھول  
مظلوم نینوا ترا نام کہاں نہیں

بھلی گرائی تو نے نیکیں کفر کے  
بزمِ ستم شکار کا نام و نشان نہیں  
دنیا کو ہم ہلائیں گے اس اشکِ آہ سے

بے وجہ غم میں شاہ کے کہ دفن نہیں  
اللہ سے صبر دے دیا راہِ جہاد میں  
حق سے عزیز شاہ کو کربل جواں نہیں

حق جگہ رہا ہو ستاروں کی طرح سے  
دنیا میں اب یزید کا نام و نشان نہیں  
اپنا بنائے جاتی ہو ہر قوم اسے حسینؑ

وہ کون ہو جو آج ترا قدرواں نہیں  
پانی بھلک رہا ہیں یزیدی سپاہ میں  
حقے میں کیا حسینؑ کے آبِ رواں نہیں

اتم کا لاکھ کوئی نہ قاتل ہو ظاہر  
مٹ جائے درقِ دل سے یہ وہ داستانیں  
”ساحر“ وہ آنکھ اصل میں باطل پرست ہو

مظلومی حسینؑ میں جو خون تھاں نہیں

## جلوہ وفا

(از جناب سید علی حسن صاحب زیدی قاضی ادب)

(حالِ مقیم بھڑاولیٹ۔ برادرِ محترم ڈاکٹر ساحر نجفی مہدی)

دیس شبیہ ثانی حیدر بنائیں گے  
عباسؑ کو گلے سے لگا کر یہ بڑے شاہ  
اک روز رخصتی لے یہ عباسؑ سے کہا  
کہ کہ جو ایک چپ ہوئے عباسؑ فی ذلک  
خانوس میں وفا کے ہوا یاں کی گرمیاد  
اخلاق و مہر و جود و کرم ہیں آپ ہیں  
عینِ خدا کے نورِ نظر کا ہو انتخاب  
بہرِ نجات اُمّتِ سرور اب انبیاء  
سب جان لیں کہ فتح ملی تشنہ کام کو  
بہرِ مزارِ حضرت عباسؑ گر کہیں

اُجڑے ہوئے دیار میں ہم گھر بنائیں گے  
اپنے کمال کا تعین نظر بنائیں گے  
گنتی گنو تو ہم تعین لبر بنائیں گے  
مطلب یہ تھا خدا کا نہ ہمسر بنائیں گے  
شمعِ مزارِ دلبرِ حیدر بنائیں گے  
کیوں کر نہ بھر حسینؑ برادر بنائیں گے  
مہاس سے شجاع کا لشکر بنائیں گے  
ہم عاصیوں کے پیر کا لشکر بنائیں گے  
قربانی جا کے نہر کے اوپر بنائیں گے  
بائیں وفا کے پھول تو جاد بنائیں گے

اٹھنے گر علیؑ کو علم دار کر دیا

”ذی مدیٰ حسینؑ ثانی جعفر بنائیں گے“

# نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تفتدیریں

(از جناب سید عبدالعلی صاحب بگرامی)

—•—

لئے تجارتی سہولتیں۔ ان باتوں کے علاوہ روس کی بے دینی سے اور جاپان کی شغلازم سے کسی کو تعلق نہیں تھا۔ یورپ کی گوری قویں ایشیا کی کالی قوموں پر عرصہ حیات تنگ کئے ہوئے تھیں یا جنوبی افریقہ میں اقباز رنگ کے پردے میں انسانوں پر ظلم توڑے جا رہے تھے؛ فلسطین کو زبردستی خدا مقہور قوم یہود کا وطن قرار دیا جا رہا تھا۔ اس کے لئے کوئی نہیں ٹرپ رہا تھا۔ اس لئے کہ دنیا کا دستور یہ ہے کہ طاقت در اسی لئے طاقت اور ہے کہ وہ کمزور پر تصرف کرے اور کمزور اسی کمزور سے کہ طاقت کی اطاعت کو اپنے لئے ضروری سمجھے۔ اس میں کسی انصاف اور قانون کی گنجائش ہی نہیں۔

گرد آہ کر بلان تمام جہاں سے مہٹ کر واقعہ ہوا تھا۔ وہاں فریقین کے پیش نظر اس سے کہیں مختلف موضع تھے۔ ایک فریق جو OFFENCE میں تھا اس کے پیش نظر تھا کلمہ حق ادا کرنے والی زبان کو نہد کر دینا اور بس اور جو فریق DEFENCE میں تھا اس کا نصب العین تھا کلمہ حق کو ہر حالت میں ادا کرنا خواہ موت ہی کو کھو نہ لے لیکر کہا جائے۔ ان دونوں کے سامنے اقتدار پسندی اور طلب عہدہ کا کوئی سوال ہی نہیں تھا تو کیا اتنی معمولی بات کہ نہایت خاموشی کے ساتھ ختم نہیں کیا جاسکتا تھا؟۔۔۔ امد پھر جب کہ زبان صداقت آفاقی حمایت میں نہ و دست تھی نہ سلطنت۔ نہ فوج تھی نہ مملکت۔

ہاں ہو تو سکتا تھا، چپ چاپ تے زہر کے دو گھوٹ با مسموم خنجر کی ایک ضرب مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مادیت خواہ کتنی ہی ترقی کرے مگر اسے جھکنا ہی پڑتا ہے روحانیت کی طرف بظاہر جو چیزیں معمولی یا آسان معلوم ہوتی ہیں ان کو اتنا ہی ہلکا اور بے حقیقت سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جمہی برید کی حکومت اہلبیت کے فقر سے خوف کھا گئی۔ اور ایسی کانپیں کہ اس نے اس بے حقیقت فعل کو شہروں میں انجام دینے کے بجائے جنگل میں پورا کیا۔

استحان نگاہ عالم میں بٹے ہوئے معرکے ہوئے۔ حتی و صداقت کے سر کے فلم چور کے سر کے، زندہ ایمان کے سر کے۔ کفر و نفاق کے سر کے مگر ایسے نام معرکے اپنی اپنی نوعیت سے منفرد اور جدا گانہ حیثیت کے مالک تھے وہ مقام بہت ہی کم گزرے ہیں جہاں ایک ہی وقت میں اور ایک ہی انسان کے ذریعے مختلف انصاف اور شفا و الکفایت معرکے گذرے ہوں۔ ایک بادشاہ یا ایک حکومت یا ایک شخص واحد صرف ایک ہی چیز پیش کر سکتا ہے اس کے لئے شکل چوگا کہ وہ تمام مسائل و نیوی اور دنیا کو ایک ہی وقت میں کامیابی سے پیش کر سکے۔ ہاں! اگر کوئی ہستی آپ کو اس شفا و طاقت کی مالک مل سکتی ہے تو وہ صرف اسلام میں۔ اسلام کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے تمام عالم کے سامنے ایک ایسا ہیرو پیش کیا جس نے اپنی زندگی کے ایک فیصلے وقفے میں اتنی مختلف چیزیں دنیا کے سامنے پیش کیں جس کی مثال کہیں دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ اس ہیرو اسلام کا نام ہے حسینؑ (علیہ السلام)

جو صاحب طراز نبوت تھا وہ حسینؑ

جو وارثِ حمیر و سالت تھا وہ حسینؑ

جو خلوقی شایہ قدرت تھا وہ حسینؑ

جس کا وجود فخر مشیت تھا وہ حسینؑ

سانچے میں ڈھالنے کے لئے کائنات کو

جو تو تھا تو انوکھ مذہب پر حیات کو (جوش)

واقعہ کہ ابو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی ذات سے متعلق ہے دنیا کا وہ عظیم ترین واقعہ گذرا ہے جس کے مقابلے میں آپ دوسری جنگ عظیم کو بھی نہیں لے سکتے کیوں کہ وہ پہلی جنگ عظیم جو با دوسری اس کے پس منظر میں تھا اقتدار پسندی، جاہ طلبی، کمزور اور بے برکت بیجا، دنیا کے سمندوں پر قبضہ اور اپنی بڑھتی ہوئی ضروریات ملٹی کے

بنا یہ امام حسین کی اسپرٹ کیا تھی یہ زیادہ اہم تھا۔ مگر لگی حالات اور خود مرکز اسلام۔ یہ منورہ اور کہ منظر میں امام حسین کے اثرات کیسے تھے وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ یہ دیکھ جاتا تھا کہ ان کا نفس انہوں کی اعلیٰ سعی کی مدد کا بار احسان اپنی گردن پر نہیں اٹھائے گا۔ مگر جب یہ مجسمہ صداقت جان دینے کے لئے کھڑا ہو جائے گا اس وقت میرے خزانے کی آخری کوڑھی بھی انسان کو اس کے خلاف ابھار کر مجھے نہیں جتا سکتی۔

وہ دینہ جہاں کے در سے در سے میں حسین کی محبت و چلبی تھی۔ کہ جہاں کے در و دیوار امام حسین کی صداقت کا نعرہ بلند کر رہے تھے۔ مشکل تھا میرے لئے ان مقامات پر امام حسین کے قتل سے عہدہ برآ ہونا۔ سیاست انتہائی پیچیدگی اختیار کر چکی تھی۔ اور ساتھ ہی امام حسین کی عظمت آفتاب نصف النہار بن کر چمک رہی تھی۔ بس منورہ سی ہوا کہ اس سنگ گراں کو جو دہشت یزیدی کے شاہ راہ پر اکھڑا ہوا تھا شاد یا بجائے۔

اسے یزید کی خوش قسمت تو نہیں پہنچی کہہ سکتے ہیں کہ کوڑے کی ایاں فر دیشوں نے امام حسین سے محبت اور مودت کا اظہار کیا۔ سینکڑوں خطوط اس طرح کے لکھے۔

”ہمارے سر پر کوئی امام نہیں آپ آئیے اور چارہی مال زار

پر توجہ فرمائیے شاید ہم آپ کی وجہ سے عطا مستقیم پر مع ہو جائیں“

وہ کوڑے جہاں کی گلی کوچوں میں باب العلم کے یہ الفاظ گونجارتے تھے۔

”پوچھ لو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے کہ میں تم کو اول و آخر کی خبر دینے والا ہوں“ ایسے وہ کام جو دینے میں نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ کام ہے کہ میں سر انجام دینا ناممکن تھا کوئی والد کی دوسری کتنی سہولت سے چو گیا۔ کوئیوں کی فطرت اور ان کے جذبات اظہار میں اشمس تھے۔ یزید کو معلوم تھا کہ یہ کوئی کتنے پانی میں ہیں۔ سیاست کی ایک چال ان رات دے سکتی ہے۔ چنانچہ بساط یردیت کا بہترین شاعر ابن زیاد اپنے ذہن اس امر عظیم کو لے کر کوڑے پہنچا اور کتنی شان سے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ اور امام حسین علیہ السلام نازم کوڑے ہوئے اور قتل کا PLAM مارا مارہ کوڑے میں تیار ہو گیا۔ اور اس کو علی جاہ پہنانے کے لئے حوین یزید یا می تو امام حسین کو IN GIRCLE کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔

یہ جنگ کی پہلی بے ادبی تھی۔ جو نہ صرف عرب کے اصول جنگ کے خلاف تھی بلکہ عالم کے قانون حرب کے خلاف تھی۔ اور جب افواج یزید کا پیش

دہشت امام حسین سے ملا تو یہ عالم تھا کہ حرا و اس کے لشکر کی حالت پیاس کی شدت کی وجہ سے ہڈیوں کی جارہی تھی۔ زبانیں خشک ہو کر کاٹی ہوئی تھیں۔ کسی شخص میں ہمت کرنے کی صلاحیت بھی باقی نہیں تھی۔ حرا و اس کے سپاہی دھت بے آب و گیاہ میں پانی کی تلاش کرتے کرتے بے جان ہو رہے تھے۔ جان و روں تک کی حالت یقیم تھی۔ گھوڑوں کی زبانیں باہر نکل آئی تھیں۔ اور جب اس کریم ابن کریم نے دشمن کی فوج کے اس دہشت کی حالت دیکھی تو اس کا جذبہ بخشش و عطا رک نہ سکا۔ فوراً اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ حرا و اس کے ساتھیوں کو جلد سیراب کر دے اور خود بہ نفس نفیس بھی اس کا خیر پر آمادہ ہو گئے۔ حرا و اس کے لشکر کو سیراب کرنے کے بعد اس امام روحی ایمان کی اقتدا میں دونوں جماعتوں نے نازا داکہ نماز کے بعد امام علیہ السلام نے ایک سیدھا خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ اور دوسری باتوں کے علاوہ جنگ کربلا کی تاریخ کے ایک باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ اس خطبے کے بعد ہی وہ سوال حل ہو چکا تھا جس کو امام اکثر و بیشتر اشارے دیتے تھے اب تک بیان کرتے چلے آئے تھے۔ امام نے لشکر کی طرف خطاب کر کے ارشاد فرمایا۔

”آخر تم میرے دوپٹے آزار کیوں ہو پہلے تو ہزاروں خطوط بھیجے ہرانت کا اشتیاق ظاہر کیا اور مجھے اپنے دھن سے یہاں بلایا اور اب وہ باتیں کرتے ہو جن کو کوئی باحیث انسان اپنے نمان کے لئے روا نہیں رکھ سکتا۔ اگر تم میرے دھود کو اپنے لک میں ناپسند کرتے ہو تو میں واپس جانے کو تیار ہوں“ اتنے صاف اور بے ریا کلام کا جواب دشمن کی طرف سے جو دیا گیا تھا وہ یہ تھا۔

”ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ جنہوں نے حضور کو دعوت دے کر بھیج کر بلایا ہم تو اس خدمت پر آمور ہیں کہ آپ سے جدا نہ ہوں اور آپ کو ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں۔“

”تھکا رہے تھے پورا ہونے کے بجائے تھکا رہی موت بہت آسان ہے اس وقت صرف امام کے ضبط و عقل نے کام کر لیا اور نہ حضرت کے تمام احوال و انصاف اس پر بعد تھے کہ کل ہونے والی بات کو آج ہی کیوں نہ ختم کر دیا جائے اور جو لشکر ہمارے سامنے ہے اسی سے ہم اپنا فیصلہ کر لیں۔ مگر رحمۃ اللعالمین کی زبان چوسنے والے نے۔“ دوسرے نہیں کسی حالت میں بھی جنگ کی ابتدا نہیں کرنا چاہتا، کہہ کر سب کو ٹھنڈا کر دیا اور دوبارہ نازم سفر ہو گئے۔

یہاں یہ دیکھنا ہے کہ حرا نے جو کچھ کہا وہ امام حسین پر کسی قسم کا اثر کرنے

کہ حق کو لبیک کہنے والے موت پسند کر سکتے ہیں مگر عیش نہیں۔ جیسا کہ خود امام نے ارشاد فرمایا ہے قسم ہے خدا کے ذرا سبلاں کی یہ تو کبھی بھی نہ چوکا کر میں ذلت و حقارت کو قبول کر کے یرید کا دست بگر بن جاؤں۔

امام کا یہ کلام اتنا مہذب بہ صداقت تھا جس نے آپ کے تمام اعوان و انصار کے دلوں میں بھی یہی اسپرٹ پیدا کر دی تھی۔ اور اسی اسپرٹ کا ادنیٰ سا کرشمہ تھا کہ حضرت حر دوزخ کے دروازے پر کھڑے کھڑے چشم زدن میں تصرح جنت کے حقدار ہو گئے۔

اُف کتنا دل دہز قعاہ نظارہ کہ صلح کی تمام امیدیں منقطع ہو چکی ہیں۔ بھوک پیاس کی شدت اتنا پر ہے۔ عذرات عصمت اور بچوں کی تباہی و بربادی کا یقینی منظر منظر میں ہے۔ خون کے پیاسے ہزاروں کی تعداد میں نظر کے سامنے ہیں۔ کہ سامنے سے وہ آتا ہے جو لعل تمام معائب کا بانی ہے۔ جس نے کئی قسم کی گستاخیاں بھی کی ہیں۔ لہذا نہ ہرے ہوئے ہیں۔ سرخ ہے گھوڑے کی گام کندھے پر ہے۔ سلام کرتا ہے اور خاموش کھڑا ہو جاتا ہے۔ کتنی مقدس تھی وہ روحانیت جس نے اُس وقت غم و غصہ کے سیلاب کو روکا۔ پھیلے واقعات کی کلفت سامنے آ گئے۔ انتقام کے بجائے عفو و کرم نے آگے بڑھ کر مجرم کو گلے لگایا۔ بچے کفر و ایمان سے باطل حق سے اور ظلم عدل سے تبدیل ہو گیا۔ اور پھر ایک تاخیر کی طاقت نہیں جو ہونا ہے وہ ابھی ہو جائے پائے امامت کو بوسہ دیا اور دعاؤں کے ساتھ موت سے دو لہجہ کر کے پہنچ گئے۔ اور پھر! "انالہ وانا علیہ راجعون" سچ ہے۔ ۵

"کون اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں"

## رضویہ جنتری بابہ ۱۹۳۶ء

مرتبہ شد

حالی جناب مخدوم ولایت آغا فید مصطفیٰ شاہ صاحب رضوی متولی  
الاساڑہ جناب آغا فضل علی شاہ صاحب مرحوم شہر راولپنڈی۔ یہ وہ  
قابل قد جنتری ہے جو ہندوستان میں تقویت حال رکھی ہے اس کے علاوہ  
مکرمین ہندوستان میں ہے جو مآذہب کا بانی ایک و پیر ہیں نہ کہ دیگر خاندان  
مردمت سے چار کا پایا ہب کر سکتے ہیں۔ (منیر رضوی جنتری)

والا فعل تھا۔ یہ اسکل صحیح چیز ہے کہ دشمنوں کے مانند تھے اور باوجود  
امام حسین کے زیر بار احسان ہونے کے انھوں نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں  
میں ذرا کوتاہی نہیں کی مگر وہ امام کو کونہ میں گھر کر لے جاسکے مگر انھوں نے یقیناً  
حضرت کی "راہ چارہ" مسدود کر کے، دشت بلایں معیت میں مجبور کر دیا  
جہاں سے سلاہن نامک ہو گیا۔ ان جہات سے حضرت، حرہ، سرب، قاتلان حسین  
کے مقابل کم ہرم شہادت حسین نہیں تھے۔

امام صداقت الایام نہ جوار شاد فرمایا وہ آکھا جلد واقع ہوا جس پر خود کرنے  
سے حیرت ہوئی ہے۔ حضرت امام حسین کئی دن تک فصیح کے گھر میں رہے ہیں  
وہ محرم اکرام کی عمر سعادہ رو بگرا انسان یرید کر بلا آئے ہیں اور سات یوم تک ان  
دروں کے گفت و شنید ہوتی رہی ہے اور اس تمام عرصے میں حضرت حر کو کافی موقع  
ملا ہے کہ وہ اپنے افعال اور امام حسین کے حالات کا اندازہ کر کے اپنی غلطی کا ازالہ  
کرتے مگر ایمان نہ ہو سکا بہت ممکن ہے امام کی بے کسی، غیرت اور لاجاری کے  
اثرات نے حر کو اس طرف متوجہ ہوئے دیا ہو۔ کیونکہ جی ایک ان کے اکرام و  
آسائش سے اپنی فوج پر حکومت کرتے تھے اور اپنی اس نضام عیش میں سانس لیتے  
ہوئے بہت مشکل تھا کہ وہ اس غیرت جسم کی طرف و العانہ طور سے متوجہ ہوتے۔  
مگر وہ کیا چیز تھی کہ وہ ہر جگہ کے امکان یقینی شرم ہوئے اور حضرت حر  
کے دل میں جذبہ ایمانی نے جو شل مارا جب تک آرام تھا۔ جب تک آسائش ممکن  
تھی۔ جب تک صلح کی امیدیں تھیں اس وقت حضرت حر کو کیا پوچھا تھا اور  
آج جب مظالم کھلی جا رہی تھی۔ جب غربت مٹائی جا رہی تھی جب انسانیت  
ختم کی جا رہی تھی۔ جب موت ہی موت تھی۔ فارت گرمی اور سفاکی ہی تھی  
تو کیوں دل بدل گیا؟ خون لہجہ کے بدلے خون دینے کی تمنا کیوں ہوئی افسری  
کے بدلے چاکری۔ حکومت کے بدلے تابعت اور عزت کے بدلے موت عیش  
کے بدلے معیتیں اور خورش و طعام کے بدلے فاقہ اور بھوک کیوں قبول کی  
گئی۔ سینے پر تبر کھا کر سیکھتے ہوئے موت کو کیوں لبیک کہی گئی۔

اے حر! یہ تم کو کیا سوچھی۔ تم نے کیا سوچا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا۔  
حضرت حر کے دل میں یہ آواز نہیں گونجی تھی؟۔ نہیں! سب کچھ تھا سب  
کچھ شاق تھا۔ دیکھا تھا۔ مگر منزل ذوحسم میں جو ارشاد زبان امامت سے  
ہوا تھا وہ کیسے پورا نہ ہوتا۔ اور نگاہ "مرد مومن"، نے جو پہلے ہی دیکھ لیا  
تھا وہ عالم آفتاب کیوں نہ ہو جاتا۔ یہ بھی حق کی صداقت کا عین رخ ہے



# شہادت حسینی کی لازوال طاقت

(از جناب اشاد علی صاحب ہمارس)

نہ شاہ پر نہ شان نام ترا سے مولا !

سٹ گئے آپ ترا نام شانے واسے !

یہ باتم اس شہید مظہر کا نام ہے جس نے دشت کربلا میں دنیا  
عظیم ترین مصائب جھیل کر اسلام کو سچائے کے لئے صرف جان ہی نہ دی بلکہ  
سردیا گھردیا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو اسلام کی نذر کیا حتیٰ کہ میت رسالت  
میں جو کچھ خزانہ تعاسب اسلام پر قربان کر دیا اور اپنا آخری درشاہواری ام  
شیر خوار کو بھی راہ بیود میں نذر چڑھا دیا۔ بظاہر تو یہ چند معصوموں کا قتل تھا  
مگر یہ نظر غائر دیکھا جائے تو اس میں بہت بڑا فلسفہ مضمر ہے کیونکہ یہ دو  
بادشاہوں کی جنگ۔ نہ فقی دو برابر درجہ رکھنے والوں کی لڑائی نہ تھی۔ بلکہ یہ  
ایک زبردست حق و باطل کا معرکہ تھا ایک طرف حسینؑ اور صرف بہتر  
نفوس دوسری جانب یزید بادشاہ شام اور اس کی ٹائی دل نولا کھ فوج  
ایک طرف حبیب خدا و رسول دوسری طرف دشمن خدا و رسول ایک طرف حسینؑ  
مع بہتر رفقاء جان نثار اسلام کی کشتی کو نجد ہمارے نکالنے کے لئے ہم تن  
تیار۔ دوسری جانب یزید اور اس کی فوج طیرہ اسلام کو غرق کرنے کے سلا  
آواہ پھرایا یہی مصیبت غلہ پرچہ و اض گر یہ کریں تو بجائے تعجب نہیں ہے  
کیونکہ وہ انہوں میں آیا ہے کہ بعد حق حسین علیہ السلام تھروں کے نیچے سے تاز  
خون نکلتا تھا۔ اشعار پر مردہ ہو گئے تھے کائنات پر اداسی طاری تھی اور  
آجنگ لُغی آسمان پر ظاہر ہو کر حسین علیہ السلام کی حقانیت پیش کر رہی ہے  
علامہ اس کے انہا راہ باور دے۔ بیان تک کر جا۔ سے پیغمبر اکرازاں نور مولا  
زمان نے اپنے وقت جگر حسین علیہ السلام کی مصیبت پر گریہ کیا اور ہم کو وہی کی تیر  
وے گئے باوجود ان اہم تاریخی ثبوت و نیز احادیث نبوی کے اگر ہم صفت ماتم  
بجھا کر اپنے بیکس و مظلوم امام پر دے ہیں۔ تو بھی ہمارا دنیا کو روزانہ گوارہ ہے  
اور یہ سب مراسم برکت قرار دیے جاتے ہیں۔ ہم دعوے کے ساتھ کتنا ہر  
کہ یہ معترفین کافر ہیں اور اگر کافر نہیں تو منافق ضرور ہیں کیونکہ جو فعل منہ

دنیا کی تمام قومیں سال کے ختم ہونے پر اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتی

ہیں۔ خوشیاں مناتی ہیں۔ اور اس روز کو NEW YEAR DAY  
یعنی نوروں کے نام سے منب کر کے ایک دوسرے کو مبارکباد دیتی ہیں یہ  
کیوں محض اس لئے کہ سال کے تمام ایام ان کے بھرت گزر گئے۔ اور اب سال  
کے اختتام پر انہیں ایسی ساعت میسر آئی ہے جن سے ان کے نئے سال کا  
آغاز ہوگا۔ مگر مسلمانوں کا کیسا نوروں اور کسی مسرت ہم نوا دیاؤں کے بجائے  
نعرہ ہائے حسینؑ سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔ ادھر لیل محرم جبریل بر طالع  
ہوا ادھر ہمارے گھروں میں صفت ماتم بچھ جاتی ہے درود یار پر حست برسنے  
لگتی ہے۔ شجر و حجر چرند و پرند سب پر ایک حزن و ملال کا عالم طاری ہو  
جاتا ہے۔ غرض کہ کائنات کے ذرے ذرے اتنی ڈریں میں لمبوس نظر آتے  
لگتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں اس واقعہ ہائے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ جو دس  
محرم ۶۱ھ کو دریائے فرات کے کنارے کربلا کے میدان میں یزید جیسے فاسق  
فاجر کے ہاتھوں دھوکہ پذیر ہوا اور یہ چاند ہر سال فلک پر ہویا چکر شہادت  
دینا ہے کہ نبوت رسول اللہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے چاند کو روز  
مانشور گمن لگا۔ ازل سے لاکھوں ہائیکہ واقعات ظہور پذیر ہوئے ہزاروں  
دلہذا سخاات سے زمانے کے دوچار ہونا پڑا۔ بیگروں مصائب و کلام کی گھڑیاں  
آئیں اور سب صفحات دل سے رفتہ رفتہ محو ہو گئیں گریہ واقعہ باوجود یزید صمد  
سال گذر جانے کے اور سینکڑوں انقلابات رونما ہو جانے کے آج بھی تازہ ہے۔  
حالانکہ دنیائے شانے کی بڑی بڑی کوششیں کیں۔ لافانوں نے اثری چوٹی  
کا زور لگایا۔ نہریں کاٹ کر لائی گئیں مقامات مقدسہ کو سہار کرنے کے لئے ہل  
بیل استعمال کئے گئے مگر تمام تدبیریں بے سود ثابت ہوئیں۔ اس کو جس قدر  
مثا یا اسی ق۔ رچکا اور آج بھی اس قمر و خشاں کی شمعیت تمام عالم کو روشن  
منور کئے ہوئے ہیں۔ دنیا کا کوئی گوشہ نہیں جہاں اس کی جگہ نہ پہنچ رہی  
ہو اور صفت ماتم حسینؑ مظلوم شہید راہ خدا نہ بھائی جاتی ہو۔



خدا و رسول پر وہ بدعت قرار پائے مرنے والے جس پر محمد حسین علیہ السلام کا اثر نہ ہوا نہ ہی ہو جائے وہ آنکھ جو کہ معیت حسین پر گرے نہ کرے یہ سب بڑے بڑے بھی خواہ ہیں۔ اور بعد حشر اندھے اٹھائے جائیں گے۔

خوشادہ نوک جو آتے ہیں بزمِ ماتم میں  
خوشادہ آنکھ جو روئی حسین کے غم میں

وہ آنکھ خاک نہ ہو جس میں انبیت کا غم  
وہ آنکھ پھوٹے جو روئی نہ ہو محرم میں

دنیا کا یہ عام اصول ہے کہ وہ اپنے رہنماؤں پیشواؤں کا ہمارے

برسی یا غم مناتی ہے۔ اسی اصول کے تحت ہم شیعہ مسلمان بھی اپنے سردار

پیشوا۔ رہبر اعظم سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کی صفت ماتم بھاتے ہیں اور

جو جو رو جفا ظلم و ستم دوران شہادت میں ان پر ڈھائے گئے ان کو

دہراتے ہیں اور روتے ہیں اور روتے ہیں اس میں عقیدت کے چول چھادر

کرتے ہیں اور بارگاہِ حنین میں عرض کرتے ہیں۔ کاش کہ ہم بھی اس وقت

موجود ہوتے تو اسلام پر جان نثار کر کے اس درجہ عظیم پر فائز ہوتے اور

ساتھ ساتھ خداوند کریم کے حضور میں التجا کرتے ہیں کہ تو گواہ رہنا کہ ہم تیرے

حبیب کے پیارے زائے کے سوگوار ہیں اور ان کے ماتم دار ہیں۔ کہ بلا کا واقعہ

انسان کو دردِ گرم۔ صلیح و آشتی۔ لہو و تقویٰ۔ عبادت و ریاضت۔ خلق و

حیا کا علی سبق دیتا ہے کوئی ایسا پہلو نہیں جس پر حضرت امام حسین علیہ السلام

نہیں کر کے نہ دکھایا ہو مگر یہ آؤں طور پذیر ہو اکیوں۔ مختصر طور پر عرض

کرتا ہوں کہ پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد مخالفین کا دور دورہ ہوا

اور ان کا غلبہ ہو گیا اکثریت نے مل کر معاویہ کے بیٹے یزید کو بادشاہ بن لیا

اور اس کی بیعت کر لی اور اس نے امام حسین علیہ السلام کو بیعت کرنے کے

لئے مجبور کیا کیونکہ اس وقت خاندانِ رسالت کی آخری فرد امام حسین علیہ

اسلام کی گواہات گرامی تھی اس وقت اسلامی تاریخ بہت کچھ بدل چکی تھی

یزید حبیباً فاسق و فاجر شخص بادشاہ تسلیم کیا گیا تھا جو کہ ہمہ وقت شراب

خواری میں مشغول رہتا تھا شانہ روزِ قیامت و سرود کی مصلین گرم رہتی تھیں

اسلام انہی آخری سانس لے رہا تھا قرآن شریف کے احکام پر مستحکم اڑائے

جاتے تھے اسلام کو اس طرح سے دم توڑتے دیکھ کر حسینؑ سے ہر داشت

نہ ہو سکا جس کو ان کے نانا حضرت تھی مرتبت نے جان و دیرِ جوان چڑھایا

تھا بد مالی حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے خون سے سیج کر اس کی آبیاری کی تھی

بزرگ عزیز سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام نے صلح کر کے تاجدگی بخشی تھی اس

بیش بہا چیز کو جو امام حسین کی آبائی شریعت تھی اور جن کے آپ حقیقی وارث

تھے تباہ و برباد ہوتے کیسے دیکھ سکتے تھے جو کہ نپند و نصائح کا زمانہ ختم ہو

چکا تھا اس لئے آپ گرمی کی شدت کی پرواہ نہ کر کے عرب کی چلچلاتی ہوئی

دھوپ میں اپنے مختصر سے قافلہ کو لئے ہوئے جن میں عورتیں بچے بوڑھے بھی

شامل تھے اسلام کو بچانے کے لئے مدینہ منورہ سے چل کھڑے ہوئے اور

کر بلائے میدان میں تین دن کی بھوک و پیاس میں وہ کارہائے نمایاں

کئے کہ زمانہ اب تک انگشت بردن ہے یہ امام حسینؑ ہی کا کام تھا جس نے

اس عالم غربت کے زمانے میں ڈوبتے ہوئے بیڑہ اسلام کو سنبھلنے سے نکال

کر کنارے لگایا اور اپنے بہتر نفوس کے خون سے سینچ کر شجر اسلام کو سرسبز و

نشاہت کیا۔ اور قیامت تک کے لئے حق و باطل کا فیصلہ کروایا۔ کہ بلا کا

خطرناک سفر اسلام کو بچانے کے لئے امتِ حبیب کی نجات کے لئے اسلام کی کچی

آواہ دنیا کے کانوں تک پہنچانے کے لئے اور ہم کو خلافت و مملکت ہی سے بچانے

کے لئے امام حسین علیہ السلام نے اختیار کیا تھا اور میدانِ کر بلا میں آکر انھوں

نے خدا اور رسول کے احکام کو لوگوں تک پہنچا دیا۔ نادیں ادا کیں۔ صلح و

آشتی کا پیام دیا اقرار و اعدائیت کے ساتھ ساتھ اقرار و رسالت و امامت

کیا اور اس کی اطاعت کرنے میں جان و دینے کی بھی پرواہ نہ کی اس کے

عوض ان کا بھرا ہوا گھر بٹا گیا جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے لاشیں ہاسال کی

گتیں تین دن کی بھوک اور پیاس میں تڑپا یا گیا عزت رسول شریعت شہر

و یار پہ دیار پھرنی گئی مگر جزیرہ شکر زبان سے کوئی کلمہ بد نہ نکلا ذرا حضرت

معتزین مند اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں کہ یہ تھی قوتِ ایمانی اور

یہ تھی صداقت کی دلیل جس کا مظاہرہ کر بلا کے تپتے میں ہی امام حسینؑ نے کیا

ہاں یہ اثنا ہوں کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد مصلحین قیامت و سرود کی گرم

چوئیں۔ یزید کو مبارک باد دے گئی بازارِ رسالت و پیرائے کئے گئے۔۔۔۔۔

شاہِ باغہ بجائے گئے مگر کر بلا کے میدان سے آخری بلند ہونے والی صدائے تکبیر نے

اس کو ہمیشہ کے لئے بجا دیا اور یزید کے شاہی محلات کو تباہ و برباد کر دیا اور شیعہ

مذہب کو آج بھی یزید کے بھی خواہ موجود ہیں جو کفر و اداوری سید الشہداء ہیں

مراحت کیا کرتے ہیں مگر کسی کی مجال نہیں کہ بیٹ فارم پر آکر اپنے کو

بے شک حسین ہی کی ذات والا صفات تھی جس نے قصر یرید میں زبردست  
زلزلہ ڈال دیا اور اسے خاک میں ملا دیا۔ عک ہے۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین  
دین است حسین دین پناہ است حسین  
سرواؤنداد دست در دست یرید  
حاکم بنائے لالہ است حسین

یرید کی کدے برخلات اس کے حسین کی مظلومیت کا انتخاب و الگ عالم پر ہے  
اور سب حسین علم کے نیچے پناہ گزیں ہیں کوئی بھی ایسا متغصن نہیں جو اس واقعہ  
کو سن کر متاثر نہ ہو یہی وجہ ہے کہ ادھر محرم کا جائز فلک پر نودار ہوا اور ہماری  
زبان سے اسے حسین کے غریب بلند ہونے کوئی قوت نہیں جو اسے روک سکے  
اور کوئی زبان نہیں جو اسے بند کر سکے جب تک دنیا قائم ہے اسلام کے ساتھ  
ساتھ امام حسین بھی زندہ رہے گا۔ اور یرید یوں کے نامہ انظام دہرائے جائیگے

(از)

عالی جناب قربان حسین صاحب قربان  
سوس، آئی

# سلام

لعینوں نے نہ سمجھا کچھ بھی رتبہ ابن حیدر کا  
دلوں کو موہ لیتا تھا رخ انور جو اکبر کا  
دکھا دوں شایوں کو زور بازو دے پیمبر کا  
یہاں تو بے سرو سامانی میں لشکر بہتر کا  
وہاں پانی کے بدلے چل گیا نادک شکر کا  
فلک دامن میں اپنے ہریلے یہ خون اصغر کا  
کناجب دوسرا بازو بھی عباس دلاؤ کا  
یہ تھا عباس کا صدمہ تو وہ صدمہ تھا اکبر کا  
وہاں تو لو لگی تھی اب پس گئے جام کوثر کا  
چڑھے نیزے پہ یوں ادنچا رہے سر ابن حیدر کا

ستم ہے کر بلا میں خوں بہا سبط پیمبر کا  
نئی سی شکل و صورت تھی ملا تھا حسن و یسفا  
کہا اکبر نے بابا پانی تھوڑا سا جو مل جائے  
بھلا انصاف ہو بزدل ہزاروں آگے لڑنے  
بضد تھی امتا نچ جائے اصغر گرے پانی  
بوقت شام آجاتی ہو جو سرخی سوئے مغرب  
علم بھی، مشک بھی دانتوں میں لی فخر شجاعی  
کمر پر ہاتھ تھا اک شہ کا اور اک اپنے سینہ پر  
شہ دیں چاہتے تو خود فزات آجاتی نمیوں تک  
نہ تھا منظور کہ سران کا خم ہو کفر کے آگے

فلک پر شور ماتم تھا زمیں پر حشر برپا تھا  
علم نیزے پہ جس دم سر ہوا قربان سرور کا

# ایک ساتھ چھ شہید

(از عالمی جناب سرکار تاج العلماء مولانا محمد تقی صاحب ہمدانی ساہیوالہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کارزار " میں آئے اور ایک ساتھ چھ جان بحق تسلیم ہوئے۔ پچھلے ان کا مختصر سا تعارف  
ہو جائے۔ پھر ان کی خوبیوں کو بخشم دل دیکھیں۔

وہ چھ حضرات یہ ہیں

۱۔ عروین خالد لاسدی۔ آپ بڑے عالی ہمت، سچا مرد تھے۔

۲۔ جناب سعد۔ آپ عروین کے غلام، ہمارے آقا۔ نہایت شریف النفس خوش  
کردار، سعید بخت تھے۔

۳۔ جمیع بن عبداللہ العاندی۔ آپ صحابی زادے۔ تالیبی، کریم النفس۔ نیک نبیاد  
دلیر تھے۔

۴۔ عائد بن جمیع بن عبداللہ المدنی۔ آپ جناب " جمیع " (جن کا ذکر ابھی نہیں گذرا)  
کے نزدیک تھے، سچا صالح تھے۔

۵۔ "خاوند" آپ "حوت" مذہبی، مرادی، کے فرزند راجہ بند اور امیر المؤمنین علیہ السلام  
کے اصحاب خاص تھے۔

۶۔ "داغ الزک" آپ "خاوند" کے والد "حوت" کے غلام ہمارے سردار بڑے  
پرچار، شیر میدان، تازی تیران تھے۔

یہ سب حضرات کو ذمہ آجاتے۔ وہ ان کی حکومت کب سے تھی یہ

ایک فرصت طلب بات ہے۔ یہ "حوت" حضرت "سلم" کی شہادت کے بعد دنیا کے  
تجربہ آزموز "ہنگامہ سے بہت متاثر تھے۔ اور امام حسین کی رسالت سعادت انسا

میں پہنچنے کے لئے از حد جھپٹتے تھے۔ اور ایک ایک "بی" بھاری تھا۔ ایک ایک  
گٹھڑی اور پھر زندگی وہاں جاں تھی۔ اور سر بار دوش۔ گنگش انتشار تھی اور

یہ ٹکرا استقبال کی ادھیڑ بن اور ان کا داغ۔ ہجوم ارمان تھا اور ان کا دل۔ یہ

اسی عالم کرب و اضطراب میں تھے ناگہاں ان کو خبر ملی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام

والسلام کے منظر سے کوفہ کی طرف تشریف لارہے ہیں اور قمر امت منزل  
حاضر تک پہنچ چکا ہے۔ فوراً سفر کی تیاری میں دل وہاں سے لگ گئے۔ پیش

عشرت کو لات آری دامن دولت کو ٹٹہ کر لگائی۔ اعزاء کو خبر باد کہی۔ یاد

کر بلا کے حق پرور۔ ایمان افزہ سرکر میں۔ جن صداقت کو ش افراد سے دنیا  
روشناس ہوئی ہے۔ ایسے زمان سے قبل دیکھے گئے۔ نہ ان کے بعد نظر آئے بلاشبہ۔

انسانی کمال کے جزا فیہ کی وسعت ان سے پہلے موجود تھی۔ اور جو صلہ کی بندگی  
ایک معین فزائیک آخری منزل شہرہ تھی۔ لیکن ان سرفروشان حقانیت

نے شہرہ شہرہ پر آکر اس کو غیر محدود ثابت کر دیا۔ ان لوگوں نے یہ بھی بتا دیا  
کہ انسانیت کا انمول جوہر "فرض شناسی" ہے۔ اس کے بعد اہم سے اہم مرحلہ

خود بخود آسان ہو جاتا ہے۔ اسی سچی "فرض شناسی" کے کڑے و ناقص  
انسان میں اعلیٰ سے اعلیٰ ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی بدولت وہ ایسا کچھ

کر بیٹھا ہے۔ کہ دنیا جرت زدہ ہو کر انگشت بدندان رہ جاتی ہے اس کے سامنے  
"مجددیاں"۔ "مجددیاں" نہیں ہیں۔ دشوار گزار منازل کو رنگین تبسم کے ساتھ

ٹھکے کر جاتے ہیں۔ وہ گذر جاتے ہیں مگر "جائے شہادت" کے لئے ابھرے  
ہوئے "نفقہ قدم" کی "مرد مستقیم" چھوڑ جاتے ہیں۔ جو ان کو سونگڑ

کی جدائی کے بعد بھی زندہ جاوید۔ "نہائے دکھتی ہے اس سے معلوم ہوتا  
ہے کہ آپ جاٹ"۔ باطن میں نظریں۔ وہ نیک اور پاکیزہ اعمال میں جن

کی بدولت احترام کی طیر فانی زندگی میسر آتی ہے وہ "ہندوہ" افعال  
ہیں جن کی وجہ سے ذکر جمیل زبان خلق سے الگ نہیں ہوتا۔ قہروں کے نشان

مٹ سکتے ہیں۔ معروہ کی انہٹ سے انہٹ لگ سکتی ہے اگر ان کا ہر  
ہاتھ مانا جاتا ہے۔ دنیا کی ہر شے فنا ہو سکتی ہے مگر ان کی بقا کو کوئی

خطرہ نہیں۔

شہدائے کربلا کے کردار میں یہی خاص روح تھی جس پر ان کی  
مستقل زندگیاں گواہ ہیں۔ ان کی جس غرور پر نظر کیجئے یہ جی شان جس

نازی کو دیکھئے یہ جی آن بان ہے ان کے جمع کو دیکھئے تو یہ ہی  
خوبی نمایاں۔ ایک ایک فرد پر نظر ڈالو تو یہ ہی خصوصیت ظاہر ہو

میرے سامنے "چہرئیاں"۔ وہ ضمیمہ صفت مباد ہیں جو ایک ساتھ "میدان

وطن کو دل سے دور کیا۔ ابن عباس کو دوان کے خیر باد بھی منزل عاجز کجا بوندانہ ہوئے تو یقیناً الہی حضور راہ نبی۔ رحمت الہی شامل حال ہوئی جاوہ مقصود پر گنگ گئے بتقاضہ صلوٰۃ غیر معروف راستہ کو اختیار کیا۔ فی الحقیقت ان کا اس وقت کوذ سے ٹکنا بہت دشوار تھا۔ اس کا مقصد لوہے کے چنے سے کم نہ تھا۔ کیوں کہ ان زیادہ سے زیادہ کے راستہ پر شد یہ پہرے قائم کر دیے تھے۔ تاکہ کوئی شخص ادھر سے ادھر نہ جاسکے۔ خاص فرض یہ تھی کہ کوئی نصرت حسینؑ کو نہ پہنچ سکے۔ منور ایسی سخت نگہداشت میں ان کا کوذ سے ٹکنا سخت مشکل تھا۔ مگر اباب عزم۔ اور صاحبان ارادہ معویتوں اور دشوارپوں سے مرعوب نہیں ہوتے یہ سرفروش بھی بروقت کے مقابلہ پر کمر بستہ باندھ کر چلے گئے اور منزل مذہب ہجانات میں خدمت اقدس حسینی میں سرفراز ہوئے۔ نہایت اخلاص اور تہذیب کے ساتھ آداب بجالائے اور فائز المرامی پر سرت کے اشارہ پڑے۔ ان کے پیچھے کا وقت وہ ہے۔ جب سحر بن یزید ریاحی حضرت کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

”حسرتے ان سب کو دیکھ کر عرض کیا“ یہ لوگ کوذ کے رہنے والے ہیں آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں۔ لہذا میں ان کو گرفتار کر کے کوذ بھیجوں گا“ غلام نواز آقا قدو شناس آقا حسین پر حرم کے یہ الفاظ بہت گراں گذرے۔

فرمایا۔ اے سحر تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اب تو یہ ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے احوال و انصار میں۔ جو ہمارا حال ہے وہ ہی ان کا۔ یہ میرے اصحاب ہیں گو یا میرے ساتھ ہیں۔ اگر تو نے ان سے کسی قسم کا تدارع کیا تو ہم ان کی محبت پر مجبور ہو جائیں گے۔ تو کسی قیمت پر ان کو مجھ سے نہیں چھوڑا سکتا۔ یہ سن کر ”سحر“ خاموش ہو گئے۔ اور ان کے بارے میں پھر کچھ نہ کہا۔ اب یہ لوگ سکون کابل کے ساتھ امام انام کی وفاقت میں تھے۔ پہلے سعادت ان کے سروں پر عشت لگا رہا تھا اب ان کی خوشی ان کی مسرت کا کیا پوچھنا خندہ مانگی مراد پائی تھی۔ دلی تنہا پوری ہوئی تھی۔ وہ آرزو برائی تھی جس کے لئے ان کا دل مرغ میل بنا ہوا تھا۔ خدا کے فضل سے وہ ارمان نکلا جس کے لئے مدح ہمیں تھی۔ ان کے لئے زندگی کے حسین ترین ایام کا دور اب سے شروع ہوتا ہے۔ ایسا ہی فرحت تھی اور ان کا قلب تحقیقی انساب تھا اور ان کی روح۔ امام علیہ السلام نے ان لوگوں سے کوذ کا حال دریافت فرمایا۔

عرض کیا۔ کوذ کے بعض رو سا۔ گنگا جہنی جال میں آچکے ہیں بعض کی آنکھیں سیم و زور کی چمک سے چون رہی گئی ہیں۔ بعض ابن زیاد کے قہر اور زبرد

ہیں کہ حضرت اس انجام سے پہلے سے باخبر تھے۔ اب یہ لوگ حسینؑ کے ساتھ ہیں تاکہ دیکھ کر بلا ہوئے۔ اور جو حادثات پیش آتے رہے۔ جبری شانت سے ان کا شاندار مقابلہ کرتے رہے جو خدمت متعلق ہوئی بھری حق احسن بجالائے۔ وہ گذرتے رہے نہیں گئی فہم محرم بھی گزری شب دہم آئی اور اپنے خمائن سمیت آئی۔ حاشورہ کی تمام رات قیادت انام میں تھی۔ تحلیل۔ تقدیس۔ تحید، تمجید۔ ناز و تکرار و عقار میں تھے سب رات کا کام حقہ مبارک فخلوں میں صوف ہوا۔ جان کی روشنی پیمکی پڑی۔ اتہاب کے حسرت زدہ چہرہ پمندی سی چھائی تاروں کی جگہ جگہ ہٹ میں فرق آیا۔ کوکب کا قافلہ اس ماضی طرح رخصت ہوا۔ خضار میں حرمان و یاس کی لہریں پیدا تھیں۔ پچھان و گہیری سے مبدل تھیں۔ کسی قدر سو ہوا کرم چھوٹا آیا۔ کوکب کی ملاک ٹھنڈا نکودہ بیار کی طرح ہیں۔ فرات میں صدائے بیشری طرح تیلی تیلی لہریں پڑیں اور رسائل سے سرنگوڑا کے ناچ گئیں۔ افق نے مصیبت زدہ تیمم کی طرح اپنا گریبان چاک کیا۔ سپیدہ سحری نمودار ہوا۔ شب زندہ عابدوں نے پرجوش انگڑائیاں لیں اور اپنے پاک ارادوں کا جائزہ سنجیدگی سے لیا۔ علی اکبر کو اذان کا اذن ملا وہ دھک دھک ہوا وہ دھک دھک سنا وہ سنا وہ وقت۔ وہ دیکھ کر بلا کے مچلے۔ وہ ہر ایک کو اس آخری دکان کا بہرہ پر شوق۔ جذبات میں جھڑپ برپا تھا۔ ہر دل ایک کہن خاص سے معمور تھا۔ پانی ہوتا تو یہ باخدا نجد پر دھڑکتے۔ خاک کر بلا کی قسمت۔ سب نے تیمم کیا۔ صفیں قائم ہوئی امام مصلیٰ پر تشریف لائے۔ اقامت کے بعد ناز شروع ہوئی۔ اے ایسا امام اور ایسے مقتدی۔ الفاظ کہاں سے لاؤں جو اپنے خیالات کے لئے کند بنا کر ان مطالبہ کو پیش کروں جو میرے ذہن میں ہیں۔

اس ناز کی حکایت اور زبان قلم سے۔ اس حضور و خشوع کا اظہار

شاہدہ فرمایا تو اپنے قوت بازو کو ان کی کمک کے لئے بھیجا۔ ابو الفضل فوراً لشکر سعد پر حملہ آور ہوئے اور طاقت و درفج کا حلقہ توڑ کے ہمدون کو نزع سے نکال دیا۔ غالباً نہیں نہیں۔ یقیناً یہ پہلی مثال ہے کہ فوج کا (کمانڈر) علیہ السلام ان اذات سے سپاہیوں کی امداد کو پہنچا۔ تقریباً ششمی دیکھا۔ یہ شیلز سرتاپا دشمنوں سے چور ہیں۔ شفقت آئینہ لبی میں ارشاد فرمایا۔ ہمدون تم وہاں چلو۔ اور کچھ دیر آرام کرو ان سب نے بہ یک زبان عرض کیا۔ مولہم میدان سے زندہ واپس نہ جائیں گے۔ جب تک جان میں جان اور دم میں دم ہے۔ دشمن خدا و رسولؐ سے لاتے رہیں گے۔

ناظرین کرام ان حق پورہ جذبات کو فکر کی ترازو میں تولے دیکھئے کتنے سنگین ہیں۔ الشاکر۔ اتنی دیر سیکڑوں سے جگمگ کرتے رہے۔ کافی عرصہ تک شدید پیاس کے باوجود تشنہ خون تازہ دم فوج سے لاتے رہے۔ سر سے پاؤں تک زخمی ہیں۔ اس سہارے کو بہت غنیمت سمجھتے۔ سہارا بھی کیسا خود پناہ سالار کا ارشاد فرمایا ہے ”تم آرام کرو“ اور کوئی ہوتا تو ضرور اس موقع سے فائدہ اٹھاتا۔ گران فدا کاروں نے بہ بجا حجت مر جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ اور حقیقی آرام اور نشاط روح، جانشاری میں سمجھے۔ کربلا کا وہ شہر انگیز رگستان، آفتاب بی وہ آتشیں شعائیں۔ پیاس کی وہ بہتر کھجور کا وہ انساب۔ ہوا کی وہ شعلہ دہیزی۔ گران نیچے آؤ آؤں کے عزائم کی بلند ہی انہی جگہ ہے۔ کیا دلوں میں۔ کیا جوش ہے۔ اور تلواروں کے گھنیرے سایہ۔ تیروں کی آب، نیزوں کے پہلوں کو۔ طوبی کا سایہ۔ کوثر کا پانی

جنت کے میوے شیریں سمجھتے ہیں۔ تیروں کے پردوں سے نیم فندہ جھونکے آرہے ہیں۔ جو زخم نگا غنچہ مراد کھلا۔ ناک ستم کامیابی کی کلید اور ہر نیزہ جانا بازی کا ڈھکے جاتے تھے۔ ”فوج شام سے مردانہ مقابلہ میں مصروف ہیں۔ خرم باطل پیران کی تلواریں برق سوزاں ہیں کے ہوس رہی تھیں۔ دشمنوں کی بے پناہ یورش سے باوجود ہوشیار پیکار کرتے رہے۔ حضرت ابو الفضل ان کی نگرانی فرمانے لگے۔ دشمن کو اپنے پائیں، اور پس پشت سے دیکھتے رہے تو ان لوگوں کے حوصلے اور بڑے ہوئے تھے۔ ابابشت پناہ ہمارے موجود تھا۔ کفر سوز دشمنیں مسلسل ساعفہ بازی کر رہی ہیں۔ مگر کثرت و قلت کا غیر متوازی تقابل۔ کہاں تک حشر خیزی کرتے۔ بالآخر۔ جھوٹا جاناہ جنگ عظیم کرتے ہوئے تقریباً ایک ساتھ۔ ایک وقت ایک جگہ نڈ سال چوک کر گئے۔

حال اور قطعاً حال ہمدون نے نازاں کر کے قضا کے لئے کروں کو جست کیا اسے لیجے رات گزری۔ نیک نواز، پاک طینت جاناہوں کے لئے وہ سحر آمگئی۔ رنگین۔ افسردہ، ٹھکین۔ صبح طالع ہوئی۔ جس کا نام ”صبح عاشورہ“ ہے۔ ناظرین کو تعجب ہو گا ایک صبح میں دو متضاد صفتیں کیسی۔ اور ایک دوسرے کے خلاف کیفیتیں کیوں کر پیدا ہوئیں۔ سنئے یہ صبح ان کے لئے شرت خیز اس لئے تھی کہ یہ لوگ بعد شوق و آرزو۔ دل میں تنہا ہر فرشتے کے لئے جو اسی صبح عید قربان کے منتظر تھے۔ لیکن حسرت ناک اور دلگیر، اس لئے تھی کہ ان کو یقین کے ساتھ معلوم تھا کہ آج خافواہ رسالت شدید ترین مصائب میں مبتلا ہو گا۔ اگر یہ غلط نہ ہوئی تو بہر حال یہ صبح ہر طرح ان کے لئے موجب فرحت و مسرت تھی۔

فرض حریف نے فوج کشی کی۔ امام نے ”بلغ نصیحتیں، فرمائیں، گراں ستم نے ایک نہ اتنی۔ پسر سعد نے پہلا تیر چلیکا۔ امام نے اپنی جماعت کو کمر بندی کا حکم دیا۔ جباروں نے صفت آرائی کی جھوٹا سا لشکر ترتیب ہوا۔ دو شخص عالم بیار، زیدی سپاہ سے نکلے مباہدہ طلب ہوئے جینی جوار مقابلہ کو آئے۔ اور خوب خوب داد شجاعت دی اور وہ ہنگامہ خیز اور حوصلہ شکن کارزار کے کھڑے کھڑے جی چھڑا دیئے۔ شہر اور عمر بن حجاج نے اپنے لشکروں کو پکار کر کما تم لوگ ایک ایک کر کے ان کے مقابلہ نہ جاؤ۔ اس طرح ہرگز سر بر نہیں ہو سکتے۔ ہر طرف سے ان پر حملہ کر رہے۔ یہ کہہ کر ”شمر بن“ نے حسینی میرہ پر اور ”حجاج“ شقی نے سینہ پر حملہ کر دیا۔ اس پر غضب حملہ کے ہونے ہی جگ مغلوبہ جھپٹ گئی۔ گھسان کا رن پڑا۔ انشائے کیا کتنا حسینوں کا۔ وہ پر حلال مقابلہ کیا کہ آہن پوش ”سپاہ کثیر“ کو ان کی عظمت اور برتری کا دلہا ماننا پڑا۔ اور ناکام ہو کے پہا ہو گئے۔ دشمن کا یہ پہلا حملہ تھا۔ ”دہ چھ دلیز“ ”چھ بہادر“، ”چھ جری“۔ لشکر امام سے نکلے جن کا ذکر یہ کر رہے ہیں۔ یہ سب ایک ساتھ امام کی خدمت میں آئے تھے۔ ایک ہی ساتھ ہادی زہر کو چلے۔ لشکر شام پر غیر ملکہ کیا۔ تادیر تلوار کے جوہر دکھاتے رہے ایک فولا و کا دریا تھا جس میں ”یہ قوی دل“، مجاہد پیر رہے تھے۔ اتنی سی جماعت کی بہادری کیا۔

دشمنوں نے چاروں طرف سے ان یقینوں کو گھیر کر ان سب کو ایک دوسرے سے الگ الگ کر دیا۔ امام دد عالم نے جب یہ حال

یہ وہ ہی جگہ ہے جہاں انھوں نے قدم جمائے تھے۔ وہیں ان کے شوک جسم  
عمرے اور مقدس روحیں گلشنِ فردوس کو سدھاریں۔ اس وقت ان کے چہرے  
پرنور برس رہا تھا اور ہونیز سرگراہٹ کھیل رہی تھی۔ قمری ہاشم میاں سے  
اکیلے بیٹے اور تمام سرگزشت امامِ انام کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت نے  
ان سب کے لئے رحمت کی دعا کی۔

میں ششدر رہوں۔ کیا اسی خاک سے ایسے بشر بھی پیدا ہوتے ہیں۔  
چھپے چھپے (اور ان کے ایشال) اسے کہتے ہیں۔ فریضہ نساہی۔ اور حق سے دوستی  
اس کا نتیجہ ہے کہ آٹ چار دہائیوں کا عالم میں اکھاڑ کھایا ہے۔ اور شش جہت میں ان کی  
شہادت کا پرچم لہرایا ہے۔ اور قصائے کائنات میں ان کی دغا گوئی نیر رہی ہے اور طابا  
عمل کو راہروی کا پیغام جاری ہے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی قوم بھی ہے جو ان صوفیوں کی سی نہ ہو سکے

(۱۱)

(عالی جناب مولانا سید محمد باقر صاحب)

(عباسؑ) بارہ بگی

## ع-ب-اس

عباس علی عین سے ہیں عالم و عالِ عہد سے میں علم دار جوی عابد و عادل  
عالی ہم و عاشق شہ عارف و عاقل ہیں عرشِ علا پر عمل عارض کے عنادل

ہو عزمِ عدو جنگ جو عازم ہو عزم کو

عاجز کیا عالم میں عسبر اور عجم کو

ہیں بے سے بزرگ اور بہ دل بندہ باری بتانِ بات کے لیے باؤ ہساری  
بول آپ کا بالہ ہے تو بات آپ کی بھاری تے بات ہیں اس باتِ حواج کے بھکاری

باقریہ بہادر بھی بسا کر رہا بن کو

بھائی پہ بلاؤں میں بھروسا تھا بہن کو

کتاب ہے الف آپ ہیں ابنِ اسدِ آشر ایمان سے الگ کر سکا اکرام نہ اکراہ  
اسلام کے آداب و اوامر سے تھے آگاہ پُر اُمتِ احمد نہ ادب کر سکی آہ آہ

اولادِ اُمیہ کے ہوئے آل کے آگے

افسوس نہ آپ آسکا اطفال کے آگے

ہیں سین سے سرچشمہ و سلطانِ سادات اور سینہ سپر ہیں پئے سرکارِ سیادت  
سلمان کی سعادت ہے سلیمان کی سیادت سلطانِ سموات پہ ہے سکندر سیرت

سوزاں تھا سوا غم سے سراپائے سکینہ

سویا تیر ساحل جو سقائے سکینہ



# سید المحدثین لکھنوی

(اذنہ تعالیٰ جناب مولانا سید محمد حسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ دکنی عطیہ صدر الملت مولانا سید محمد مجتبیٰ صاحب مجدد العصر دام ظلہ)

(پرنسپل مدرسہ عالیہ جلیہ، لاہور، خلع طباطبائی مرحوم)

جناب جاوید مرحوم نے آپ کے متعلق فرمایا ہے ۵

ساتھ سید کے علی نام ہے جن کا مشہور وہ محدث کہ جو تھے مع اباب شور  
دنک مجلس خوب پہچانتے تھے۔ ایک دیکھ کی مجلس سادات بنوار  
میں پڑھ رہے تھے سامعین متوجہ نہ تھے۔ درمیان میں سادات بنوار  
کے حالات شروع کر دیئے اور اس دیکھ کے ساتھ بیان فرمائے کہ سب  
متوجہ ہو گئے مصائب پر مجلس بے تاب تھی۔ ایک مرتبہ عالم علوم طیبہ حکیم  
محمد حنی صاحب پلور زادہ دقائم حکیم نبی صاحب طاب ثراہ کے یہاں  
مجلس تھی پہلے تحیف نے پیش خوانی کی پھر جناب مرحوم نے پڑھا محمد بن  
ہی موجود تھے ایک عربی شعر اور اس ترجمہ منٹ پڑھا جو کہ مجلس میں کلام  
پڑ گیا۔ بعد مجلس جناب عماد العلما میر آغا صاحب قدس ثراہ نے تحیف سے  
فرمایا کہ دیکھو یوں پڑھا کرتے ہیں

جناب غفر انہا طاب ثراہ کے امام باڑہ میں ۱۰ محرم کے بعد ۴۰  
جلسیں ہوتی تھیں اکثر محمد بن ہی شرکت فرماتے تھے آپ ذکر فرمایا  
کرتے تھے ان مجالس کا لطف اب تک نظریں ہے آپ ہمیشہ کتاب  
دیکھ کر پڑھا کرتے تھے اور سادات کی کتاب جہاں سے کھلی جاتی تھی  
وہیں سے شروع کر دیتے تھے۔ نہایت ثبات سے پڑھتے تھے منبر پر لڑتے  
پاؤں اڑا دیا کرتے۔ زیادہ سے زیادہ جوش میں آکر لڑتے کا اشارہ فرماتے  
تھے یا کتاب پر لڑتے اور دیتے تھے عشرہ اوئے کے لئے اودہ کی کسی ریاست  
میں تشریف لے جاتے تھے اور اس کے بعد شہر کے ہر میر و غریب کے  
یہاں مجالس پڑھتے تھے بلکہ غربا کے یہاں زیادہ پڑھتے تھے۔ ایام  
عزا میں ناز صبح کے بعد مجالس پڑھنے جاتے تھے کمانا بھی کبھی گھر  
سے کبھی بازار سے ملازم لے آتا تھا۔ اور آپ کبھی فینس میں اور کبھی  
کسی مسجد میں کھالیتے تھے دو بجے رات کو واپس آتے تھے غربا کے یہاں  
پیدل جا کر مجلسیں پڑھتے تھے وعدہ ضرور پورا کرتے تھے جب استاد

سید المحدثین جناب مولانا میر سید علی صاحب بن جناب سید محمد حسن صاحب  
بہار نوری لکھنوی انہی بیشتر بیابانوں کی سرکار کے ایک وحید عہدہ رفریڈ  
ہر لیدر پایہ ذکر تھے جن کے حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام علمدار  
تھے انہی جناب کی طرف تو م کے عزیز ترین اخبار نظارہ کا محرم نمبر منسوب  
ہوتا ہے ظاہر ہے کہ مرحوم کے حالات زندگی نظارہ ابوالفضل العباس  
نمبر سے ایک خاص ربط رکھتے ہیں لہذا ان کا نظارہ میں درج کرنا نہ  
صرف مناسب بلکہ سبق آموز اور بہ نظیر و لذت سیرت پرستوں کے لئے کی وجہ  
سے مفید بھی ہوگا۔ اور جناب والد مرحوم کی کتاب تذکرہ بے ہامینی تاریخ  
العلماء سے بعض مقامات کے اختصار اور بعض مقامات کی توضیحات کے  
ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔

خادم الملتہ سید محمد مجتبیٰ مفتی عنہ لاؤ گا نوسی

سید المحدثین کا اصلی وطن سادات اسرو میران پور ضلع مظفرنگر  
تھا آپ کے والد وطن سے لکھنؤ آئے ورنہ انبار میں آپ کو سلطان العلماء  
جناب مولانا سید محمد صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کے تلامذہ میں لکھا ہے آپ  
کو جناب مفتی صاحب طاب ثراہ سے بھی تلمذ تھا کتاب دربار حینی میں  
ہے کہ آپ شاعری میں مراد ہر مرحوم و مغفور کے شاگرد تھے اگرچہ آپ  
کتب فنون کا بھی درس دیتے تھے مگر کتب دینیہ کا درس بڑے شوق سے  
دیتے تھے نہایت خلیق۔ عابد مفتی زاد پر پیڑ کا ریخہ حلیم اور خوش گو تھے  
غربا کی سفارش رہ ساسے بکثرت کرتے تھے۔ علماء محمد بن امر از شاہزادگان  
آپ کا بہت احترام کرتے تھے آپ کو غصہ نہیں آتا تھا ہر شخص یہ سمجھتا تھا  
کہ مجھ سے بڑی خصوصیت ہے جس سے بات کرے تھے ہم تن اس کی طرف  
متوجہ ہو جاتے تھے غرور و کبر و خود بینی سے پاک تھے ذکر میں بیٹھ کر  
رکھتے تھے۔ اور استاد اکمل مانے جاتے تھے۔ منبر پر نور مجسم معلوم ہونے  
تھے قصائد و اشعار کا لہجہ و جدا انگیز تھا آپ کا پڑھنا محمد بن پند تھا۔



مرحوم کے قدم بہ قدم تھے۔ بنا بر تحقیق تذکرۃ المحققین جناب تاج العلماء رضوان اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ۶۰ سال کی عمر ہوئی ماہ شعبان ۱۳۳۲ھ میں راہی جنت ہوئے آپ کے تمام سواہات غیر مطبوعہ رہے جناب نواب صاحب موصوف نے آپ کی تاریخ انتقال یوں نظم فرمائی ہے۔

آں آل نبی جناب حسن صاحب

بودہ کہ حدیث خواں مشہور اناس

چوں رفت بشعباں سوئے جنت گفتم

فاز بہشت شد محمد عباس (۱۳۳۲ھ)

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

أَمِينَ لِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ عَلَيْهِمُ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ

وَأكْمَلُ التَّسْلِيمَاتِ

# سَلَامٌ

(از جناب علامہ صاحب تیسر)

لے شہ حسن علی عباس غازی السلام  
ہنر پر تو رکھ چکا جہن سے اپنے وٹو  
نفس کا تیرے ہاں خود شہری سہارو  
حضرت بشیر سے کہہ لے اسلام کا  
یاد تو ہے ہمدادی فارغ خیبر کی جنگ  
زانوئے شیر پہلے ہمدی زہر آ کی گود  
دوش پر شک کیے دین میں کوثر کا جام  
داد بہ حکم ام وقت کی تمیل میں  
یاد ہو دنیا کو تیری کار سازی اسلام  
جھک گیا سب سے میرا سر ناری اسلام  
واہ ری دنیا سے تیری ہے نیازی اسلام  
جان ثابوں میں یہ شان امتیازی اسلام  
پلاس کے عالم میں غازی ابن غازی اسلام  
تیرے تخت میں تھی یہ بھی سر سازی اسلام  
فارق رنگ حقیقی و محازی اسلام  
جان کی تو نے لگا دی لپے زاری اسلام

کچھ پڑھی تمنا وہ کا سائل لئے "اسیو"

آپ کی مشہور ہو بسندہ نوازی اسلام

زمانہ جناب محمد شاہ صاحب علیہ رحمہ مرحوم ہو گئے تو ان کے صاحبزادہ کو ساتھ لے کر ان کی معینہ مجالس پڑھتے تھے صاحبزادہ موصوف سے پیش خوانی کراتے تھے اور اس طرح باب کا حقوق بیٹے کو دلاتے تھے جناب مرحوم مولانا سید ابوصاحب قدس سرہ اکثر آپ کے اوصاف حمیدہ بیان فرماتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب خیر علم ہیں اور جناب بحر العلوم مولانا سید مکن طاب نواہ بھی آپ کے علم فضل کے راج تھے سید المحدثین شاگرد کو تعلیم میں غلطی سے آگاہ فرماتے تھے۔ ترجمہ زیارت ناحیہ حال التین اور مجالس علویہ کی دو جلدیں مصنفات میں سے شائع ہوئے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ تمہیں پانچ جلدیں سوادت کی اور جمع ہیں۔ ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب مرحوم مغفور نے نماز استغفار پڑائی۔ آپ نے ممبر بر معائب بیان فرمائے اس کے بعد جناب مفتی صاحب علیہ رحمہ نے دعا کی خوب بارش ہوئی۔

۔ شاہ کراس سے ایک مہینہ قبل اہل خلافت نے ناز

استغفار پڑھی تھی اور مصلحت خدا سے بارش نہ ہوئی۔

ذاکری میں آپ کے صاحبزادے تھے مثلاً مولانا محمد تقی صاحب موصوف مجالس الشیعہ۔ مولانا بدھن صاحب۔ مولانا سید مصفر حسین صاحب نوگادیا مولانا مرزا قاسم علی صاحب موصوف ترمصائب اور نجیف راقم المحدث وغیرہ وغیرہ آپ نے ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا نماز جنازہ جناب تاج العلماء مولانا سید علی محمد صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے پڑائی حسینہ غفراناب میں دفن ہوئے۔ جنازہ کے ساتھ افاضل اہل سنت بھی تھے۔ دور دور تک فاتحہ خوانی کی مجلسیں ہوئیں۔ جناب نواب سید جعفر علی خاں صاحب شمس آبادی نے تاریخ انتقال نظم فرمائی ہے۔

نوسم جعفر لریشی مدہجری تیر حلیش

ز عالم شدہ محدث مولوی سید علی (۱۳۳۲ھ)

”ہر گلزار جہاں داخل شدہ“ بھی داد و تاریخ ہے آپ کے فرزند لائق

دقابل مولوی محمد عباس صاحب عرف مولوی محسن صاحب نہایت متقی و

پرہیزگار ذاکری کے استاد مانے جاتے تھے۔ اوصاف حمید میں اپنے والد

# عقیدہ کی آئینہ

جناب سید غلام جعفر صاحب رشتہ رکھوات،

الغرض اسلام کے سارے قوانین دنیا میں مفقود ہوئے۔ کچھ کنافاتیہ کے غرض سے قتل و غارت۔ شراب خواری۔ جوا بازی اور زنا کاری غرض سارے برے اعمال حلال و حرام سمجھے جا رہے۔ وہ خود منظر عام پر آنے لگے۔ قبیحہ و فحاشی شریعت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اور اپنے آپ کو طلیقۃ السلین بھی کہتا رہا تھا۔ ایمان فروش مفتی دین اس کی تائید کرتے تھے۔ حرام و حلال میں کوئی تمیز باقی نہیں رہی تھی۔ کفر ایسے شباب پر آیا ہوا تھا جس کے مقابلہ کے لئے ایک بڑے نظام۔ فوج۔ دولت اور وقت کی ضرورت تھی۔ لیکن آپ نے عالم غربت میں صرف بہتر جا بازوں سمیت اس عظیم انسان کا رنامے کو فیصلہ کرنے کی ٹھان لی۔ اور کفر کے طوفان بے تیزی کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کر کے اسلام کا بیڑہ پار لگایا۔ جس کی ظاہری طور پر مغلوب ہو گئے۔ لیکن اہل معنوں میں ایسی کامیابی حاصل کی جس کا نتیجہ تار و زکافات برقرار رہے گا۔ اور جہاں والے آپ ہی کے اصول کو کامیابی کا ذریعہ سمجھ کر ان پر عمل پیر ہونے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

اے محسن انسانیت! آپ کو محسن اسلام کی طرح محسن انسانیت کے نام سے یاد کرنا زیادہ موزوں ہے۔ کیونکہ جب انسان نے معتمد انسانیت سود کائنات مسلم کا سکھایا چھ اور اس بانگل بھلا دیا۔ جب انسان ایک بار پھر زانہ جاہلیت کی طرح ان رسوا کن اعمال کا معاملہ ہو گیا جس کے ہوتے ہوئے انسان انسان کہلانے کا مستحق نہ تھا اور اخلاق سے گرسے ہوئے عادات و خصائل کے باعث اشرار المخلوقات حیران سے بھی زیادہ ذلیل نظر آ رہا تھا۔ انسانیت آخری پمپکیاں بے کدم توڑ رہی تھی۔ تو اس فنا ہوتی ہوئی انسانیت کو قائم رکھنے کا سہرا آپ اور صرف آپ ہی کے سر ہے۔

اے شہیدِ نبویا!! دنیا والے بہت ہی بے وفا ہیں۔ انھوں نے پہلے تو رسول مقبول مسلم کے احسانات کو سمجھا کر آپ سے ایسا ظالمانہ

اے پروردگار عالم کے برگزیدہ بندے۔ محمد مصطفیٰ کے لئے نظر۔ علی رضی اللہ عنہ سخت جگر۔ ظالم زہر کے لال۔ اور محسن اللہ کے زور بازو۔ آپ نے سرزمین کر بلا پر اسلام کی ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ ایک ایسا عظیم انسان کا رنامہ سرا انجام دیا ہے۔ کہ بڑے بڑے الموعوم پیغمبروں کو جو حیرت کر دیا ہے۔ قسم قسم کے آفات و مصائب کا صبر و استقلال کے ساتھ مقابلہ کر کے دنیا کے بڑے بڑے بہادروں کو انگشت بدندان کر دیا ہے۔

سرو کائنات نے یہ مدح و تحسین اور ہم سہاگ کے پسینہ کی برکت سے شہر دین اسلام لگا کر اسے نشوونادی۔ لیکن ان کے بعد یہ پودہ بادِ سوم کے جھونکوں اور کفر کی بے پایاں حدت سے خزاں رسیدہ ہو کر بیخ و بنیاد سے اکھڑنے لگا۔ تو آپ نے ایسے اہم موقع پر کمر بستہ کس کس کو اپنے اور اپنے عزیزوں کے خون سے سیلاب کر کے از سر نو سرسبز و شاداب بنا دیا۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ نانا نے آپ کو بہت مانعے ہلائے تھے۔ لیکن آپ نے ان احسانات کا بدلہ اس طور سے ادا کر دیا۔ کہ وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا۔ نہ سر مال کو دیکھا۔ نہ اہل و عیال کی پرواہ کی۔ پیارے بھائی۔ بھولوں کے سے نازک بھتیجے راہ حق میں نثار کر دیئے۔ اپنے اس نوجوان بیٹے کو جو شکل و شہادت میں آپ کے نانا کی مانند تھا۔ خاک و خون میں غلٹا دیکھا۔ وفادار دوستوں کی جدائی کے غم کے مرحلے طے کئے۔ پھر ایک معصوم شیر خوار بچہ ہاتھوں پر تیر چھا کا نشانہ بنا۔ آباؤ اجداد پران ہو کر نظر آتش ہو گیا۔ اور پھر وہ حرم جسے خداوند عالم نے طہا و نین کے انقباب سے بکرا ہے۔ ظالم کی قید میں پڑ گیا۔ یہ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر آخر میں آپ کی ہمت و استقلال پر کہ اتنا تک نہ کی اور ہرجات میں خدا کا شکر بجالاتے رہے۔

اے محسن اسلام!! اگر آپ تین دن کی پیاس کے باوجود کراکتی ہوئی تلواروں اور چمکتے ہوئے نیزوں کے سایہ میں ناز نہ ادا کرتے۔ تو یقیناً آج دنیا میں کوئی بھی خدا کا نام نہ لےتا۔ روزوں سے دنیا نا آشنا ہوتی۔

سلوک روا رکھا۔ اور اب آپ کے احسانات کو بھلا کر آپ کا نام و نقش  
جب دنیا پر چھٹا تا ہوا دیکھتے ہیں۔ تو ان کے سینوں میں ایک حسد کی آگ  
بھڑک اٹھتی ہے۔ اور ان کی خواہش ہے۔ کہ آپ کا نام بھی نہ لیا جائے  
مگر

ہلے راہ حق میں سرکٹانے والے اور گھربار اپنا لٹانے والے  
تو وہ نقش ہے جو مٹانے سے ابھرتا خود مٹتے ہیں تیرے مٹانے والے  
حق کا مٹانا کوئی آسان کام نہیں۔ آپ بھی زندہ ہیں۔ اور آپ کا  
نام بھی ناقیامت رہے گا۔ آپ کی یاد مٹانے والے خود مٹتے ہیں اور

ان کی ساری تمنائیں ان کے ساتھ خاک میں مل جاتی ہیں۔

اسے قلیل جو وہ جفا! ہم آپ کے بہت ہی زیر بار احسان ہیں۔ ان  
احسانات کا اجر تو وہی مالک کون و دکان ہی پورا کر سکتا ہے۔ لیکن ہمارے  
اوپر بھی ایک ضروری فرض عائد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم آپ کے  
بنائے ہوئے درس پر عمل پیرا ہوں۔ آپ کی یاد مٹا کر اقوام عالم کو بھی اس  
درس حقیقت سے آشنا کرانیں۔ آپ کے غم میں سرنگے اور غمزدہ بیٹھ کر  
عقیدت کے چند آنسو بہائیں۔ اور جب کبھی ٹھنڈا پانی اپنے ہونٹوں کے قریب نہیں  
تو آپ کی تشنہ لہجے کو تصور میں لا کر دل کی گراؤں سے ایسی فریاد نکالیں کہ عرش کے ملائکہ

(ان)

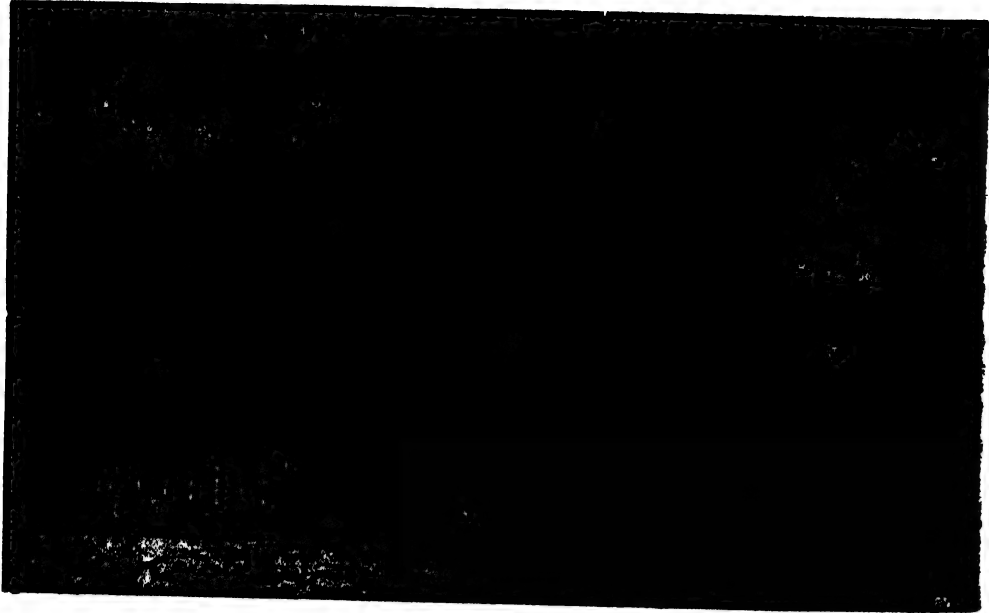
(جناب ایم، اے اکل منشی کمال شاہ جاپوری)  
(مدرس اعلیٰ مددہ نوریہ لاہور)

# سلام

نام شبیر پر خدا ہے دل  
کیسا خوش بخت دے ریا ہو دل  
حُب حیدر جو اس میں رہتی ہے  
غیرت عرش بن گیا ہو دل  
نغمہ آرا ہے مدخ مولا میں  
لبس گلشن دلا ہے دل  
قلب شہ میں ہیں ہری داغوں کی  
مضرب عشق بن گیا ہے دل  
گم ہے نورِ نظر جو آنکھوں سے  
شاہ کا غم سے بھگ گیا ہے دل  
اُس پہ اعدا لگاتے ہیں نادر  
جو خدا کی طرف لگا ہے دل

خون رواں ہے گلوں سے اصغر سے  
شہ کا سینہ میں لی رہا ہے دل  
کیا کہو گے رباب سے جا کر  
شہ سے پہلو میں کہ رہا ہو دل

شاہ کہتے تھے لاشِ دلبر برد  
ہائے بر بھی سے چھد گیا ہو دل  
تج غم سے چر کے سینہ میں  
آج دو ٹکڑے یوں ہوا ہو دل  
مثل ماہی تڑپ رہا ہوں میں  
شکل بسل پھڑک رہا ہے دل  
آتش کو چڑھا رہے ہیں حسین  
سب کا منہ میں آ گیا ہے دل  
کہتے ہیں رو سیاہ خیر نہیں  
شہ کا غصے میں رہا ہے دل  
آج بھنا محال ہے رن میں  
شامیوں کا یہ کہ رہا ہے دل  
جس میں پنہاں ہو الفت حیدر  
صورت کعبہ وہ صفا ہو دل  
غم دنیا کا ڈر نہیں اکمل  
جب کہ شبیر پر خدا ہے دل



حضرت ابوالفضل العباس ؑ کی آرام گاہ (کربلا)



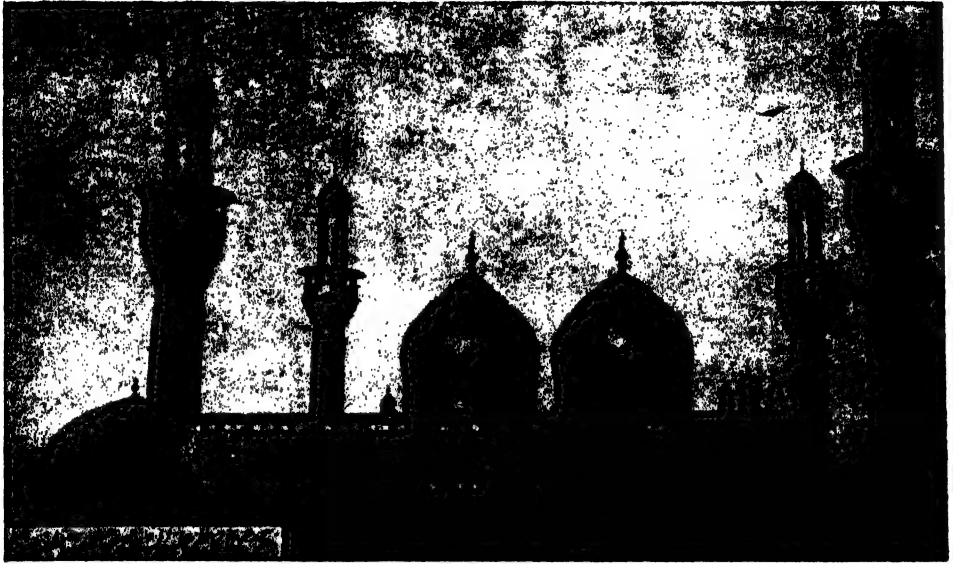
روضہ حضرت معصومہ ؑ قم (ایران)



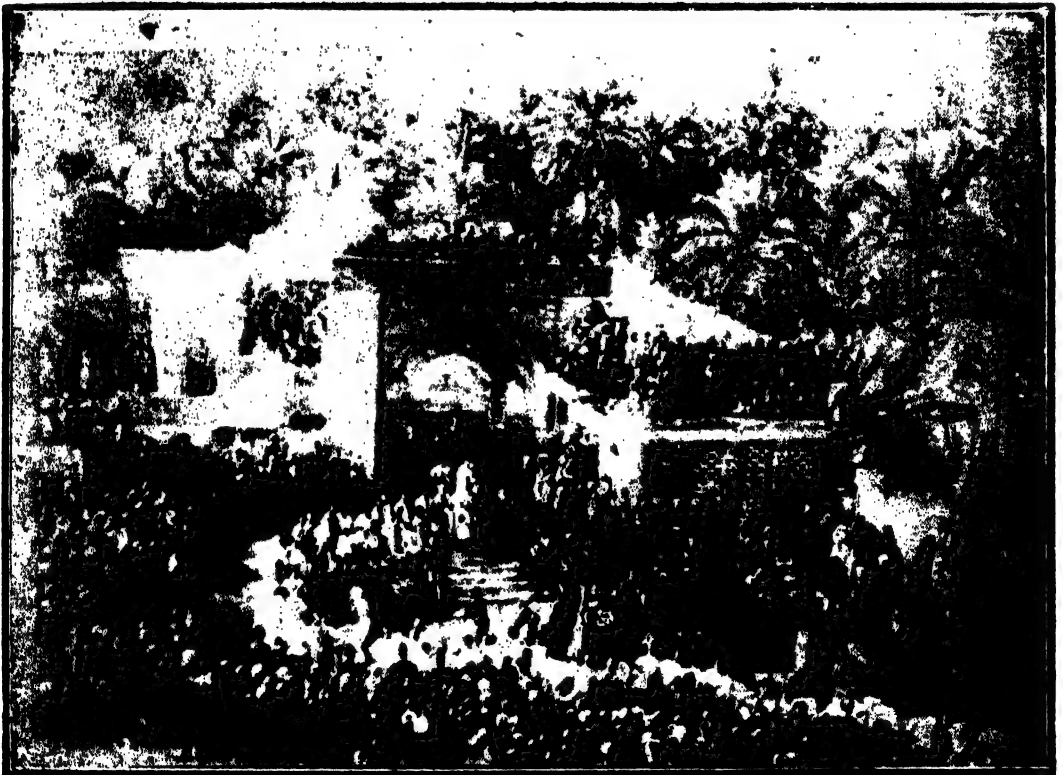
حرم محترم حضرت سيدالشهدا كا ايماني د وازہ صبح كو خدام  
روضہ ڪھول رھ ھيئن



روضہ حضرت هاني (كوفہ)



آرام گاہ — حضرت امام ہفتم و حضرت امام اہم (کاظمین - عراق)



روز عاشورہ — کربلا میں گریہ وزاری کا ایک افدوہناک مظاہرہ



مزار مقدسہ حضرت سکینہ (رضی اللہ عنہا)



یثوب سے سید الشہداء کے سفر کا کریمہ خیز منظر  
اس جلوس کی شہیدہ لکھنؤ میں ۲۸ رجب کو جناب زوار حسین صاحب ہر سال اٹھاتے ہیں



ابوالفضل العباس لمبر



جناب سعید الملت مولانا سید محمد سعید صاحب مجتہد  
انہوں نے عراق میں آغا ابوالحسن اصفہانی کے جہازے میں شرکت فرمائی

نظارہ لکھنؤ



مجتہد اعظم - آغا ابوالحسن اصفہانی  
انہوں نے کاشمیر میں انتقال فرمایا  
اور جنگ موت سے علم کی دنیا تاریک ہو گئی



سلطان الواعظین - مولانا سید ابن حسن صاحب فوہروی



حضرت تاج الملک مولانا سید محمد ذکی صاحب قلیہ مجتہد عصر  
نبیرہ اکبر کا راجہ الملت

مرکز اتحاد لکھنؤ کے پبلک اسکول میں راجہ صاحب محمود آباد کی یادگار تشریف آوری



یہ اسکول تقریباً دو سال سے ہر مذہب و ملت کے غریبوں اور اچوت اقوام کی مفت تعلیم کے لئے جذبات عمائد العماء نے قائم کیا ہے۔ مختصر حالات صفحہ ۱۰۷ پر دیکھئے



سید عابد جہدر صاحب فابری سوک پوری



سید غالب حسین صاحب واسف عشروی

ابوالفضل العباس نمبر



صدر الشعراء خان بہادر سید صدر الاسلام صاحب صدر

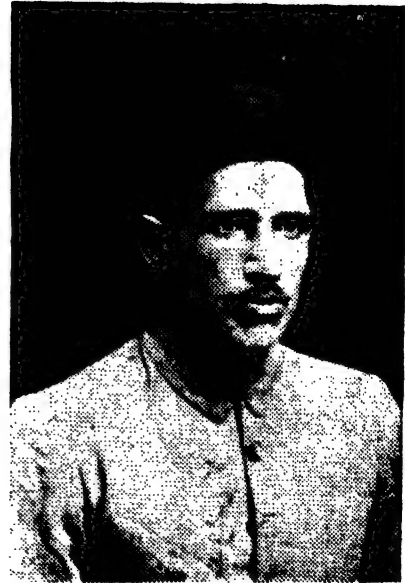
نظارہ لکھنؤ



دبیر ہند۔ ناخداٹے سمن  
جناب ذاکر نقوی غفر اللہ لہ



جناب نواب دلاور حسین خان عرن لکن صاحب  
(ایچے ڈوئرن ہیٹون جناب نواب سردار حسین  
خان اور نواب فدا حسین خان کے ساتھ)  
جو ہمدرد قوم تھے اور جنگا حال ہی میں انتقال ہوا



ہندوستان کے مشہور انجیب پروفیسر  
آغا اشہر لکھنوی

قطاره لکهنو

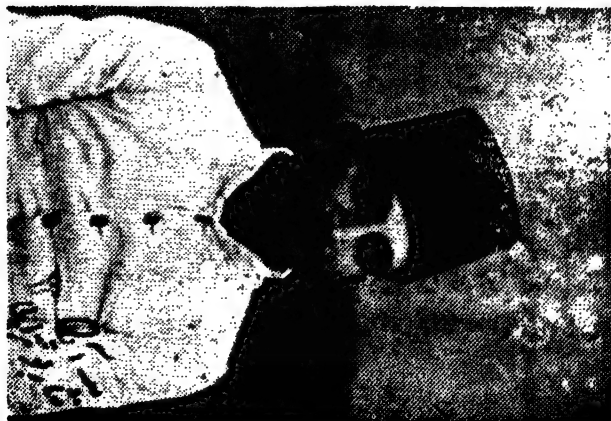
ابو الفضل العباس لکهنو



اے۔ ایچ۔ قلمیلم سارنگپوری  
قلمیلم حسینی شاعر فضل نقوی



(حسینی شاعر) فضل نقوی



جناب نثار پورانی  
قلمیلم حسینی شاعر فضل نقوی  
جو آجکل پٹنن قلمیلم چلوئی مدراس  
نورہ کورہ دھن



مرزا عالم حسین صاحب ایم - اے  
ابن جناب مرزا محمد جواد صاحب پرو پرائٹر نظامی پریس لکھنؤ  
”جواہر کل کلام مجید کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں“

## تاریخ احمدی

مولفہ ذوالاحسن صاحبہ  
ادبی - ای - آف ہالان

مشہور عالم کتاب ہے جس کی نسبت مصوّر ظلتہ فرجیہ کتب نظامی دہلی لکھی ہے۔  
"میں نے تاریخ احمدی مولفہ خان بہادر ذوالاحسن خان صاحبہ لکھی  
قطعات پر پانچوں بالا سنیعاً لکھی، اس طرز اور شان کی کوئی تاریخ آج تک لکھی  
نہیں گزری اور نہ اردو میں چھپی، حضرت صلوات اللہ علیہ کے عبادیوں کے آخری خلیفہ تک  
اسلامی تاریخ کے تمام مشہور نمایاں واقعات کو نہایت مختصراً و مورخانہ انداز سے  
جمع کیا گیا ہے۔ سب سے بڑی غوی جو اس کتاب میں ہو کہ ہر واقعہ کا حوالہ معتبر و مستند  
کتاب اور احادیث اور قرآن سے دیا گیا ہے اور اصل عبارتیں ان کتابوں کی طبعی  
پر درج کر دی ہیں، یہ ایک ایسی زالی اور عظیم الشان کوشش ہے کہ اس کتاب کا  
(تاریخ احمدی) پڑھنے والا اسلامی ادب کی تمام مشہور و ناب کتابت و تاریخ و  
احادیث سے واقف ہو جائے گا اور اس لحاظ سے تاریخ احمدی کو خلاصۃ التواریخ  
کہنا چاہیے یا تاریخوں کا انسائیکلو پیڈیا۔ ذوالاحسن نے اس تاریخ میں رعایت و توجہ  
بے قصبی کو کامیابی سے قائم رکھا ہے جس کے خیال میں گندہ جبکہ اسلامی تاریخ  
کے دلائل مضامین لکھے جائیں گے ان کے لیے یہ تاریخ احمدی ایک معتبر اخذ ثابت ہوگی۔  
یہ کتاب جو تھی مرتبہ باضاد بعض ضروری مطالب نظامی پر لکھی ہیں  
چھپی ہے بڑی قطع ۲۲x۲۹ جم علاوہ اندک وغیرہ ۳۹۰ صفحات قیمت سطر

## قصائد چارہ معصومین علیہ السلام

اس زمانے میں جب کہ گادوں گادوں بستی بستی تاریخ ولادت چارہ معصومین  
میں نکل قصائد منعقد ہو کر تھی ہوان محافل و مجالس میں پڑھنے کے لیے یہ مجبوزہ قصائد  
محدث حضرت چارہ معصومین علیہم السلام تیار کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل حضرت  
شہداء کے قصائد نہایت کاوش سے جمع کیے گئے ہیں :-

حضرت شاہ علی حسن جاسی کا کیا قصیدہ "عشق در معنی میں کثرت و بلا شریک ہے  
مولانا جلال الدین رومی، شیخ فرید الدین عطار، شیخ المشائخ مولانا احمد جاسی  
سعدی شیرازی، مولانا عینی شاہ نظامی، مولانا شہید انصاری فرنگی علی  
سکندر رحمہ اللہ، مولانا سبط حسن صاحب بلبرج، مولانا اسد اللہ خان غالب،  
مولانا یوسف ہمدانی صاحب قندیل، منیر شکر آبادی، آغا شاعر دہلی، محمود برائی  
مولانا عینی، نجم افندی، آرزو لکھنوی، خادو خیر آبادی، عزیز لکھنوی، ذوق لکھنوی  
ریاض نابوی، ڈاکٹر مسر آقبال، قیس زنگی پدی، قمر لکھنوی، سلیم جملی،  
آثر لکھنوی، خاجہ اسد اللہ، فضل لکھنوی، مولانا ظفر علی خان صلوات اللہ علیہ  
حمید صاحب اور شہید صاحب، تغیر لکھنوی، مولانا ساجدین صاحب لکھنوی،

مولوی احمد حسین صاحب بوسری، جناب مصطفیٰ علی ہمدانی، جناب قاضی حیدر آبادی،  
جناب شفیقہ لکھنوی، جناب منظر لکھنوی وغیرہ و جناب شکر آبادی صاحبہ  
جناب معصومہ زیدی، جناب اللہ انصار رضا، جناب احمدی بلک صاحبہ وغیرہ وغیرہ  
۱۰۰ اشعار کے ۲۰۰ قصائد..... نو مطبوعہ..... ترکیب یہ  
رکھی ہو کہ پہلے قصائد حضرت خاتم الانبیاءؐ اس کے بعد حضرت علیؑ کے قصائد  
پھر کے بعد دیگرے ہر امام کے قصائد علیہ السلام کے ساتھ شروع کیے گئے  
ہیں، شروع میں حضرت مضامین ہیں جن میں شاعر کا نام اور اس کے ساتھ قصائد  
اور صفحات یعنی جن جن صفحات پر شاعر کے قصیدے ہیں، حجم ۳۴۰ صفحات  
مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ قیمت مجلد تین روپے آٹھ آنے (سیر)

## "شہید حق"

پروفیسر ذوالاحسن صاحب ایم اے  
وزیر تعلیمات جونا گڑھ

"حسینیت زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گی، یزیدیت کی جاگیر بڑھتی  
جب تک پنج وقتہ نمازوں میں آل محمدؐ پر درود بھیجا جائے گا، جب تک قلبیں  
تک جزد و اسباب لہے گا، جب تک قلبے من میں دردمند ہے گا حسینی کا رہا  
کی روح پر یوں گار و نفسانی اور افادی ہولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حلقہ گونڈ  
ناصیبت کے علی الرغم اقصائے عالم میں منائی جائے گی۔ واقعہ کہ لامتناہی حضرت  
یا محسن غم عالم کے اظہار کے لیے نہیں یہ طوفان حوادث و ظلم و جور کی بے پناہ  
طغیانی میں کوہ جودی، سیاست کی دنیائے پرشور و شر میں اسلامی نظر و حکمت  
کی تبلیغ کا کبھی نہ فراموش مجھے والا بہتم بالشان کا نام ہے، اب جس طرح  
محمد رسول اللہ کی طرح کوئی توحید کامل کا تبلیغ کرنے والا نہ آئے گا، اسی طرح  
خاتم النبیین امام حسینؑ کی طرح کوئی شہید حق نہ ہوگا۔"

یہ ہیں چند کچھول اس گلستان حقیقت کے جس کا نام "شہید حق" ہے  
پوری کتاب کئی مرتبہ پڑھنے سے قلب رکھتی ہے۔ شہید حق ایک حنفی بزرگ  
کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو نظامی پریس لکھنؤ نے شائع کی ہے، شیخ حسینی کے  
پردوں سے لہجہ ہے کہ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ہدیہ عہد

## حسینی دنیا

حضرت شہداء و اہل بیت علیہم السلام کے متعلق

مذاہب عالم کے چیدہ نامندے جو عقیدے کے پھول خد کر گئے ہیں ان کا گلدستہ مع  
مقدمہ علامہ ابن جن صاحب جرجی : ڈاکٹر ابیدہ زامہ گور، جواہر لعل  
ابولکلام آزاد، مرزا محمد علی، مشر جناح، مفکرین موعظین بودب، وزرا، جج  
ارکان ہندو ہا سجا، انکان انڈین نیشنل کانگریس، شاہان نجیہ و ملیہ وغیرہ  
۳۹۴ آرا کا مجموعہ، مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ، قیمت -



# انوار حقیقت

(مدیر خاص)

از جناب حکیم سید محمد قاسم صاحب "قاسم"

مدیوں طے ہوئیں راہِ وفا کی  
بنی قبریں جہاں اہل وفا کی  
شہید ناز کا اعجاز دیکھو  
ہمساعتا خونِ ناحق جس زمیں پر  
حقیقت عشق کی روشن ہو اُس پر  
جہیں سجدے میں ہو گردن پہ خنجر  
نوازا رحمتِ لعلیں کا  
علی کا لاڈلا زہراء کا جایا  
حسین ابن علیؑ محبوبِ داد  
دُرِ بیکتائے مدیائے سار  
امیر و سید و شہانِ جنت  
حدیثِ عہدِ طفلی کچھ سنا دوں  
لی بچپن کو گوارہ کی خاطر  
زہے اوج و عروجِ عہدِ طفلی  
فلکِ جنت کے محلے لے کر آیا  
اگر مرکب کی خواہش لب تک آئی  
بہ پاسِ خاطرِ شیداے یزداں  
سوارِ پشتِ پیغمبرِ مبارک  
نبیؐ کے لب پہ ہر غنغفت مکرر  
سخاوت کی تھی کچھ بچپن میں ایسی  
جہیں اُمینہؓ فوجِ شہادت  
نفس کی آمد و شد میں ہر غلطاں  
رگ گردن سے وابستہ بہ حرمت  
حصارِ عافیتِ تعویذ بازو  
وہ بچپن ہو جوانی ہو کہ پیری  
عہد ہے مدعی کو منکر لغزش

شکستہ ہو گئی ہمتِ جفا کی  
وہیں سے عشق کی دولت ملا کی  
بدل دیں فطرتیں جو ردِ جفا کی  
وہ مٹی پاگئی طینتِ شفا کی  
کرے جو سیرِ ارض کر بلا کی  
نازِ عشق یوں کس نے ادا کی  
سحابِ مغفرتِ رحمتِ خدا کی  
حسن کا جانشینِ حجتِ خدا کی  
منازعِ جاں حبیبِ کبریا کی  
تجلیِ تمکبِ عرشِ عیلا کی  
ہمارے خنداں باغِ بقا کی  
جنابِ خاصِ آلِ عبا کی  
کنارِ شوقِ فخرِ انبیاء کی  
نبوتِ بارِ مرکبِ بنا کی  
کبھی مگر رختِ نو کی انتہا کی  
تو نانا نے یہ حاجت بھی روا کی  
نبیؐ تاتہ بنے قدرتِ خدا کی  
عناں گیوے شاہِ دو سرا کی  
فلک پر دھوم ہے صلِ علی کی  
لی خالق سے سورتِ ہل اتنے کی  
خبر وہ مبتدا میں تمنا کی  
حسگر سوزی حدیثِ کربلا کی  
شقاقتِ اُمتِ خیرِ الہی کی  
دعا میں دل سے اصحابِ کنی کی  
لی ہو ان کو فطرتِ رہنما کی  
یہاں مدد ہیں راہیں خطا کی



خطا کیسی نہ ہو مگر ترک اولیٰ  
 کوئی ٹوٹے گا کیوں روکے گا کیونکر  
 غذا پاکر لعاب مصطفیٰ سے  
 اُبھر آئیں جوانی کے جلو میں  
 گل عارض پہ جوش ہاشمی سے  
 خلیجی گیسودں کے بیچ دھسم میں  
 سوادِ خط و خال دلربا سے  
 نظرسر کی گر دشن گم گشتگاں کو  
 کلام اللہ کی تفسیر باتیں !  
 تہ دامان نکلیں جلدہ انگن  
 عسرب سے تاجم پونجی تھی شہرت  
 حدیث شیب اک دفتر ہے حم کا  
 وہ پیری جس کی جانکا ہی نے پھرے  
 لو سے سینچ کر ایساں کی کھیتی  
 لڑاکر موت کی آنکھوں سے آنکھیں  
 سنا کر سر پس گردن سے جس نے  
 لٹا کر اپنی حرمت راہ حق میں  
 بلاؤں کو بہ رغبت دے کے دعوت  
 نجات اُمت حاصی کی خاطر  
 اسے کہتے ہیں نفسِ مطمئنہ  
 حسین ابن علیؑ اسے نورِ داور  
 مرے مولا۔ جبیں آدمیت  
 ترا پیمانِ اقوام جہاں کو  
 کبھی جب گوشِ برآواز ہوں گی  
 ملا دیں گی پراگندہ دلوں کو  
 حنیئا و حنیئا کی صدا سے  
 حسنیٰ ہی ہوگی صورتِ درماں

قسم کھاتی ہے عصمت انبیاء کی  
 کہ یہ تقیص ہے نورِ خدا کی  
 جوانی کی طسرت طفلی بڑھاکہ  
 انگلیں حنا ندان مصطفیٰ کی  
 نمایاں سرخیاں حرم وفا کی  
 نہاں خمِ خواریاں شامِ عزا کی  
 حیاں تنویر آیاتِ خدا کی  
 دلا دیں یاد آنکھیں مصطفیٰ کی  
 زباں مفتاحِ اسرارِ خدا کی  
 بہاریں باغِ تسلیم و رضا کی  
 جمالِ پاک و حسنِ دلربا کی  
 بیاضِ تمخری حسنِ وفا کی  
 جوانی پسکبر حق کو عطا کی  
 بڑھادیں قویں نشو و نما کی  
 نظر سے رول لی دولتِ بقا کی  
 کلائی توڑ دی دستِ جفا کی  
 بچالی آبرو دینِ خدا کی  
 مٹ دیں پھبتیں کرب و بلا کی  
 تہ محرابِ خبر بھی دعا کی  
 مصائب پر ضیا رخ کی بڑا کی  
 نشانی تو ہو عرفانِ خدا کی  
 ہمیشہ تیرے ہی دم پر جھکا کی  
 سناتی رہتی ہیں لہریں ہوا کی  
 پاشاں جستجوئیں مدعا کی  
 تری حق ساز یک رنگی نوا کی  
 خضا گو بنے گی پھر ارض و سما کی  
 ہر اک اندوہ و دردِ لا دوا کی

غم بہتی سے ہے دل تنگ "فتاسمہ"  
 مدد کو آئیے بدحت سرا کی



اسی طرح اس فاتح کی بھی یاد ہر قوم میں سنائی جاتی ہو۔ اس کی بیکسی پر خون کے آنسو بائے جاتے ہیں۔ نئے نئے بچے بچتے بھی اس کس مجاہد کا ذکر پڑھ کر الفاظ میں کر کے اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہیں جہاں تعویذ رکھا جاتا ہے وہاں ایک چھوٹا سا گورہ بھی نظر آتا ہے۔ جہتلاتا ہے کہ اس فاتح کی یاد کاغذ بھی لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہی ہو۔

اسے میرے کس شہید حیرانے تھا سا گورہ لوگوں کے لئے سبق آموز ہو۔ آج بھی اس گورہ سے آواز آرہی ہو کہ اسے دنیا کے رہنے والوں کو دیکھو اس طرح حق کے واسطے جان قربان کرتے ہیں اور یوں فتح حاصل کرتے ہیں۔ میری ایک تنہا بلن اور فروج مخالفت میں ہزاروں تلواریں۔ اور میری نئی سی جان اور اور میرے بڑے آزمودہ کار نورجانی۔ اگرچہ میں شہید ہو گیا لیکن فتح میری ہی رہی کیونکہ یہ میری مٹ گئی لیکن میرے لئے آج تک تمام عالم سو گوارہ ہے۔ یہ تمہاری حقانیت جس نے فتح کا قہارہ عالم میں بجا دیا۔

کیا کان ارض ماریہ کے سب سے بڑے فاتح تو نے روحانی جو ہر دکا کر دشمنوں کو ناکام کیا یا کا پیغام سنایا اور اپنے باپ کو فتح کا مزدو سنا کر خود شہید کے لئے مظلوم ہو گیا۔ یہ بھی تیری فتح کہ تو نے قصر بنی کی کا مضبوط اور ٹھوس بنیادوں کو متزلزل کر دیا۔ تو نے خود مظلوم بن کر ہمیشہ کے واسطے اپنے پس پیچوں کے سرے اس ظلم کو ختم کر دیا۔ تو نے مقصد یزید اور اس کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

اسے میرے جانا ذوالفلاح میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر تو نہ ہوتا تو حین اپنے مقصد میں اتنے کامیاب نہ ہوتے اور واقعہ کہ بلا استقامت اہمیت نہ رکھتا۔ دبر اعظم نے تیرے لائے میں بڑی سیاست سے کام لیا۔ وہ بڑی مانت تھے کہ تو ہی اس جنگ کو سر کرے گا۔ اور اس جنگ کی فتح و ظفر کا سرو تیرے ہمارے ہندو گا۔ اسے نیزا کے فاتح تیرے یاد ہمیشہ ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں باؤ رہے گی۔ مرد۔ عورتیں نہیں بلکہ بچے تک تیری یاد سنا کر تیری فتح کا پیغام سناتے ہیں۔ آج حسینیت زندہ باد کے نعروں کے ساتھ ساتھ کس مجاہد زندہ باد کے نعروں کے ساتھ دنیا کے گوشہ گوشہ میں گونج رہے ہیں۔ میں بھی اپنے جذبات و حقیقت سے مجبور ہو کر فاتح اعظم زندہ باد کا نعروں لگا کر اپنے معنوں کا ختم کرتا ہوں۔

”اس شہادت کا اہمیت“ دنیا کا مشاہدہ بتلاتا ہے کہ جنگ کے موقع پر پہلے فوج سے کام لیا جاتا ہے اور اس طرح سب سے زیادہ جو اہم قربانی ہوتی ہے اس کو پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ دبر اعظم نے ماضی کے دن پہلے اپنے صحابہ با وفا کو انسانیت کی خاطر پیش کیا۔ اس کے بعد احوال و اقراہ کا باریک دیکھ کر قرقر بنی ہاشم جیسے شجاع کو علم دے کر میدان میں بھیجا۔ قرقر بنی ہاشم حضرت ابو الفضل العباسؑ نے وہ شجاعت کے جوہر دکھائے کہ جس کی گواہی کاغذ بھی ارض ماریہ پیش کر رہی ہو۔ جب یہ بہادر بھی فرات کے کنارہ فتح کی نیند سوچا تو آخر میں اپنے کڑیل جوالہ فرزند کو اذن مجاہد دے کر عجیب طرح سے رخصت فرمایا۔ شہید رسول نے بھی وہ شجاعت کے نمونے پیش کئے جو قیامت تک کے لئے عظیم المثال بن گئے۔ فرمنا کہ جب تمام اصحاب و احوال شہید ہو چکے تو اب اس بہادر جو حسینؑ کا آخری اور سب سے عظیم ہر تھا۔ جسے حسین صرف اس واسطے لائے تھے کہ یہ میرے مقصد کو کامیاب بنائے گا یہی بڑے بڑے بہادروں کی ہمتوں کو لپٹ کر کے مظلوم کو باخود میدان میں لیکر پہنچنے حسینؑ کو ایک ایسے بہادر کی ضرورت تھی جو فوج یزید میں پہلی چل چلا دے۔ اس کام کے واسطے دبر اعظم کے نزدیک اس کس مجاہد سے زیادہ کوئی کمزور نہ تھا۔ چنانچہ اس بچے کو بھی امت کی خاطر قربان کر دیا۔

”شہادے کا اثر“ فوج یزید میں جو اس شہادت کا اثر ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔ کس مجاہد کا میدان میں پہنچنا تھا کہ فوج کی حالت دیگر گروں ہو گئی۔ اور ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا۔ وہ لوگ جس کے قلوب پتھر سے زیادہ سخت ہو چکے تھے جن کو اپنے خیمہ کے نواسہ کا کلام سننا گوارہ نہ تھا جو حسینؑ کے ہر سوال کو رد کرنا فرماتے تھے جس کا مقصد زندہ حسینؑ اور اس کے احوال کو تکلیف پہنچانا تھا لیکن یہاں پر ان سب باتوں کے ان کے قلوب کو اس طرح موم کر دیا کہ اپنی صداقت کا کلمہ پڑھ لیا۔ لشکر والوں نے کنا شروع کر دیا کہ ہاں میں حق کہہ رہے ہیں۔ اس بچہ کو پانی پلا دو۔ یہاں نہیں بلکہ اپنا مظلومی دیکھی یہ دشمنوں کو رلایا اور خود ہنتا رہا اور کیوں نہ ہنتا۔ وہ سمجھتا تھا کہ دشمنوں کا میرے حال پر رونا میری فتح کی دلیل ہے۔

”یہی الاوقای شخصیت“ تاریخ عالم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح شہید اعظمؑ کی دنیا کے گوشہ گوشہ میں یاد گاریں سنائی جاتی ہیں۔ ان کا تذکرہ مجلسوں میں کیا جاتا ہے۔ تعویذ اپنے حواریوں میں رکھ کر فرماتے ہیں

## ایمان کے نمائندے

(از جناب سید ارشاد حسین صاحب ہمدردی)

کر بلا میں آئیے تصویر ایمان دیکھئے  
 نور ہندواں دیکھئے تفسیر قرآن دیکھئے  
 جس فضیلت پر ملائک سے ملا انسان کو غفر  
 کر بلا کے رنگ داروں میں وہ تاباں دیکھئے  
 کوہ کے پیکر میں انسانی ثبات و عزم ہے  
 صبر ایوب اور حبشی بھی ہے حیراں دیکھئے  
 تا ابد خوں دے کے زندہ کر گئے اسلام کو  
 کر بلا میں آہ یہ ٹھوڑے سے انسان دیکھئے  
 عرش اعلیٰ کے ستارے ہیں زمیں پر جلوہ گر  
 کر بلا ہے رشک صد گلزار ونداں دیکھئے  
 کچھ عرب کے چاند ہیں اور کچھ عجم کے غیر ہیں  
 گلشن ایجاد کے گل ہائے خداں دیکھئے  
 ہاشمی ستوت بھی ہیں اور علوی شاہکار  
 یہ رسالت وہ امامت کے ہیں عنوان دیکھئے  
 غامر و عارث بربر و حرکڑے ہیں قرب شاہ  
 قلب میں عباسؑ ابن شیر مرداں دیکھئے  
 دست چپ پر قاسم و عون و محمدؑ سے صغیر  
 بائیں جانب اکبر و جعفرؑ سے دیناں دیکھئے  
 زیر سایہ ہیں علم کے وہ حسینؑ ابن علیؑ  
 مالک کون و مکان و خا و خشیداں دیکھئے  
 اک طرف وہ آہنی دیوار فوج مغرکی ہے  
 اور ادھر گنتی کے ہیں وہ اہل ایمان دیکھئے  
 اسلام اے لشکر حق کے مجاہد اسلام  
 اے رہے تمت کہ ارتخہ ہے ثنا خواں دیکھئے

## کر بلا کا جعفر طیار

(از جناب مظفر حسین صاحب جوہوری)

جانا ہے سوئے نر علمدار دیکھئے  
 شانِ شباب حیدر کرار دیکھئے  
 مہر وفا ہے یا بنی ہاشم کا چاند ہے  
 یارن میں برق طور ضیا بار دیکھئے  
 تیور میں شان حضرت حمزہؑ کی ہے عیاں  
 چہرہ پر رعب جعفرؑ طیار دیکھئے  
 اک ہاتھ میں ہے پرچم اسلام سر بلند  
 اک ہاتھ میں جری کے ہے تلوار دیکھئے  
 سوکھا ہوا سکینہ کا مشکیزہ دوش پر  
 سقا بنا ہوا ہے علمدار دیکھئے  
 پیاسے تھے تین دن کے مگر لب کیا نہ تر  
 سقائے اہلبیت کا ایشار دیکھئے  
 مغرور فوج شام پلٹ کر بھر آگئی  
 عباسؑ پر ہے تیروں کی بوچھاڑ دیکھئے  
 بے آس جو گئے جو لگا تیر مشک پر  
 گھوڑے پر اب سنبھلنا ہے دشوار دیکھئے  
 جرم و جہم شانے کئے آہ خاک پر  
 ہے کر بلا کا جعفرؑ طیار دیکھئے  
 فوج خدا کا صرف مظفر علم ہے یہ  
 پرچم پر مگر خون علمدار دیکھئے

# واقعہ کر بلا سیاسی نقطہ نگاہ سے

ماہی بلکری

وہی صورتیں تھیں۔ اول تو یہ کہ ہمدی تباری کے ساتھ لشکر کشائی جاتی۔ دوم یہ کہ مظلومیہ کا راستہ اختیار کیا جاتا۔ تاکہ روحانیت اپنے اصل شکل میں ظاہر ہو سکتی۔ مولانا دوسری صورت اختیار کی اور انھوں نے ہر سجدہ و تشہود کا حجاب مہر و سکون سے دیا۔ اور جب بھی لوگوں نے اس کے متعلق لکب کشائی کی آپ نے حکم الہی شاکر خاموش کر دیا۔ یقیناً حکم الہی ہی تھا جو کہ مولا نے اختیار کیا۔ اگر حسین بھی گھر پر ہی غمید کر دیے جاتے تو شاید باہر ہی دنیا کو اس کا علم بھی نہ ہوتا۔ مظلوم کر بلا نے روحانیت کا پرچم بلند کرنے کے لئے دشمنوں کا انتخاب کیا۔ تاکہ زمانہ دیکھ لے کہ مجھے دنیاوی جاہ و عزت کی کوئی ضرورت نہیں ہو میں تو ریگستان میں بھی اپنا گزارہ کر سکتا ہوں اور آپ نے نیزہ کو پیغام بھیجا کہ اگر تیرے کو میرا رہنمایاں بھی گوارہ نہیں ہے تو مجھے راستہ دے کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہندستان ہی کی طرف نکل جاؤں اپنے نانا کا گھر تو میں نے چھوڑ دیا ہے سرزمین عرب کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار ہوں لیکن میرے لئے یہ حال ہے کہ میں حیرت بیست کر لوں اس لئے کہ حق پر باطل بھی فرخ نہیں پاسکتا۔ سیاست کے ضمن میں نے وہ صحیح راہ اختیار کی جس نے دنیا میں تھک کر پراکویا اور نیزہ کا کارناموں کو ہمیشہ کے لئے محفوظ سے نابود کر دیا۔ ہیں اپنے خیر کے لئے واقف کہ ہر کڑی پر نظر رکھنی ہوگی۔ جس وقت تو اسے رسول نے کہہ کر چھوڑا اور کربلا کی جانب روانہ ہوئے تو حاکم لشکر نے آپ کا راستہ روکا۔ دشمن پیاسا تھا اور تھکا آ رہا تھا پیغمبر کو تباہ کرنے کے لئے زبردست موقع تھا۔ اگر حسین سپاہ ان کو گھیر کر ختم کر دیتی تو شاید واقعہ کربلا دوسرے رنگ سے لکھا جاتا۔ لیکن حسین نے اس کا عنوان ہی بدل دیا۔ حاکم گھوڑوں کو پانی پلایا اور مار مار کر شاہر ہو کر آپ کے قوت بازو نے اس کام میں سب سے بڑھ کر ٹھپی ظاہر کر۔ یہ شہرت کی زبردست کڑی ہے کہ حسین دکھا دینا اور تباہ دینا چاہتے تھے کہ مجھے تم لوگوں سے کوئی پر غاش نہیں ہے تم اپنے افعال کو دیکھو اور خود غمخیز

یہ اس زمانے کی بات ہے جبکہ کعبہ رسول ابھی میل بھی نہ ہوا تھا کہ جاہ و خشم کے رسیا خانہ لہو رسول کی بربادی کے درپے ہو گئے۔ ظاہر نہیں لگتیں زمانے کے درو جند میں اپنے کامرانی و نصرت کے پرچم کو لہرانا ہوا دیکھ رہی تھیں انھیں ابھی طرح معلوم تھا کہ وہ قوم جو ایک روٹی کے ٹکڑے کے لئے خون بہا دینا اپنے شجاعت اور بہادری سمجھتی ہے۔ اس کے لئے نہ مال کیا قیمت رکھتا ہے۔ نہ بات انسانی میں پہچان پیدا کر دینے والے کلمات محبت کو فریضہ کرنے میں کھتے۔ ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ حاشیہ نشینوں کے دل و دماغ پر۔ مگر سیم و زرد کی مہر لگادی جائے تو ان سے کس قسم کا کام لیا جاسکتا ہے لذت نفس ہی وہ ہیجان انگیز حربہ ہے جو بڑے سے بڑے اولوالعزم جو انہم کے پائے استقامت میں لرزش پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وہ اسباب تھے جنہوں نے بنی امیہ کے دلوں میں چنگ لے کر جم دیا اور ان کی خاندانی کینہ پرور کاٹنے اس کو ہوا دے کہ قتلہ بنا دیا۔ بنی ہاشم کے بڑے ہوئے جاہ و جلال اور ان کی روز افزوں ترقی بنی امیہ کے دلوں میں تیرن کر بیست ہوئی۔ لہذا انھوں نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن ذرائع اختیار کئے حضرت علی کو مسجد میں زخمی کیا اور امام حسن کی ران پر جائے نماز پر زخم لگایا۔

خانہ بنی ہاشم روحانیت کا پرچار کرتا اور کبھی منافقین کے لٹاوت کا پیغام تھا۔ لہذا انھوں نے اس پسند روحانیت کے جانشینوں کو جیتنے کرنے کی اسکیم تیار کی۔ منافقوں کا پہلا مار کا سیلاب ہوا اور انھوں نے دوسرا مار حضرت امام حسن پر کیا اور اس میں بھی وہ کامیاب رہے۔ مظلوم کر بلا ان حالات کا اچھی طرح سائنس کر رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ کس طرح یکے بعد دیگرے ان کے اعزاز ختم ہو رہے ہیں اور اب ان کی باری ہے۔ اور اس کے ساتھ نانا کا پیغام بھی لوگوں کے دلوں سے آہستہ آہستہ مشتعل ہا رہے۔ لہذا انھوں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے نانا کے حق کو اپنے خون کی قربانی دے کر بچائیں گے۔ نیز یہ سے شکر لینے کے لئے

کرو۔ دنیا تمہارے کارناموں کو دیکھ کر ہمارا انصاف کسے۔ دنیا کے سرود دلوں میں پہچان پیدا کرنے کے لئے زبردست قربانی کی ضرورت تھی تاکہ سرود اہل میں پھر جوش پیدا ہو اور وہ اچھے بُرے کی تیز خود پہچان کر کے ورنہ سرزمین کو فخر پر حضرت مسلمؑ کو تنہا جانے کی ضرورت نہ تھی اور مسافرت میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا کیا کام؟ مگر حسینؑ جلتے تھے کہ یزید تو ہماری بیخ و بن کو اکھاڑنے پر تیار ہوا ہے اور وہ حضرت مسلمؑ کو فرد شہید کرا دے گا اور یہی نہیں بلکہ ان کے ننھے ننھے بچے بھی اس کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہیں گے۔ اور یہ واقعہ ہائی کو ذمہ لے لے آگے کھل دینے کا باعث ہو گا اور ظلم کا آہنی پنجہ خود بخود سونپ جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ پیرایہ مسلمؑ اور حضرت مسلمؑ شہید ہو گئے اور نفرت اور انتقام کا مادہ آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں میں کوٹھلیٹنے لگا۔ بیان کیا کہ دربار اہل زبیر میں اس کا مظہر بھی ہوا۔ حضرت مسلمؑ کا مشن ختم ہوا۔ اب صرف حسینؑ مظلوم کا کام باقی رہ گیا تھا۔ دشت نیزا میں خیمہ نصب کئے گئے اور یزید نے ساتویں محرم سے حسینؑ پر پانی بند کر دیا۔ اب بیان ہم ایک سوال باقی رہ جاتا ہے وہ یہ کہ کیا غیر ششک کے بیٹے میں اتنی بھی ہمت باقی نہ تھی کہ وہ اپنے جانثاروں کے ساتھ حملہ کر کے فرات سے چند ٹھک پانی لے آتا؟ جس کے ہمراہ عباسؑ جیسا جوی اور حبیبؑ اپنی منشا جیسا جانثار موجود ہو اس کے لئے یہ مشکل نہ تھا لیکن اس کا نتیجہ منشا تھا یزیدی لشکر کے کشتوں کے لپٹے بندھ جاتے اور لاکھوں بے گناہ جو سیم و زر کے لالچ میں یزید کے لشکر کے ساتھ جلتے وہ ختم ہو جاتے۔ حسینؑ نے قتل و غارت سے احتراز فرمایا اور ہر جبر و تشدد کو خود پر گوارہ کر لیا اور یہی نہیں بلکہ حسینؑ نے ایک مجلس مشاورت کا لم کی اور اس میں سب پر یہ واضح کر دیا کہ کل میں شہید کر دیا جاؤں گا یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں ان کو تم سے کوئی قرض نہ ہو گا۔ لہذا جس کا دل چاہے وہ وہاں چلا جائے اور اس کے ساتھ اپنے چراغ گل کر دیا تاکہ جلتے والے آسانی کے ساتھ جا سکیں۔ حسینؑ خود بھی دوسروں کو ابتلا میں مبتلا نہ کرنا چاہتے تھے۔ مرتے دم بھی آپ نے عرب کے اصول جنگ کو نظر انداز نہ کیا اور فردا فردا لوگوں کو جنگ کی اجازت دی۔ مظلومیت اپنے عروج کا طرف بڑھ رہی تھی

اور ظلم اپنے مرکز کی طرف نہایت تیزی کے ساتھ جاری تھا۔ اصحاب و نصاریٰ کے قتل ہو جانے کے بعد عرب و اقطاب آہستہ آہستہ ختم ہونے لگے اور حسینؑ نے اتمام حجت کے لئے ظلم کا آخری شکار بھی ہو کر اس سے نکال کر پیش کر دیا۔ ننھے مجاہد کی شہادت ہو وہ جان کا وہ واقعہ ہے جس نے دنیا کو متحیر کر دیا اور واقعہ کر بلا کی اہمیت کو معراج پر پہنچا دیا۔ دنیا میں اس واقعہ سے آگے نکل گئی اور قلوب عالم یزید کی طرف سے خوف ہر گئے اور حسینؑ کا مشن پورا ہو گیا۔ حسینؑ نے طریقہ یزید سے مکر لینے کا اختیار کیا تھا وہ ایسا غیر مستحکم نہ تھا جو آسانی سے لوگوں کے دلوں سے محو ہو جاتا حسینؑ کے مشن کو آخری منزل پر پہنچانے میں زبردست ہاتھ حضرت زینبؑ کا ہے۔ حضرت زینبؑ کا تشریف حسینؑ کے مشن کو کامیاب بنانے میں معاون ثابت ہوئی۔ آپ کی تقریر نے زمانہ پر سے مکر و دیا کا پردہ اٹھا دیا اور یزیدی سلطنت اپنے صبح خرو خال کے ساتھ ظاہر ہو گئی۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ نصف یا پونہ صدی کے اندر اندر یزیدی حکومت تباہ و برباد ہو گئی۔ حسینؑ سیاست ہے جس آسانی سے تختہ یزید کو پلٹ دیا وہ لوگوں کے لئے شعل راہ بن گئی۔ آج اس عبوری دور میں ہر شخص اس سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہو یزید نے اپنی دانت میں تشدد اور ظلم میں کوئی کسر باقی نہ رکھی لیکن جو جو حیوانیت اور دندنگ انسانیت پر قبضہ جانے کی کوشش کرتا تھا اتنا ہی دو ترمیں بند پیدا ہوتا گیا۔ اگرچہ غافلانہ نبوت کا ہر فرد کشتہ جفا ہوا اور کوئی بھی اپنے طبیعت سے نہ رہا۔ لیکن اس کے نتائج اسی قدر دور میں ہونے لگے کہ بقل جو شش

ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

حسینؑ کی مظلومیت اپنے اندر وہ سیاسی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ دو بادشاہوں کی جنگ کہنے والے ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر کہیں کیا اس شان و شوکت سے جنگ لڑی جاتی ہو۔ یہاں جنگ میں انداز سلوک کا لہجہ کیا اس بات کی دلیل ہیں جو حسینؑ سرزمین کو مدینہ کو اپنے اہل و عیال کا وچھے آزمائش میں مبتلا کرنا نہ چاہتے تھے۔ جن و بادل کی جنگ کے نتائج ہلکے ساٹے ہیں۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ ظلم و ستم کرنے والے کا نام و فظ بھی باقی نہیں اور حسینؑ؟

محبوب کے مقصد کی طرح پھیل گئے

ہر ملک میں ہر قوم میں ہر گھر میں

رفضل



## سلام

خواب سیاب اکبر آبادی کی روایت و قافیہ میں  
(از جناب سید محمد حسن صاحب قاف اور نجیہ آبادی)

## قتل کرتا ہے نیرید اور فتح پاتے ہیں حسین

(رئیس الادب و جناب ہفت اجتماع دی مرحوم)

حق کے اور پر کر بلاں سکھاتے ہیں حسینؑ  
بیت بکا اور زور بگاڑ مصطفیٰؐ  
جسے موطات کو کیر کر فتح حاصل کیجئے  
باطل حق کا ہماروں کے ہاں فیصلہ  
چاند پر بھی خاک ڈالے ہے پری کو جنگ  
تیر کا شیکہ تیرہ جانے کا نام اسلام کا  
چاہتے ہیں ہر صیبت کا بوجھ خاتمہ  
کا میا بی جب نظر آتی جو اک اک زخم میں  
انکی ایسی جنگ نیاں لوگ کیا کوئی  
جس جگہ کے رہنے والوں کے تئوں پر نہیں  
اپنی بیا بی کی صیت پوری کرنے کیلئے  
ہاے عبوسہ شہ شمشیر عیاش جی  
تعزیتے ہیں بھی لٹا ہو دنیا میں ہیں  
یہ تو روئے کی تھکے نقل جو بدعتیں  
حضرت حمزہ کو روئے تھے رسول شرف  
دشمنوں سے دین پیغمبر جانے کیلئے  
آپ کے اہل حرم زندان میں جاتے ہیں حسینؑ

مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں سب کی لئے حق  
ہم گنہگاروں کے کفر کام آتے ہیں حسینؑ

نظر رحمت کی ہر اسکی طرف پوشیدہ فرشتہ  
دینے کے سلائی کینوں گرویدہ گرویدہ  
سوئے کر بے بلا دیکھو شہیدانِ قافیہ میں  
جہاں نہ سکتا نہیں ہر گز غریب کا تولا  
مجاہدان شہ دیں کیلئے جنت یقینی ہے  
صراف حق پہ آنچ آنے نہ پالے نہ کاشا  
پر عبث اب کا عالم تھا ہاشم لاؤ کا  
کشا رخاہ میں ہیں نیچاں مفرک کینوں  
قطع

طلوع صبح کا دیشام سے جیب گئی دین  
سم دیکھو بناؤ لکھ دیے شاہ پرستوں  
چھری چلتی ہے طرز زندگی پر کیا کیا  
ستمگاریوں کی دین میں ہمارے ہر ہر  
قیامت تک اینگی ہال کولے فاطمہ ہر  
ہرے پیدا روئے مٹنے جو قصہ ہو ہر ہر  
نہیں قتل اتفاقی لکھ دیے ہر ہر  
ابھی نہ وہ میں صحابی بنی نجد و نجد  
گنہ ناکوئے کوئے ستم نادرہ نادیدہ  
سینے سے رہا گئی سونے نادرہ نادیدہ

یزید غلج پرے میں کوئی دشمن دین  
جلا جاتا ہے خشم غم میں خورشید ہندی  
ہے مشہور جہاں دیوانہ آل نبی خامہ  
گمراہ تیں کیا کرتے ہیں وہ سنجیدہ سنجیدہ



# تاجدار مملکت وفا کی سبق آموز زندگی

(از جناب سید حافظ علی صاحب صاحب مدرسہ صدر انجمن طلاب لکھنؤ)

و بہادر ہو جو میرے اس فرزند حسین کی سرزمین کر بلا میں مد کرے

اسرار الشہادۃ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۱۹

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؑ کی یہ خواہش تھی کہ میدان کر بلا میں میں موجود نہ ہوں گا۔ مگر ایک ایسا فرزند چھوڑ جاؤں جو میری طرف سے حسینؑ مظلوم کی نصرت و مدد کرے معلوم ہوتا ہے کہ حسینؑ کی نصرت کرنے والوں کا درجہ بارگاہ باری میں کچھ اتنا بلند ہے کہ انبیاء مرسلین کو یہ خواہش تھی کہ کاش ہم میدان کر بلا میں نصرت کرتے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ جیسا انسان جو قاسم نار و جنت ہو سکی یہ تمنا کہ کوئی میری طرف سے حسینؑ مظلوم کی نصرت کرے۔ کاش ہم سب غلاموں کے دل میں نصرت حسینؑ کا صحیح جذبہ پیدا ہو جائے۔

تاریخ ولادت کے متعلق علماء کے اقوال { چونکہ آپ کے حالات زندگی

سے کتب تاریخ خالی نظر آتے ہیں۔ لہذا آپ کی ولادت کا کسی معتبر کتاب میں کوئی تذکرہ نہیں شاہ محمد حسین صاحب صابری حنفی، آمینہ تصوف، مطبوعہ رامپور کے صفحہ ۴۶ پر رقمطراز ہیں کہ آپ کی ولادت بتاریخ ۱۳ رجب بروز پنجشنبہ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اہل ایران نے آپ کی تاریخ ولادت کے متعلق مستند علماء نجف اشرف سے فتویٰ حاصل کیا ہے جس کا خلاصہ ان لفظوں میں پیش کیا ہے۔

در ولادت با سعادت باب الحوائج قرنیہ امام حضرت ابو الفضل العباس

ما آقا یان نجف اشرف لیلہ چہارم ماہ شعبان از اسناد معتبرہ مؤلفہ

بہت آورده اند ۱۲۱۲

مجلہ علمیہ ندائے ترقی مطبوعہ مشہد مقدس صفحہ ۲۲۷

ان اقوال کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں لیکن درجہ صحت تک کوئی نہیں۔

سنہ ولادت کے متعلق شیخ محمد بن علامہ شیخ طاہر سمرقانی نے اپنی کتاب اہل بیت

ضرورت ہے اور شدید ضرورت کہ ہمارے نوجوان طلبہ کو ایسے بزرگان دین کے حالات زندگی سے آگاہ کیا جائے جن کی علیؑ زندگی نے ترقی کے لیے ایسی شاہراہیں بنا دیں جن پر چلنے والے ہمیشہ دینی اور دنیاوی ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے قمر بنی ہاشم حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کے حالات زندگی تحریر کیا ہوں تاکہ عباسؑ کا ماتم کرنے والے آپ کی لائق تاسی زندگی کو پڑھیں اور آپ کی سیرت کو اپنا لائحہ عمل بنائیں۔

خلاصہ حیات { آپ کا نام عباسؑ کنیت ابو الفضل لقب مقلد سکینہ تھا۔ آپ کے والد ماجد مولائے کائنات حضرت علیؑ ابن ابیطالب تھے، والدہ گرامی جناب فاطمہ کلابیہ (رام نہیں) تھیں۔ آپ کی ولادت کی تاریخیں علمائے مختلف تحریر کی ہیں لیکن صحیح تاریخ کی تحقیق ہوسکی۔ ۳۴ برس کی عمر میں میدان کر بلا میں حایت سبط رسول کے سلسلہ میں ۱۰ رجب ۱۲۱۲ء کو شہادت ہوئی۔

## آپ کی ولادت کے متعلق حضرت علیؑ کا خاص اہتمام

حضرت علیؑ کے دل میں آپ کی ولادت کے متعلق ایک خاص تمنا تھی چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے اپنے بھائی جناب عقیلؑ کو طلب کیا (یا خود آپ تشریف لے گئے) اور فرمایا بھائی تم عرب کی تسلوں سے خوب واقف ہو لہذا میرے لیے کسی ایسے خاندان کی کوئی عورت تلاش کرو جس سے جو بچہ پیدا ہو وہ بیعت و بہادری میں اپنا خل و زہیر نہ دکھائے۔ صاحب اسرار الشہادۃ، تحریر فرماتے ہیں

ترجمہ عبارت : جب حضرت علیؑ علیہ السلام نے اپنا عقد کرنا چاہا تو اپنے بھائی عقیلؑ (جہا ہر ناب عرب تھے) کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا بھائی عقیلؑ میں چاہتا ہوں تم میرے لیے کسی مالی خاندان کی کوئی ایسی عورت تلاش کرو جس سے جو بچہ پیدا ہو وہ نہایت ہی شجاع

فی انصار الحسین" مطبوعہ نجف اشرف کے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے: "ولد سنة ست وعشرين من الهجرة" یعنی حضرت عباس علیہ السلام ۶ سالہ میں پیدا ہوئے۔

**حضرت عباسؓ کی پرورش** آپ کی پرورش کی تمام ذمہ داری حضرت امام حسین علیہ السلام کے سپرد تھی۔ فرج زیارت ناحیہ میں تحریر ہے کہ وقت ولادت جناب امام حسینؑ نے آپ کے کمان میں اذان کی اور قبل خیرادر اپنا العابد وہن آپ کے منہ میں دیا۔ افسوس اور انتہائی افسوس ہے کہ آپ کے حالات بچپن کے حالات زندگی کتب تواریخ میں بالکل ناپید ہیں اور جو کچھ حالات ملتے بھی ہیں وہ واقعہ کر بلا کے سلسلے میں ہیں۔ لیکن اگر کتب تواریخ کی کافی چھان بین کی جائے تو یقین ہو کہ کچھ نہ کچھ حالات ضرور مل جائیں گے۔ جب آپ کی ولادت کی خبر حضرت علیؑ کے پاس کے نام کی صفت کو بوجہی تو آپ دوسترا میں تشریف لائے خوش ہو کر بچہ کو گود میں لیا پیار کیا اور نام "عباس" رکھا۔ حضرت علیؑ سے بڑھ کر کون عالم انیب ہو سکا آپ نے یہ نام بچہ کے آئندہ کارناموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے رکھا تھا۔ کتاب "المختار" کے باب میں صفحہ ۵۰۳ پر مطبوعہ بیروت میں تحریر ہے: "العباس من الاسماء الكاسدة" شیروں کے نام میں سے ایک نام عباس بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کر بلا کے میدان میں شیر خدا کے اس شیر نے وہ بے پناہ شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا ہو کہ دنیا تا اب مثال پیش کرنے سے قاصر رہے گی۔

**جنگ صفین میں آپ کا وجود** آپ کے بچپن کے واقعات میں ایک واقعہ ۵۵ پر ملتا ہے وہ یہ کہ جنگ صفین میں محمد حنفیہ نے حضرت علیؑ سے شکایت کی کہ آپ بھی کو ہر مرتبہ جنگ کے لیے بھیجتے ہیں اور جنین کو اجازت جنگ نہیں مرحمت ہوتی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تو میرا فرزند ہو اور جنین فرزند رسول ہیں لہذا میں ان کو کیسے جنگ کی اجازت دیتا۔ امام حسین علیہ السلام نے یہ باتیں نہیں اور کچھ تکلیف ہوئی۔ آپ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور اذان جنگ طلب کیا۔ حضرت علیؑ نے بڑی مشکل سے اجازت مرحمت فرمائی۔ جب حضرت عباس نے امام حسینؑ کو رزمگاہ کی طرف تنہا جاتے دیکھا آپ ایک گھوڑے پر

سوار ہو کر فوراً فرج دشمن پر چاہنے اور نوے دشمنوں کو واصل جہنم کیا۔ لوگوں میں کھلبلی مچ گئی کہ آخر یہ کون بہادر ہے جس نے فوج دشمن کو الٹ کر رکھ دیا۔ آخر معلوم ہوا کہ یہ قرظی ہاشم جناب عباس علیہ السلام ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر شریف صرف نو برس کی تھی۔

لیکن بعض کتب معبرہ صرف آپ کے وجود کی قائل ہیں جنگ کی نہیں علامہ شیخ طاہر سادیؒ کتاب "ابصار العین فی انصار الحسین" کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ آپ موجود تھے لیکن جنگ نہیں کی نیز رزمگاہ صفین میں آپ کے وجود کا پتہ مناقب الخطب خازمیؒ کی عبارت سے بھی چلتا ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

ترجمہ: "کرب" پلوں سے مقابلہ کے وقت حضرت علیؑ نے اپنے بہادر بیٹے عباسؑ کو بلایا اور حکم دیا کہ اپنے گھوڑے سے اترو اور اپنے کپڑے اتار دو۔ حضرت علیؑ ان کے گھوڑے پر سوار ہوئے (اور ان کے کپڑے پہنے) اور اپنا لباس اپنے بیٹے عباس کو پہنا کر اپنے گھوڑے پر سوار کیا (یہ اس لیے تھا) کہ کرب آپ کے مقابلہ سے بچو گے نہیں۔ مناقب الخطب خازمیؒ صفحہ ۱۹۶ (مکملی)

**جناب عباسؑ کی شادی** جناب اولاد حیدر صاحب فوقیؒ تحریر فرماتے ہیں:

آپ کی شادی حضرت عباس بن عبد المطلب کے صاحبزادے عبد اللہ کی لڑکی سے ہوئی تھی بعضوں نے آپ کی زوجہ محترمہ کا نام زکیہ لکھا ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ صاحبزادوں میں سے ایک کا نام فضل دوسرے عبد اللہ تھا۔

لیکن تاریخ التواریخ جلد ششم صفحہ ۲۸۹ مطبوعہ بیروت کی عبارت آپ کی زوجہ کا نام "لباب" بنت عبیدہ امیر بن عباس بن تلاقیؒ اور اولاد میں صرف دو صاحبزادے فضل اور عبد اللہ تلاقی ہے۔

علامہ اسفہر آئینیؒ نے کتاب "نور العین" مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے کہ جب جناب عباسؑ رخصت کے لیے خیمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی زوجہ اور دو بچے تھے جنہوں نے آپ کا دمہ تمام لیا۔ فدخل وکان له نوحۃ فدخل بن خلاد فقہ "نور العین" مطبوعہ مصر صفحہ ۲۱۔

## امام حسینؑ کا سفر عراق اور حضرت عباسؑ کے خدمات

کتاب ابصار العین فی انصار حسینؑ کے صفحہ ۲۶ سے پتہ چلتا ہے کہ جناب عباسؑ نے چودہ برس تک اپنے والد کے ساتھ اور چوبیس برس تک امام حسینؑ کے ساتھ زندگی بسر کی۔ جب آپ کی عمر چونتیس برس کی ہوئی تو امام حسینؑ نے یرمیت کا بڑھتا ہوا سیلاب روکنے اور اسلام حقیقی کو دنیا میں پھیلانے کے لیے سفر عراق کی تیاری کی۔ اس موقع پر سفر کے تمام انتظامات جناب عباسؑ کے سپرد ہوئے۔ جناب عباسؑ نے حسینؑ اور اہلبیت سینؑ بلکہ پورے قافلے کی ایسی خدمت کی کہ جو یادگار رہے گی۔

کربلا میں داخلہ { حسینؑ کا چھوٹا سا لشکر دو محرم کو سرزمین کربلا پر پہنچا۔ امام حسینؑ نے خیام لب کیے جانے کا حکم دیا جناب عباسؑ نے فرات کے کنارے نیچے لب کرنا چاہے لیکن دشمن فرام ہوئے بالآخر فرات سے دور جتنی ریت پر خیام امام لب کیے گئے۔ جناب عباسؑ نے اہل حرم کو نہایت عزت و احترام سے اتارا، غرض دوسری محرم سے دسویں کی صبح تک آپ ہر طرح کے خدمات انجام دیتے رہے۔

فرات سے پانی کا بند ہونا { محرم کی ۷ تا ۱۰ تاریخ تھی کہ ابن زیاد کا سختی کراد پانی بالکل بند کر دے ایک قطرہ خیام امام میں نہ پہنچے۔ اب کیا تھا حسینؑ پر اور تشدد ہونے لگا، پیاس سے بیقرار بچے طالی کوڑے ہاتھوں میں لے، اسطرح ہطش کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ سوال آپ پر یہ جواب ملتا تھا۔ اگر دسے زمین پانی پانی ہو جائے مگر حسینؑ کو ایک قطرہ پانی نہیں ملے گا۔ علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب "امالی" میں صفحہ ۸۲ پر مطبوعہ ایران میں تحریر کرتے ہیں: "اماتون الی ماء الفرات یلوح کا نہ لہون الحیات" دشمن کہتے تھے اے حسینؑ دیکھ ہے جناب فرات سے کپڑے لہریں مار رہا ہے (مگر تم کو نہ ملے گا) غرض کہ خیام حسینؑ اور انصار حسینؑ میں قیامت کا تھا آب تھا۔

جناب عباسؑ کا کنواں کھودنا { تاریخیں بتاتی ہیں جب بچوں پر جناب عباسؑ کا کنواں کھودنا { پیاس کی شدت ہوئی تو امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کو بلوایا اور فرمایا۔ بھیاں بچوں کے لیے کنواں کھودو۔ ملاحظہ

مقتل ابی مخنف کی عبارت۔

ترجمہ عبارت۔

بچوں نے بے پناہ پیاس کے سبب سے بچپن کے عالم میں امام حسینؑ علیہ السلام سے شکایت کی۔ آپ نے حضرت عباسؑ علیہ السلام کو بلا کر فرمایا بھیاں ذرا اہلبیت کو جمع کر کے کنواں کھودو حضرت عباسؑ نے فوراً کنواں کھودا لیکن پانی نہ براہ ہوا لہذا بند کر دیا۔ علامہ بطامیؒ تحریر کرتے ہیں کہ آپ کنواں کھودنے بھی نہ پائے تھے کہ عمر سعد کی فوج نے بند کر دیا۔

برادر خود را طلبید و فرمودہ اہلبیت خبر را جمع نماد چاہے کہ

حضرت عباسؑ چاہے کہ عمر سعد چاہے راپر کر دے

تحد حسینہ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۳۲

امام اکبرؑ کربلا کی پھر ٹی چٹیل زمین، اور آفتاب کی تمازت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ایسی حالت میں کنواں کھودنا۔ یہ عباسؑ ہی جیسے وفادار اور بہادر کا کام تھا۔

شب نہم جناب عباسؑ کا کنواں کھودنا { تاریخ التواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے

شب نہم گھر جانے کے بعد ایک کنواں کھودا۔ ملاحظہ ہو عبارت۔

و چون شب نہم محرم بیایاں رسیدہ سفیدہ صبح برویدہ بر سر حسینؑ

علیہ السلام آب تنگیاب بود اہلبیت و اصحاب سخت لغتہ شدہ و شکایت

بحضرت حسینؑ آوردند و بعد ایشرا برادر خود را طلب کرد و فرمود

چند تن از اصحاب چاہے کندی باشد کہ آہ برآوردہ درین کوٹ

برقند و چند کہ کاوش کردند آب نہ یافتند

تاریخ التواریخ جلد ۱ صفحہ ۲۴۳ مطبوعہ بیروت

بہر حال ان عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ جناب عباسؑ علیہ السلام نے پانی دستیاب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کسی طرح پانی نہ ملتا ہوا۔

جناب عباسؑ کے لیے جریر بن عبداللہ نے امان نامہ بھیجا

ابن زیاد مدبر میں بیٹھا تھا، کربلا لشکر روانہ کرنے کے انتظامات ہو رہے تھے، غم کو تیار ہی کا حکم ہوا، دفعتاً وہ بار سے جریر بن عبداللہ نے امان نامہ لکھ کر

ابن زیاد سے کہا کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، ابن زیاد نے کہا کہ جو یہ بن عبد اللہ نے کہا لشکر حسین میں میرے چار بھائی عباس اور ان کے بھائی موجود ہیں لہذا تو ان کے واسطے امان نامہ لکھ دے، عمر سعد نے منظور کیا، اور امان نامہ لکھ دیا۔ جریر نے فوراً اپنے غلام عرفان کو وہ امان نامہ دیا اور کہا کہ بلا کر عباس کے ہاتھ میں دینا اور کسی کو خبر نہ ہو عرفان روانہ ہو گیا۔ خلاصہ عبارت: "ناسخ التواریخ، عظم کوئی وغیرہ عرفان کو بلا پہنچا، امان نامہ حضرت عباس کے ہاتھ میں دیا، آپ نے ملاحظہ فرمایا اور غیظ میں آکر چاک کر ڈالا (خلاصہ ناسخ التواریخ) عرفان نے جناب عباس کے پاس سے واپس آکر شمر سے سارا حال بیان کیا، اور واپس آکر جریر بن عبد اللہ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ اس کو اپنی جگہ بڑا افسوس ہوا۔

**شمر کا پیغام ابن حضرت عباس کا انکار** { شمر ۹ محرم کو کربلا پہنچا اور ابن زیاد کا خط عمر سعد کو دیا جس میں یہ تحریر تھا کہ حسین پر سختی کی جائے اور اگر تو ایسا کرنے سے قاصر ہو تو شمر کو فوج کی کمان دیدے۔ اس خط کے پاتے ہی حسین پر اور زیادہ مظالم ہونے لگے۔

شمر کی خواہش یہ تھی کہ حسین کا لشکر صرف جناب عباس علیہ السلام کی وجہ سے مضبوط ہو لہذا کسی طرح سے آپ کو توڑ لیا جائے اور اپنی فوج ملا لیا جائے۔ چنانچہ وہ اسی خیال کے تحت لشکر حسین کے قریب آیا اور جناب عباس کو آواز دی۔ امام حسین نے آواز پہچان کر کہا بھیا میں تو لو شمر تم کو کیوں بلاتا ہے۔ آپ حکم امام سے مجبور ہو کر شمر کے پاس آئے شمر نے کہا تم میرے بھائی ہو میں تم کو امان دلواتا ہوں چلو میرے لشکر میں عیش کی زندگی بسر کرو۔ یہاں سوائے موت کے اور کیا ہے۔ یہ سن کر آپ کو غصہ آ گیا۔ .... اور آپ نے ہونٹ چباتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ عبارت: "خدا تیرا تھکا کاٹ دے ملعون تیری امان پرست ہے اے خدا کے دشمن ہم سے کتنا ہو کہ ہم اپنے بھائی اور سردار حسین ابن طاہر کو چھوڑ دیں اور ملعون نیزہ کی ہیبت کریں۔"

تفصیل: صفحہ ۱۱۹، مقتل عوالم صفحہ ۹ مطبوعہ ایران یہ ہے دغا داری، یہ ہے نفس کی پاکیزگی اور کبر کی لمبائی جس سے دنیا

نما بدست حاصل کرے۔ اور اپنے نفس کو ایسا بتائے کہ انسان کے نفس کچھ نہیں لشکر زبیدی کا حملہ جناب عباس کا روکنا { شمر یہ دنداں شکن جہاں عمر سعد کے سامنے پہنچ کر اس کو پیشورہ دیا کہ حسین پر بھی حملہ ہونا چاہئے عمر سعد نے فوج کو حملے کا حکم دیا۔ فوج خیام امام کی طرف بڑھی، جناب عباس نے امام کو مطلع کیا، امام نے فرمایا بھیا ان لوگوں سے بوجھو یہ کیا چاہتے ہیں، جناب عباس نے فوج کے روہڑا کو پوچھا تم لوگ کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا ہم کو حکم ہوا، اگر حسین بیعت کریں تب تو خیر ورنہ ابھی حملہ کرو، جناب عباس نے تلوار سے زمین پر خط کھینچ دیا میں ابھی پوچھ کر آتا ہوں اس نشان سے قدم آگے نہ بڑھے۔ جناب عباس نے خدمت امام میں عرض کی۔ امام نے فرمایا اگر ممکن ہو سکے تو ان لوگوں سے کہو ایک رات کی مہلت دیدیں تاکہ ہم اپنے معبود کی عبادت کر لیں۔ جناب عباس نے امام کا پیغام عمر سعد سے نقل کیا۔ عمر سعد نے شمر سے مشورہ کیا شمر نے جواب دیا میں تو اجازت نہ دیتا، پھر عمر سعد، عربیہ کھاج زبیدی سے مخاطب ہوا۔ اُس نے کہا اگر عبادت کے لیے کا فر بھی مہلت مانگتے تو میں اجازت دیدیتا یہ تو آل رسول ہیں۔ عمر سعد نے یہ سن کر ایک رات کی مہلت دی۔

**شب عاشور اور حضرت عباس** { یہ رات اہلبیت حسین کیلئے قیامت شب عاشور اور حضرت عباس کی رات تھی، سب جانتے تھے کہ صبح موت کا بازار گرم ہو گا سب ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ لیکن اس موقع پر صرف قمر بنی ہاشم حضرت عباس علیہ السلام سے سب کو ڈھارس تھی یہ مجاہد کبھی خدمت امام میں حاضر ہوتا، کبھی خیام الحرم میں جا کر تشفی دینا، بچوں کو پیار کرنا، ہر ایک کا دل بہلانا کبھی جو انان نبی ہاشم کے خیمہ میں آکر فرماتا، اے محمد رسول کے زہناؤں! دیکھو صبح موت کا بازار گرم ہو گا، ہر ایک کی محبت کا امتحان لیا جائے گا، تم آل رسول ہو، تمھاری رگوں میں علی کا بہادر خون جوش مار رہا ہے، تم نے فاطمہ کا دودھ پیا ہے دیکھو سبط رسول فاطمہ کی زود کا بلا نرغہ اعدا میں گھرا ہوا ہے، اسکی نصرت و مدد میں ایسی جنگ کرنا کہ یا کلام زمانہ بن جائے، دنیا بیکار بن جائے کہ ہاں یہ علی کے گھر کے بچے ہیں اور دیکھو! انصار حسین سے پہلے اپنی قربانیاں پیش کرنا ورنہ دنیا کبھی کہ حسین نے پہلے فیروں کو کٹوا دیا غرض کہ یہ بہادر رات بھرا ہی طرح معرکہ لڑا۔

نے اپنے چھوٹے سے لشکر کو آراستہ کیا، جناب لہ پٹریہ کو مع ۲۰ بہادروں کے مینہ لشکر اور جناب حبیبؒ ابن مظاہر کو مع ۲۰ بہادروں کے میرہ لشکر پر مقرر کیا۔

جناب عباسؒ فوج حسینی کے علمدار مقرر ہوئے { امام نے علم لشکر جناب عباسؒ کے سپرد کر کے قلب لشکر پر مقرر کیا۔ کیا کہنا اس علمدار کا میدان کر جائیں کچھ ایسی علمداری کی آپ کا نام دعباس علمدار ہو گیا۔ باز ارموت گرم ہو گیا { لشکر درست ہوتے ہی فوج بزیہ نے خیام امام کی طرف تیرہ صیقل خروغ کر دیے اور ایک مرتب فوج امام پر پوری فوج نے حملہ کر دیا اس حملے میں تقریباً تیس شیخ الہکے چھوٹے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موت کی آخر سفس میں سر گئے۔ اب انصار و اقرار باری باری درج شہادت پہنچائے ہوئے گئے۔ یہاں تک کہ جب قاسمؒ ابن حسن بھی موت کا جام پی کر خاموش ہو گئے اور سوائے علیؒ کے دعلیؒ ہمسرا و رسید الشہاد کے کوئی باقی نہ رہا تو جناب عباسؒ تڑپ کر خدمت امام میں حاضر ہوئے۔ عرض کی مولا اب غلام سے زندگی کا بارگاہ نہیں بھلنا گود کے پالے ہوؤں کا خون میں تڑپنا نہیں دکھایا جاتا۔ مولا خدا را اذن جنگ مرحمت فرمائیے حسینؑ نے یہ فقرے سن کر تھامی اور بیقرار ہو کر رونے لگے یہاں تک روئے کہ ریش اقدس تر ہو گئی۔ لاکھوں طریق سے جناب عباسؒ نے اجازت انگی گروام حسینؑ نے اجازت نہ دی کبھی فرمایا تم میرے لشکر کے علمدار ہو کبھی فرمایا اہل حم کو تم سے بڑی دُعا رس ہے کبھی کہا تم میرے باپ کی تصویر ہو بھلا کوئی انجے باپ کی تصویر کو خود مٹاتا ہے۔ غرض کہ امام نے اپنے قوت بازو کو جنگ کی اجازت نہ دی۔ ناظرین یاد رہے کہ شہدائے کربلا میں صرف جناب عباسؒ کی وہ ذات تھی جس کو امام نے جنگ کی اجازت نہیں دی۔ جب جناب عباسؒ کا مہل صرف پانی لانے کی اجازت ملی { حدیث بروہ گیا اور امام کو بھی کچھ بن نہ پڑا تو فرمایا اچھا بھتیجا اب اچھا بچوں کے واسطے پانی کی کوئی سبیل کرو۔ جناب عباسؒ یہ حکم پاتے ہی کمر بستہ ہوئے اور علم و مشک لیے ہوئے فرات کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نے انتہائی حسرت دیا اس سے

امام کا خطبہ اور جناب عباسؒ کا وفادارانہ جواب { امام نے اپنے اصحاب و اقربا کے مجمع میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا اے میرے جاں نثارو یہ دشمن کی ٹڈی دل فوج صرف میرے خون کی پیاسی ہی میں تمھاری گردنوں سے اپنی بیعت کا طوق اٹک لیا ہوں جہاں بھی چاہے چلے جاؤ۔ اور اگر یوں نہیں جاتے تو میرے اہلبیت کا ہاتھ پکڑ لو اور ان کو بھی لیتے جاؤ۔ آپ کی اس تقریر کے بعد فوراً جناب عباسؒ کھڑے ہوئے اور فرمایا مولا خدا وہ دن نہ دکھائے کہ ہم زندہ رہیں اور آپ انہوں ہماری قودلی قنایہ ہے کہ ہم آپ پر سے فدا ہو جائیں اور آپ ہمیشہ زندہ و سلامت رہیں۔ علامہ بسطامی تحفہ حسینیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ عبارت :- (حقیقتاً) حضرت عباسؒ نے سب سے پہلے جان نثاری کا ثبوت دیا ان کے بعد پھر ساری جماعت نے دیکھا کہ کما اور تصدیق کی؟ تحفہ حسینیہ صفحہ ۱۲۰، مقتل حرام صفحہ ۸، مطبوعہ اہل۔

## جناب عباسؒ کی وفاداری کا ایک حیرت انگیز واقعہ

عمر سعدؓ نے شب عاشور دونوں لشکروں کے درمیان تنہائی میں امام علیہ السلام سے گفتگو کرنا چاہی، امام نے مقرر کیا اور چلے جب جناب علیؒ ابرو نے یہ دیکھا کہ عمر سعدؓ کے ساتھ اس کا لڑکا بھی ہے تو آپ بھی ساتھ ہو گئے کچھ دور امام گئے ہوں گے جناب عباسؒ نے دیکھا کہ عمر سعدؓ کا غلام اسکے ساتھ چلا فوراً آپ بھی امام کے ہمراہ چلے۔ امام نے فرمایا بھیا علیؒ اکبرؓ تم اس کے ساتھ ہو گئے کہ اس کا لڑکا بھی اس کے ساتھ ہے لیکن بھائی عمر سعدؓ کے ساتھ اس کا بھائی تو نہیں ہے۔ آپ نے دست بستہ ہاتھ جڑ کر عرض کی مولا اس کا غلام تو اس کے ساتھ ہے۔ کہاں دنیا نے ایسے بھائی پیدا کیے جو بڑے بھائی کو ہمیشہ آقا سمجھا کیے دنیا رکھے اور سب لے۔

## یوم عاشور

لشکر حسینؑ کی صف بندی { اور عاشور کی قیام سے خیر صبح نمودار ہوئی امام اور انصار امام نے خاک کر بلا پر تمیم کیا، نمازیں ادا کیں، نماز کے بعد امام حسینؑ علیہ السلام

آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

ترجمہ عبارت: ”میرے خدا اور سردار میں چاہتا ہوں کہ جان توڑ کوشش کرے بعد ایک ہی مشکیزہ بھی بچوں تک پہنچا دوں۔“

اسرار الشہادۃ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲۲

محاسن المتقین مطبوعہ ایران صفحہ ۴۴

جناب عباسؑ کا نہر پر جانا { مشک کو سہانہ سے پر رکھے ہوئے فوج کا نشان لیے ہوئے عباسؑ علمدار تمام بچوں اور اہل حرم کی تہنک اور مرکز بنے ہوئے فرات کی طرف روانہ ہوئے۔ فوج یزید کے بڑی دل لشکر سے سخت مقابلہ ہوا آخر شیر خدا کے شیر کی تلوار کی تاب نہ لا کر لشکر بھاگ گیا عباسؑ نے فرات میں گھوڑا ڈال دیا۔ چٹو میں پانی بھرا اور بجزرت غور سے دیکھا پھر یہ لکڑی چھینک دیا۔ خدا کی قسم جب تک حسینؑ اور حسینؑ کے بچے پانی نہ پئیں گے اس وقت تک عباسؑ پر یہ پانی حرام ہے۔

ذوالشہادۃ مطبوعہ لاہور۔ صفحہ ۵۶۔

نہر سے پانی بھر کر نکالے تو پھر جناب ہوئی { عباسؑ نے مشک کو سے اہرنکے۔ اب اہل انصاف قلب پر ہاتھ رکھ کر بتلائیں کہ ایک تین روز کا پیاسا مجاہد۔ دل پر سیکڑوں داغ مشک، علم، ایک ہاتھ میں تلوار اور لاکھوں دشمنوں سے مقابلہ بھلا کرے تو کیا کرے۔ یہ جناب عباسؑ ہی کا کام تھا کہ فرات سے اتنی دور مشک کو محفوظ رکھے آئے۔

جناب عباسؑ کے ہاتھوں کا لگنا { ساقی کو خر کا لال، سکینہ کا اسقہ، تیروں کی دوسے بچتا ہوا دشمنوں کو ہٹانا، خیمہ کی سمت بڑھ رہا تھا کہ نوفل بن اندرق شامی نے چھپ کر آپ کے داہنے ہاتھ پر وار کیا۔ اللہ سے بہادر ہاتھ کٹے ہی مشک و علم بائیں ہاتھ میں لیا اور پھر دشمنوں سے لڑتا ہوا خیمہ کی طرف چلا۔ علامہ یزدی انوار الشہادۃ کے صفحہ ۵ مطبوعہ ایران میں تحریر فرماتے ہیں کہ حکیم ابی فضل جو درخت خرما میں چھپا بیٹھا تھا اس نے آپ کے بائیں ہاتھ پر وار کیا۔ جب آپ کو بائیں ہاتھ بھی کٹ گیا تو آپ نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے یہ دعا پڑھنے لگی:

یا نفس لا تخشی من الکفار والبشری برحمة الجبار

و مع النسبی ستید المختار

۱۔ نفس کفار سے خوف نہ کرو اور مشرک کی جمع اور خدمت رسول میں ہونے کی بشارت (کا انتظار کر) یعنی تو اس امر سے برداشتہ خاطر نہ ہو کہ ہاتھ کٹ چکے ہیں اب مقابلہ کیسے ہوگا اگر اب لڑنا دشوار ہے تو خدمت رسول و رحمت خدا میں ہونے والا آسان ہے۔

قد قطعوا بیغیہم یساری فاصلہم یارت حوالئنا ۱۔ میرے پائے والے ان لوگوں نے میرے بائیں ہاتھ کو بھی اپنی ہمت سے قطع کر دیا جو لہذا تیری ابر کا وہ عدا ہو کہ تو ان کو اصل ہمہ کرنا۔

تحفہ حسینہ جلد ۱ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۸

مشک کا دانتوں سے پکڑنا { جب آپ کے دونوں ہاتھ قطع ہو چکے پکڑا اور علم کو سینہ سے لگا لگا گھوڑے کو پیرا پیرا کر کسی طرح خیمہ تک پہنچ جاؤں۔ چاروں طرف سے فوجوں کے حملے تیروں کی بارش اس قیامت کی تھی کہ آپ کے جسم میں اس قدر تیر ہو گئے تھے کہ جسم سابی کی طرح نظر آ رہا تھا۔

مشک پر شیر کا لگنا { اس عالم میں آپ کی جان تو خواہش یہ تھی کہ مشک بچوں تک پہنچ جائے مگر ایک تیر سننا ہوا آیا مشک اور بازو میں پیوست ہو گیا۔ پانی بھنے لگا۔ تیر نہیں تھلائی ہی کہ جناب عباسؑ اس وقت انتہائی اضطراب میں دعا فرما رہے تھے کہ اب مجھ کو موت دے دے۔ آہ حسینؑ کے بچے پیاسے رہ گئے اور میں پانی نہ پہنچا سکا { شہادت { سبطینا دشوار ہو گیا قریب زمین پر سر جھکا دیا آہ ایک ظالم نے ایسا کرنا نہیں سہا کہ آپ کا سر انور شکافتہ ہو گیا آپ نے گھوڑے سے گرتے ہی آواز اٹھائی مولا آخری سلام قبول ہو۔ امام نے یوں سن کر کہ تمام لی اور فرمایا عباسؑ تمہارے غم نے میری مکتوب دی اور راہ چارہ وہ تیر مسدود ہو گئی۔ امام مقتل کی طرف روانہ ہوئے ہر قدم ہٹو کر یہ کھاتے تھے جناب علیؑ اکبرؑ کو دیکھتے ہوئے تھے ناگاہ لاش جناب عباسؑ پر نظر پڑی حسینؑ گر پڑے کچھ دیر کے بعد سر کوٹھا کر زانو پر رکھا۔



جناب عباسؑ نے آنکھ کھول کر بھائی کو دیکھا، آخری تسلیم کی اور گلشنِ جنت کی طرف آپ کی روح پہلے نہ گئی۔

آپ کی لاش نہ اٹھ سکی { حسینؑ روتے پیٹتے لاش سے اٹھے اٹھالے جائیں مگر کچھ اس قدر آپ کی لاش اقدس ہلکڑے ہلکڑے تھی کہ نہ اٹھ سکی آخر ساقی کو فری گود کی پالا۔ اہلبیت حسینی کا سقد ذات کی ترائی میں ہمیشہ کیلئے سو رہا۔

(جناب عباسؑ کی والدہ کا مرثیہ اور آپ کے قاتل کا حشر)

ابو الحسن اخفش شیعہ کامل میں تحریر کرتے ہیں کہ جناب ام البنین فاطمہؑ کلابیہ آپ کے فرزند عبد اللہ کو لے کر مدینہ مرثیہ پڑھنے بقیع جایا کرتی تھیں جس کے سننے کے لیے اہل مدینہ میں ہوجایا کرتے تھے۔ حرمان ابن حکم ایسا دشمن اہلبیت بھی ان میں شامل ہوتا تھا چونکہ یہ مرثیہ بہت درد منگیز تھے لہذا یہ لوگ ان کو سن کر روتے تھے۔ ہم یہاں پر دوسرے فعل کرتے ہیں۔ وہ کہاں ہے وہ شخص کہ جس نے عباسؑ کو دیکھا ہے کہ وہ بہادروں کے اوپر حملہ آور ہے اور ان کے پیچھے حمزہؑ کے شیر برائے فرزند ہوں۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ میرے فرزند کے سر پر گزرا ہوا حالت میں لگایا گیا جب اس کے ہاتھ قطع ہو چکے تھے۔ ہاے افسوس کہ میرا بچہ سر پر عمرو دخیمہ کی چوٹ کھا کر زمین پر گر اے فرزند اگر تیرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو کوئی بھی تیرے قریب نہ آتا۔

۳۱ صفحہ

دوسرے مرثیہ میں فرماتی ہیں۔

تم پر دوائے ہمدردی اب ام البنین بکھرنے لگا دو تم نے تو ہمارے ان شیریں فرزندوں کو مار ڈالا جن کے سبب سے میرا منہ لپٹ کے لقب سے پکارا جاتی تھی۔ اور آج میں ایسی ہو گئی ہوں کہ میرا کوئی فرزند باقی نہیں رہا میرے چار ہوشیار و بہادر فرزند تھے جو اپنی خودکشی کا کرموت سے جا ملے وہ سب کے سب نیزہ کھائے ہوئے لاوارثوں کی طرح زمین پر پڑے ہیں۔ اے کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ لوگ جو کہہ رہے ہیں صحیح ہے کہ عباسؑ کے قاتل کشت گئے۔

ابصار العین فی انصار الحسین

۲۲ صفحہ مطبوعہ نجف اشرف

جناب عباسؑ علیہ السلام کے قاتل کو سزا { راویوں کی ایک جماعت نے قاسم بن

اسبن ابن بنانہ سے روایت کی ہے کہ میں نے بنی عبان ابن راہم کے ایک شخص کو سیاہ رو دیکھا۔ جیسے میں جانتا تھا کہ گوراجی حسین و جلیل تھا میں نے اس کے بغیر کا سبب پوچھا اور یہ کہہ کر میں تو تجھے پہلے سے جانتا تھا تو حسین تھا۔ اس نے جواب دیا میں نے کہا میں ایک خوبصورت اور فداکار جوان کو قتل کیا جس کی پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا اسکے قتل کے بعد سے اب تک جب میں سوتا ہوں وہ خواب میں آتا ہے میری گردن پر دھڑک رہی ہے کہ جس کی طرف گھسیٹنا ہوا لیجاتا ہے اور جہنم میں دھکیل دیتا ہے اور میں چونکا شروع کر دیتا ہوں جسے قبیلہ کا ہر شخص مٹتا ہے۔ یہ خبر مشہور ہوئی اور اس کی ہمسائی نے کہا ہم برابر اس کی چیخوں کو سنتے ہیں۔ یہ اپنی چیخ بیکار سے ہم کو رات بھر سونے نہیں دیتا۔ میں قبیلے کے جوانوں کو لے کر اس کی زوجہ کے پاس آیا اور اس سے واقعہ دریافت کیا زوجہ نے کہا کہ خدا برا کرے جب اُس نے خود بیان کر دیا تو سنو وہ سچ کہتا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ وہ مقتول: اب عباسؑ ابن علی علیہ السلام (ابصار العین فی الانصار الحسین صفحہ ۳۲ مطبوعہ نجف اشرف)

## اسلام ترا

حفاکہ حسینؑ فیض ہے عام ترا کدہ ہے ہر ایک قلب پر نام ترا  
ہے شان زمانے میں انوکھی تیری کافر کو بھی مرغوب ہے اسلام ترا  
(نثار بو ترابی)

## امام آپ کو کہتے ہیں

سب شاہان نام آپ کو کہتے ہیں ہر عرض مقام آپ کو کہتے ہیں  
وہ وصف ہے خاص آپ کا اے شیر دشمن بھی امام کو آپ کو کہتے ہیں  
(نثار بو ترابی)

(نثار بو ترابی)



## ہم کیوں نہ کریں ماتم اے شاہِ زمیں تیرا

لاؤ خواب نجم الحسن کواردی مبلغ درستہ او! عین لکھنؤ مقیم پناہ و صوبہ صا

ہم کیوں نہ کریں ماتم اے شاہِ زمیں تیرا  
تبتی ہوئی دھرتی ہے عسریاں ہے بدن تیرا  
بیگوری لاشے پر ذروں نے ترس کھایا  
گرد اٹھتی ہے میداں کی بتا ہے کفن تیرا  
کیوں دھوپ میں تیزی ہے کیوں آگ ہستی ہے  
کیا جسم کیا شے نے، اے چرخ کفن تیرا  
کیوں روتے ہیں ہم تجھ کو، کن لفظوں میں بتلائیں  
روتے ہیں کہ آنسو سے ہو غسل بدن تیرا  
اسلام بڑا احسان ہے تجھ پر شہر دیں کا  
پانی کے عوض خوں سے سینچا ہے چمن تیرا  
تو بارخزاں آئے کچھ بھی نہ بگڑے گا  
تا حشر رہے سکا اب، شاداب چمن تیرا  
اک زندگی کھوئی ہے تو زندگی پائی ہے  
صدر رشک تجھ ہی ہے مولا یہ چلن تیرا  
کوفے کے مسلمان ہیں اور تیروں کی بارش ہے  
چھلنی سا چھنا ہے تن اے شاہِ زمیں تیرا  
ہچکی کے اغاروں میں زینب سے کما شے نے  
تا حشر نہ بھولوں گا، احسان بہن تیرا  
خرد جس کو ہمیں نے آغوش میں پالا تھا  
بے سر ہے پڑا رن میں صد حیف وہ تن تیرا  
پامالی کا ستا ماں ہے نانا کو خبر کر دے  
اب گھوڑوں کی ٹاپوں سے پستہ ہے بدن تیرا  
اے بچہ ستم دیدہ یس روک زباں اپنی  
دل سخن نہ کہیں کر دے جمع کا، سخن تیرا

## جناں کو رہتے جانا ہو بیدھا کر بلا ہو کر

از جناب سید منظور مددی مسطور فرخ آبادی بلا سپہی بی (ظن جانیلا رشتہ جلد)

جہاں پر آج چھایا ہوں غبار کر بلا ہو کر  
حیات خضر حاصل ہے مجھے جذب فنا ہو کر  
لباس انسانیت کا جب سے پہنا تو خالق نے  
جگہ ہر دل میں پائی مصطفیٰ و مرتضیٰ ہو کر  
خوشی سے سرکنا کر شاہِ دین نے یوں ظفر پائی  
دعاں آیا مصائب پر بلا کی انتہا ہو کر  
فنا کس طرح ہوتے جب بقا تھی نعت صغریٰ  
حیات جاودانی آئی تھی تیر قضا ہو کر  
صیبت میں زباں سے میری جس دم یا علی نکلا  
بلا خود بن گئی آرام جاں لطیف خدا ہو کر  
غم و آلام کرتے تھے طوائف و لبس زہرا  
حرم سے بڑھ گئے یہ کعبہ رنج و بلا ہو کر  
چھپا کر لاکھ بخشیں روٹیاں آلِ پمیر نے  
زباں زد ہو گئی بخشش جہاں میں بل اتی ہو کر  
علیٰ کی صفدری جھولے میں بڑھ کر یہ کتنی تھی  
رہیں گے دیکھ لینا ایک دن شیر خدا ہو کر  
شہید راہ خالق مر کے بھی تجھ ہدایت ہیں  
سرِ شبیر نے قرآن پڑھاتے سے جدا ہو کر  
کئے ہاتھوں سے کشتی دین کی عباس کہتے ہیں  
لب دریا رہیں گے حشر تک یہ نا خدا ہو کر  
حسینی سوگواروں کا ٹھکانا قصرِ حنت ہے  
جناں کو رہتے جانا ہے بیدھا کر بلا ہو کر  
ملی ملک سخن کی آستانِ علم سے شاہی  
نری قسمت کملی منظور حیدر کا گدا ہو کر

# حسینی پنتھ

(مصنفہ)

دشاعت جناب مولیٰ سید محمد ضامن صاحب آفرجائی

تھاری جیوٹ تھارا بوتا تھاری پر ماتا کی پوجا  
 تر داتری کی چھٹ کھا کر تو برابر گھٹی نہ داتا  
 نکا کے سیناٹا کے مایہ رہا کھن ماکو دھرم راجا  
 تھاری ہنار ہے جگت تک رہے گی واپر کلنک ٹیکا  
 ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
 لگا کے سندرباگ بگیچہ دھرم کا اڑاویں بساوی  
 لو کی بھوئیں پر لگا کے بروا چھری کے نیچے دھرم تیاوی  
 اکاس او پر او چڑھا کر گیان روپی دھری جیاوی  
 دھرم کی بھولی ہوئی کہانی دھرم پسرین کا پھر تیاوی  
 ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
 کیسی کسی بھینٹ چڑھاوی کیسی کیسی کشت اٹھاوی  
 سبھن کا پر ماتا کی سُدھ مادھرم کی اُم ذکر دکھاوی  
 لٹی سبھا کا مگرے آپن کٹنہر لجا لکے سبھاوی  
 دھرم کے کانت اُجاڑن مالوئے گھساں اٹھایاوی  
 ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
 دھرم کا بیڑا کو دھرمین سے چھڑا کے جل ہاں سٹھایاوی  
 دھرم کے تن برا سے ہوئے نہوت نہوت مالینے کا جھپٹایاوی  
 جہا کے بھگتی چن دھرم پر گلاٹے ٹیک نہ پھر ٹایاوی  
 جگت کے کل سنت سادھون کا دھرم مانگتے چلے گیاوی  
 ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

کر نل مگری ایسی بسائی ساری گمائی واپے ٹٹائی  
 ست کی لیل جگ مار چا کر دھرم کی بڑی بات ٹٹائی  
 دھرم کی رکشا کر نیوالے بالک بوڑھے بیر سہائی  
 جگت ماچاروں اُدر پڑی ہے اکٹھ سن ہے تھری دہائی  
 ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
 کر نل بن مایا پون کی دسویں کا ڈبھیڑ بھی  
 بھری بھرا ماتلی ٹٹا سے دھڑا دھڑی کی چھیر بھی  
 دھرم کی باسی بالری دھما دھمی کی ریڑ بھی  
 لہو نیت کے دھرم کی بانی سوتری کی میڑ بھی  
 ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
 کیو نہ بھوجن پون نہ پانی گھا گھسی ماد کھایو جیوٹ  
 بھجن سے اپنے ہلا کے گراوی پانی بھون کا چوکھٹ  
 گھنڈیوں کا گھنڈ کھو کر کیو گھنڈی سبھا کا تلپٹ  
 لگاڑ دھیمو جیا لے پن سے مسان ہمیں گروپ نیوٹ  
 ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
 پاپ کی ندی پر چھن اچھل دیکھ کے جگ مانگڑ بھلا  
 بھرے سگر کے تالی تیا نجا جو بے چھوڑ ہوئے دھارا  
 بٹے بٹن کا سمیٹ لالی بھور کے چکر ماوا کی باہا  
 پرنت دھرتی سانی اپیا پڑا جو تھہرے دھرم تہالا  
 ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

بڑے گھرانے کے جس کہانہ کٹیف کا نام دس بجایو  
دھرم کے کارن رہیو نہ گھرا جو کو چین کا سنجیو  
کٹیف کٹیف کے دھرم ڈگر ماسد عاز جو گنگ بڑھایو  
دل ڈگر ماسد عاز جو بیری سینا پریم سے واکا جیل پلائیو

ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

سنا گئے گھن گرج کوا کا پوجا رہی کا لویو حک ڈرایا  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

ہم ہیں حسینی پنتہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

کئی دنا پاپے پائیو ماں بھیا نہ بکریا کرم ہمارا  
محرم صاحب کے ہو گئے اتنی نہ انکی پر جائے چین پایا  
ساج والے نئے کیسے پاپی دھرم پتا کا نہ جے سنایا  
جگت پھرتے چھانوؤں کے ہمارے سورج کھی لال لکڑیا

ہم ہیں جیٹنی پنڈے کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

تھاری میناے دکھ اٹھا کر پریم سوسائے تم کو پالا  
پتانے گاڑھی کمائی کر کے تھیں بائی دھرم کی ملا  
مہائی کے جو پوت ٹھہرے بجے جگت ماہا جیا لا  
تجے تو دیا تیاگی ہو گئے جیٹنی جھیلو ہسا کسالا

ہم ہیں جیٹنی پنڈے کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

نانا کا اونٹ بناؤں والے بن گئے دکھیا ہائے جیٹنا  
ہرن کا بچہ سنگانے والے پوت چڑھایا اے جیٹنا  
عرش کا جوڑا اپن والے کفن نہ پایا ہائے جیٹنا  
دھرم نگر کے راج دھارے جگت کے داتا ہائے جیٹنا

ہم ہیں جیٹنی پنڈے کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

ریس کے پرچین نہ پایا نگر نگر کی دیکھی لسیلا  
سنگھ رہیں سب بال پھکا اسے دکھیا بائی پڑی جیٹنا  
زربل پوت کی دیکھی پتا کھن سے کالے کالے نہ رستہ  
سہائے لاگانہ کو کو دھرمی ہمارے پروار کا جیٹنا

ہم ہیں جیٹنی پنڈے کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

جگت تیاائی جگت گیا لی بسا رہی کہ بدھ تھاری سہو  
جگت کے سب سو راکیت ہیں بچا کر کے تھاری بدھ کو  
جگت کے بدھ مان پوجتے ہیں تھاری پرتاپ دن بدھ کو  
جگت ماہدھی رچانے والے جگت میں ہر دم تھاری تھو

ہم ہیں جیٹنی پنڈے کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

جگت کے سارے ساج والے ہمارے چروں کے بیج بکایا  
جگت ماہدھی سدا رہا پاکے سبھی سماجی بنے سدا رہا  
جگت اجاگر کئے ہے داتا ہمارے ہنسا لہو کی دھاری  
جھن نے کینھی زید گردی بزان آدمی رہی نہ ساری

ہم ہیں جیٹنی پنڈے کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

یزید بچتا یا جیت بازی رہا سہی بات بھی گنوائی  
مگر گئی مورتی کی سو بھا دھرم تھا جہ کار بھی رنگائی  
اچو گئی پھل کپٹ کی یلا کرم گئی سے رچی رچائی  
بچی نہ واڈ شٹ کو رکھائی تھن کا امرت بھی سدا رہائی

ہم ہیں جیٹنی پنڈے کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

بھول بھلیاں بنا کے بیٹھے دھرم کے بیری نگر نگر ما  
جہاں تہاں تھا دھرم بکڑوں کو دھرمین کا بگت ماہرا  
پڑت رہا جگ ماہدھی دھارے دھرم سہا لکھوں ڈاکہ  
جیٹن تم نے دکھا کے جیٹن بھگا بھگا کے سجن کا مارا

ہم ہیں جیٹنی پنڈے کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

سنان بڑکھا کے رین کالی دھرم تھا داسان جگنو  
گھڑی اجاگر گھڑی بھیا تک کھلے ڈھکے رین کا تھا پلہ  
بچے تھے دھرتی پر سانپ بچو ڈھراپک دھرم کت کو کو  
کیو جگت کا تم آس اجاگر دیا تھی دھرم پل کے کو ہو

ہم ہیں جیٹنی پنڈے کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

راج بھین کا سو فک ہارا نکل نکل تم کا کو بھ مالا یا  
پلے پر جا کے بل بوتے گھر کا پرتاب دکھایا  
آنت کو اپنے پاپ بھند ماتم کا گھر سے لائے بھنایا  
پنڈت ہمارے دھرم کی بت ہو کر جانے پاپی بھنایا

ہم ہیں جیٹنی پنڈے کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

جگت کا اُپدیش دے گیو یہ کرنت دباے نیں دت ہو  
دھرم کی لیل اکھڑیں مارچے رچاے تو اس دت ہو  
بچن کا سچا ہو دھم کا چکا تو چوٹ پر چوٹ اس نہت ہو  
تسے پہ مرہر جائے چتر کی سے تو چوب پڑھل نکلتا ہو

ہم ہی حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
گیان گیانی کا گن کرت ہے گنی کا دتا ہے بول بالا  
چتر کی ہوتی ہے بات بھاری رنگے سائول کا بول ہکا  
دھرم میں راجا ہیں چلے پنا جگت گرو کے بھی نہرتا  
نیں شائے سے مرٹ سکت ہے منشی اپرو سے سام پوجا

ہم ہی حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
جگت ما اوتار ہو جو تم سا تو کاپیکا پھر دھرم کو کھکا  
کھوٹا پائے مہا گیانی تو بڑے بڑے دھرم کا بڑا  
جو چکے جگ مادھرم کا سورج تو رہ سکت ہو کارا زہرا  
دھرم کی کستی کا اس بڑا ہو سب کا ہو اب وہی لیرا

ہم ہی حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
ابو ہیں سنار ما کو دھری پرت پنتا نہیں دھرم کا  
بھلے بڑے کی ہے بو چھ کی سجن کا اس بڑھنا سکھایا  
پڑی ہے کائن ما وہ کمانی پھری کے نیچے جو کہ سنایا  
دک دک جگگارا ہا ہی دھرم سے اس اوٹ کا ہایا

ہم ہی حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
اما باڑن ما سال پیچھے دھرم سبھا کی رچت ہے لیل  
دھرم پوجاری نہت نہت پڑت پڑت ہی نور حین گین  
کاپ کے روت ہی سب سبھا کی سکت ہی جگت بھلائی  
ہونا نہ ہوئے گاسارے جگ مارشی منی بھکت کو تو تم سا  
ہم ہی حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

علم نکالت ہیں دھرم والے جتنا بنا کر ڈگر ڈگر ما  
پو تر ہو نیچے بنا سجا کے دھرت ہیں کا نہ من پاتھری کا  
نجا کرت ہے علم کے آگے مہری جھانجھ ڈھل تا شا  
دبا پڑھت کے کرت ہیں ماتم کہت ہیں رو رو ہائے مینا

ہم ہی حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
نگر سے ایسی گھڑی مابھڑے جنم بھرے کا بھنے بدسی  
پلک پلک کے دنا بتائیں تھاری صلہ ما پر ام پتری  
اہت دنا پاچھے تم کا پٹھن منش کے ہاتھ پریم مٹی  
بھڑنے والی کے سدرہ ماکھاپتا کو بھیا کو اپنی بیٹی

ہم ہی حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
کھا تھا اکبر کو مورے بھیا بزرگی تم کا تھری بھینا  
کھا تھا جلتے تھے جوتھے لگائے ہے واک اس سگرا  
پرت کا دوش دے کے بھینا کرے بساے کا تم گلا  
تھن دشا کے بھور ما پٹھن کر سبھے کا ہووت ہو بھاگ کھلا

ہم ہی حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
پتا کو کھا تھا بابا صاحب بنی ہے سگرا کے جیو پہ اب تو  
شائے ہے یاد سب کی بابا ترنت اب تو بلا تو ہم کو  
دشا بھی کا تھارے پاچھے بلا کے اپنی بھرے دیکھو  
تھاری سگرا بنی ہے دکھیا اسے نہ پردیس میں بساؤ

ہم ہی حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو  
اجا و گھرا اکیل سگرا گنل سے دن کائے کہ سہارے  
جنن سے نہیں نہیں کے کھیتی مٹی وہ سب ہیں چل کر سگرا  
کر دھن ما چوٹن بڑن کے بابا بھی ہے سگرا مرے کھارے  
لنگ مادرن کے تھرے بابا گھڑی گھڑی جات ہوں دھرا  
ہم ہی حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

# شانِ شہیدان

(جناب سید ابن حسن صاحب حسن زید پوری)

پے نصرت علی اکبر پیمبر بن کے نکلیں گے  
 علی اصغر بھی گوارے سے حیدر بن کے نکلیں گے  
 حسین فوج کے جانا زان پر چڑھنے والے ہیں  
 فرس اصلیل سے میدان میں محشر بن کے نکلیں گے  
 دغا کے واسطے تیار ہیں عون و محمد بھی  
 یہ جعفر بن کے نکلیں گے وحید بن کے نکلیں گے  
 رگ جان عدو مثل طراز خیمہ کاٹیں گے  
 کہ دونوں نیچے نیچے دو پیکر بن کے نکلیں گے  
 مسماں کر بلا میں جمع ہیں نولاکھ سے زائد  
 فقط اسلام کے ناصر بہتر بن کے نکلیں گے  
 سپاہ بادشاہ کر بلا جب کام آئے گی  
 اکیلے حضرت عباس لشکر بن کے نکلیں گے  
 صدف ہیں جن کی رہڑا اس درنا باب کے غم میں  
 مرے اشک عزاء آنکھوں سے گھر رہے نکلیں گے  
 نماز عصر میں مشغول ہوں گے سید والا  
 عدو کے کینہ دیرینہ خنجر بن کے نکلیں گے  
 وفا کرتا ہے دلبند ہمیشہ وعدہ طفلی  
 جو ارماں دل میں ہیں مضمون خنجر بن کے نکلیں گے  
 غلامانِ نبوی کی ہوگی دعوت جب لب لکڑ  
 حسن بھی غلام مولائے قبر بن کے نکلیں گے

دولارے اسگر کو گود لیکر بہن کے بدلے دولار کرنا  
 سکینہ بانی کو سدھ دلا کر پریم بانی سے پیار کرنا  
 چچا پھوپھی ماما بیٹا سب سے ذیادہ مرہم راجا کرنا  
 جگت کے داتا ہو تم تو بابا آؤشش ہمارا بچار کرنا

ہم ہیں حسین پنتھ کے سیوک داتا ہم کو دشمن  
 پرست یہ کھوٹ قاتلے کا کہ پور پچی چٹھی جو کر بلا ما  
 پڑی تھی رنواس ما دہائی ٹلی ہوئی تھی دھرم کی سنا  
 پڑے تھے سب رن ماسر کٹائے کسے سنا تے حسین داتا  
 پتا پتہ کا بیتی ہوگی پاکر دولاری پتری کا پتر بکھا  
 ہم ہیں حسین پنتھ کے سیوک داتا ہم کو دشمن  
 بڑا ہیو گھاؤ گھاؤ کھا کے اٹھے حسین جگ سے چلت چلاؤت  
 رہا نہ ایسا سہائی کو جو جس کے بگڑا سنے بناؤت  
 دکھی سے پر چھائیں تک ہے بھاگت بنی بنائی ہو کر آؤ  
 اثر کی ہو نکات مکت آشا جو دعویٰ کرل مابار آؤ  
 ہم ہیں حسین پنتھ کے سیوک داتا ہم کو دشمن

بقلم ماحی سید ابوالقاسم محمد حسین جالسی  
 پسر شاعر ملت، جلیب مولوی سید محمد خاس صاحب اثر جالسی

## سبا عی

(خواجہ اسد اللہ صاحب اسد)

جب حضرت مشیر پر ہم روتے ہیں  
 جب اصغر بے مشیر پر ہم روتے ہیں  
 روح زہرا کو شاد کرنے کے بعد  
 اسلام کی تقدیر پر ہم روتے ہیں



# محرم کی فضائیں

(از جناب صغیر صدیقی صاحب نیوتنوی)

محرم ۱۳۶۵ھ کا ذکر ہے :-

میں وطن سے دور ایک ایسے شہر میں مقیم تھا جہاں زیادہ آبادی غیر مسلموں بلکہ غیر شیعوں کی تھی یہیں پر میں نے مسئلہ مذکور کو توڑنے پر سے دیکھا چاند نے نمودار ہو کر مسئلہ مذکور کو اور داعی پیغام دیا اور پھر مذہبی ایک خفیہ واقعہ کی یاد دلا کر روپوش ہو گیا اسی چاند رات کو ۱۲ ماہ ایک بجے میری سوتے سے آنکھ کھل گئی کافوں میں فوج کی آواز آئی "اشکون کی روٹی ہدی ہے ہر آنکھ سے خون ہر سائے کی یہ رات کے گھر سے ستائے میں عہد توں کی آوازوں نے فضا میں دھندلا گئے تیرم بھرو یا قضا آسمان ابراہیم و عیسیٰ حسرت و یاس کا منظر تھا اس فوج نے تائب ہر لشکر کا نام کیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ دل کی ساری پینیاں جسم ہو کر سامنے آجائیں گی اور میرا زمین اسی اضطراب کے نام میں اپنے وطن کی طرف رجوع ہو گیا۔ اس سے محرم شروع ہو جائے گا میرے چھوٹے سے قصبہ کے اماں ماٹوں منیر نے میری طرف کے گھروں پر پتلی بھر چکی ہوگی پردے، جھاڑو فافوس لگا دیے گئے ہوں گے عہد توں نے حسین کی یاد میں اپنی تمام آرائش و زیبائش کا سامان ترک کر دیا ہو گا بستر و کونینک سے ہٹا کر زمین پر عزا خافوں کے قدموں پر بکھایا گیا ہو گا، مشابہت پیدا ریاں ہوں گی، ماتم ہو گا، فوجے پڑے جائیں گے حتیٰ کہ پٹنیا و افینا سے بے خبر ہو کر سو گوارہی میں ڈوب جایا جائے گا اور یہ دس دن دس منٹ کی جگہ لے کر گزار جائیں گے قصبہ میں آئے ہوئے لوگ اپنے آپ کو بے پروا ہیں چلے جائیں گے چلیاں اس طرح منہاں ہو جائیں جیسے کسی شام نہ سواری کے گزر جانے کے بعد ہوتی ہیں اور خاک اُڑتی ہے شب و روز کی اس ہوا ہی کے بعد قلب کو سکون دے گا لیکن طبیعتوں کو بے چینی سے رہے گی جیسے ہاتھ میں آکر کچھ قیمتی شے نکل گئی ہو آہ حسین! اپنی مظلومیت کے ساتھ ہر سال ہندستان میں جو رونق لاتے ہیں وہ دس محرم کو ہمارے سب سے بلیں رخصت ہو جائے گی تفریق خانہ دیران ہر

اور گھروں پر اُردا ہی چھا جائے گی یہاں پر میں اپنے ان برادرانِ یوسف دریافت کرنا چاہتا ہوں جو آج "عزادری" پر بیٹھ کر اعتراضات کرتے ہیں کہ کہیں تم نے دل سے حسین کی سو گوارہی کا لفظ اٹھایا کچھ بھی محرم کے ان دس دنوں میں اپنے قلب کا جائزہ لیا ہو کہ بلا وجہ عزادری پر برس ہو کا بیش کے تم جو کہ ہم کو حسین کی یاد میں رونے والے سے منع کر رہے ہو اپنے قلب کی گہرائیوں کے ساتھ اس غم و الم کی سچی داستان کی افادیت پر دھیان دے سکو دیکھو ایک ہندووی، این تھڈانی پرنسپل ہندو کالج دہلی متاخر ہو کر کیا کہتے ہیں :- "ہر قوم کی زندگی میں ایک ایسا وقت آتا ہے جب چھوٹی چھوٹی چیزیں اور فرق بھلا دیے جاتے ہیں اور میل کا خیال آتا ہے یہ وقت غم، دکھ اور درد کا ہوتا ہے خوشی کے وقت لوگ الگ الگ رہ سکتے ہیں لیکن دکھ کے وقت رنج کے وقت میل بہت ضروری ہو جاتا ہے ہر مذہب میں ایسی بات ہوتی ہے جسے آپ کہہ سکتے ہیں ہے راہ دکھانے والا ہوں جس سے خدا ملتا ہے جس کی تعریف سب سے اونچی ہے اور انسان کو وہ سبق پڑھایا جاتا ہے جس سے اس کو خدائے اور میں سمجھتا ہوں وہ وقت دکھ اور غم کا ہوتا ہے جب خدا ہر ایک کو یاد آتا ہے مسلمان قوم میں یہی وہ وقت ہے جب دل کو غم ہوتا ہے جب دل دکھتا ہے یہی وہ وقت ہے جب مسلمان نرم ہو جاتے ہیں مسلمان ہر سال واقعہ کو یاد کرتے ہیں اور وہ خال شانے میں جس سے ہر مسلمان اپنے مذہب پر پکا ہوتا ہے یہ کچھ سمجھ لیکن تم بیکار ہو ایسی باتیں تمھاری سمجھ میں نہ آئیں گی تمھارے سامنے ہر وقت اقتصادی حالت کا رونا پٹنا ہے قوم فصول پر مبنی ہے مٹ چکی ہے مٹ جائے گی۔ تباہ ہو جائے گی افسوس کہ یہ باتیں تمھارے منہ سے بھی نہیں نکلتیں خدا مجھے سمجھاؤ کہ آج جو دوسری اقوام اپنی اقتصادی بد حالی کی وجہ سے گورکھ پور ہیں کیا وہ بھی غم حسین پر کچھ خرچ کر رہی ہیں؟ اگر نہیں تو بھران کی اقتصادی حالت کیوں خطاب ہے؟ اسی لیے سمجھ لیجئے کہ اقتصادی حالت کے تباہ ہونے



# نصرتِ اسلام

(از جناب سید محمد باقر صاحب جلولی)

ظلم اٹھانے چلے صبر دکھانے چلے  
گھر سے شر کر بلا گھر کو لانے چلے

شام سے بلی بھلیں اُدھر کفر کی تاریکیاں  
شمع اُدھر نور کی شاہ جلا نے چلے

نصرتِ اسلام میں روکتے تھے دلہ دار  
استِ جد کے لیے برجھیاں دکھانے چلے

کفر کے سیلاب میں غرق نہ ہونے دیا  
کشتیِ اسلام کو بار لگانے چلے

فوجِ سنگمر بڑھی تو لے ہوئے برجھیاں  
خیمے سے آکر اُدھر سینے کو تانے چلے

پانی کی بدوا بھی کیا اُصغر بے سفیر کو  
باپ کے اُتار کی خان بڑھانے چلے

دیکھی جو بچوں کی پیاس حضرت عباسؑ نے  
لے کے علم نہر پر قبضہ جمانے چلے

کر کے نمازیں ادا تیروں کی بوجھار میں  
امتِ خوابیدہ کو شاہ جگانے چلے

سر کھلے اہلِ حرم نيزوں پہ پیاسوں کے سر  
صبر و رضا کی ہم شان دکھاتے چلے

ساتھ تھے اکر ہی جب طفلِ جواں ہر سب  
شہ کے عز اخاؤں میں اُنکھ بھانے چلے

پہنچے نہیں آواز جہاں کٹاں بھی مظلوم حسینؑ کا عز اخا نہ ہے  
امساج یہاں بھی جبکہ یہ چند سطریں اپنے وطن کے حرم کی یاد میں ملبو بادشاہ  
عزیر کر رہا ہوں میرے کانوں میں براہِ ماتم کی آواز گونج رہی ہے۔

دشمنوں کی رو پھٹی بدلی ہے ہر آنکھ سے غم برساتے گی  
یہ چھاؤں حسینی پر چم کی کوئین پہ جھپٹتی جائے گی

حسینیہؑ کا یاد

دوسرے ہی اسباب ہیں اپنا کام ہم کسی کام میں صرف کر دینا اقتصاداً  
حالت کو نہیں بگاڑنا بھائی صاحبان تم وہ خلوص کہاں سے لاؤ گے جو  
ہمارے دلوں میں موجود ہے ہمارے غریب بھائی تھوڑا تھوڑا اپنے خواجہ  
سے بچا کر حج کی موٹی پونجی کو صرف حرم میں نام حسینؑ پر تصدیق کر دیتے ہیں  
ایک وقت کا فاقہ صبر و شکر کے ساتھ کر لیں گے کیونکہ ان کے سامنے دنیا میں  
رہیں ہے۔ مجھ یہاں پر پچھلے سال کی چھ محرم کی وہ مجلس یاد آگئی جس میں  
بے ساختہ رقت ہوئی یہ وہ گھر تھا جہاں دس محرم سے قبل ایک عاشق حسینؑ  
کا غم منایا جا چکا تھا مرحوم نے اپنے دھن کا حرم کرنے کی غرض سے ملا دت  
سے استغنیٰ دیا تھا اور وطن چلے آئے تھے یہاں لوگوں کو معلوم ہوا تو سمجھا کہ  
والہیں کرنا چاہا لیکن اس شخص حسینؑ کے پروانے نے صاف انکار کر دیا انھوں  
نے کہا کہ جس کے غم میں اپنے وطن منانے آیا ہوں وہ ہی میرا مددگار ہے  
مرحوم کے یہ الفاظ سچے ثابت ہوئے دوسری نوکری ملی اس سے ابھی ملی  
یہاں تک کہ انسپکٹر کے عہدے پر پہنچ کر ادائی اہل کو لبیک کہا اب ایسے  
خلوص کے لوگ کہاں نصیب کا ملک میں ہی سب سے سکتا جو کہ وطن سے  
اتنی دور محرم کی یاد میں غلطاں ہوں اور نظریں وہ محرم کے جلوس کی  
تصویریں پھر رہی ہیں ہمارے اس بھوٹے سے قصبہ میں ان جلوسوں میں ہندو  
مسلمانوں کی برابر کی شرکت ہوتی ہے ہمیں خضر ہے کہ ہمارے مذہبی دوام  
اخوت و محبت کا پیغام دیتے ہیں آج ہمارے مذہبی مراسم پر اعتراضات  
کیے جا رہے ہیں افسوس کہ معترض حضرات کہنے سے پہلے سمجھنے کی ضرورت کا  
دھیان نہیں دیتے ہیں فی زمانہ دنیا بھر میں اور خصوصاً ہندوستان میں  
ایک قوم کے افراد دوسری قوم کے لوگوں کے خون کے پیالے نظر آتے ہیں  
اور اس پر غور کرتے ہیں لیکن آج ہم ہی وہ ہیں جو امام حسینؑ کی یاد کے منانے  
کے ذریعہ سے دنیا کو اخوت کا پیغام دیتے چلے آ رہے ہیں اور اقامت  
دینے چلے جائیں گے جس سے نہ صرف بڑھے کلمہ بلکہ جہلا و بھی متاخر جو بڑے ہیں  
نہ نہیں ہوں دیاتوں میں آکر دیکھ لو کہ کس طرح ہندو مسلمان یا حسینؑ کو اپیلے  
جوسے ہیں۔ ہندو دھن کے گھروں میں تھوڑے پاؤ گئے ان کے بچوں کو فٹنوں  
کے نیچے سے گزرتا ہوا دیکھ گئے تو حرم کو ان کی غورتوں کو امام صاحبؑ کے  
درشن کرتے ہوئے پاؤ گئے جب ہی غم حسینؑ کے اخوات کو سمجھ سکے۔  
وہ کون سی آبادی دویا نہ ہے جو نامِ سفیر سے بیگانہ نہ ہے

# معرکہ عاشور کا ایک منظر

(از جناب سید محمد اہل صاحب کاشف کھنوی)

اشور کا دن ہے۔ کہ بلا کا خونیز معرکہ اپنی انتہائی استبدادیت کے ساتھ جاری ہے۔ باطل کی تشنہ حق کے خلاف نہایت آزادانہ طور سے استعمال ہو رہا ہے۔ کہ بلا کا وہ وسیع میدان کے جہاں آج حق و باطل کی فیصلہ کن جنگ ہو رہی ہے۔ وہ زمین مثل آگ کے تپتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے جو رنگ کے ذرات ہیں سورج کی گرم شعاعوں کو دن بھر اپنے میں جذب کرنے کے بعد وہ جنگ آزما سورماؤں کو جھلسائے ڈال رہے ہیں گویا سلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے آگ برس رہی ہے اور زمین اب الگ الگ رہی ہے ادھر عرسدک فوج کے صفے ٹھنڈے پانی کے شرابے لئے اپنی فوج کے سپاہیوں کی پیاس بجھاتے پھرتے ہیں اور جہنم جگہ سپاہیوں کی فولادی زریں ریتل میٹان میں آفتاب کی آتش بار کروں سے پتے لگتی تھیں تو عرسدک فوج کے صفے سرد پانی چھڑک چھڑک کر ان زریہوں کی حدت دور کر دیتے تھے اور اس تدبیر سے عرسدک جبری فوج کے سپاہیوں کو کچھ سکون ملا اور وہ پھر اس طرح تازہ دم ہو کر لڑتے۔ ادھر پہلے کا محبوب فراسد علیؑ کا لڑا مانع عزیز و اقارب اور اولاد اور دوستوں کے جن کی تعداد بڑھنے سے زائد نہیں تھی مختصر سی فوج کو لئے تین شب و روز کی بھڑک اور پیاس میں عرب کے ایسے ریگستانی ملک کی آتش خیزیوں سے بے نیاز اپنی تریاں بارگاہِ وحدت میں بقائے دین کے لئے پیش کر رہا ہو۔ اور رضائے خالق کی ان کٹھن منزلوں کو جہاں فطرت انسانی اُس کے تصور سے دم بخود ہو وہ منزلیں نہایت صبر پسندانہ سے طے کر رہا ہے۔ کبھی اپنے قوت بازو عباسؑ کی موت سن کر جاتا ہے اور بھائی کو اپنے سامنے دم توڑتے ہوئے دیکھتا ہے ادھر کبھی اپنے جوان فرزند ہمنہن علیؑ کی اکبر کو اپنے ہاتھ سے آلات جنگ سے آراستہ کر کے میدان کا دار میں بھیجتا ہو اور اپنے فرزند کو جلتے ہوئے دیکھ کر بارگاہِ ایزدی میں کہتا ہو کہ پروردگار تو گواہ رہا کہ میں ایسے فرزند کو فوج مخالف میں جہاد کے لئے بھیج رہا ہوں جو صورت و سیرت و تقاریر و گفتار میں تیرے رسول سے بہت زیادہ مشابہ ہو۔ اور پروردگار دیکھ جس وقت تیرے رسولؐ کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تھا تو میں اپنے اس فرزند کی صورت دیکھ جتنا عقائد و اپنے جوان فرزند کی خبر مرگ سنتا ہو تو کتنا ہو۔ واولدی و

اشور کا دن ہے۔ کہ بلا کا خونیز معرکہ اپنی انتہائی استبدادیت کے ساتھ جاری ہے۔ باطل کی تشنہ حق کے خلاف نہایت آزادانہ طور سے استعمال ہو رہا ہے۔ کہ بلا کا وہ وسیع میدان کے جہاں آج حق و باطل کی فیصلہ کن جنگ ہو رہی ہے۔ وہ زمین مثل آگ کے تپتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے جو رنگ کے ذرات ہیں سورج کی گرم شعاعوں کو دن بھر اپنے میں جذب کرنے کے بعد وہ جنگ آزما سورماؤں کو جھلسائے ڈال رہے ہیں گویا سلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے آگ برس رہی ہے اور زمین اب الگ الگ رہی ہے ادھر عرسدک فوج کے صفے ٹھنڈے پانی کے شرابے لئے اپنی فوج کے سپاہیوں کی پیاس بجھاتے پھرتے ہیں اور جہنم جگہ سپاہیوں کی فولادی زریں ریتل میٹان میں آفتاب کی آتش بار کروں سے پتے لگتی تھیں تو عرسدک فوج کے صفے سرد پانی چھڑک چھڑک کر ان زریہوں کی حدت دور کر دیتے تھے اور اس تدبیر سے عرسدک جبری فوج کے سپاہیوں کو کچھ سکون ملا اور وہ پھر اس طرح تازہ دم ہو کر لڑتے۔ ادھر پہلے کا محبوب فراسد علیؑ کا لڑا مانع عزیز و اقارب اور اولاد اور دوستوں کے جن کی تعداد بڑھنے سے زائد نہیں تھی مختصر سی فوج کو لئے تین شب و روز کی بھڑک اور پیاس میں عرب کے ایسے ریگستانی ملک کی آتش خیزیوں سے بے نیاز اپنی تریاں بارگاہِ وحدت میں بقائے دین کے لئے پیش کر رہا ہو۔ اور رضائے خالق کی ان کٹھن منزلوں کو جہاں فطرت انسانی اُس کے تصور سے دم بخود ہو وہ منزلیں نہایت صبر پسندانہ سے طے کر رہا ہے۔ کبھی اپنے قوت بازو عباسؑ کی موت سن کر جاتا ہے اور بھائی کو اپنے سامنے دم توڑتے ہوئے دیکھتا ہے ادھر کبھی اپنے جوان فرزند ہمنہن علیؑ کی اکبر کو اپنے ہاتھ سے آلات جنگ سے آراستہ کر کے میدان کا دار میں بھیجتا ہو اور اپنے فرزند کو جلتے ہوئے دیکھ کر بارگاہِ ایزدی میں کہتا ہو کہ پروردگار تو گواہ رہا کہ میں ایسے فرزند کو فوج مخالف میں جہاد کے لئے بھیج رہا ہوں جو صورت و سیرت و تقاریر و گفتار میں تیرے رسول سے بہت زیادہ مشابہ ہو۔ اور پروردگار دیکھ جس وقت تیرے رسولؐ کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تھا تو میں اپنے اس فرزند کی صورت دیکھ جتنا عقائد و اپنے جوان فرزند کی خبر مرگ سنتا ہو تو کتنا ہو۔ واولدی و

# حیات شہید

(جناب مولانا دمی محمد صاحب نجفی)

قبل اس کے کہ ہم حیات شہید پر کچھ روشنی ڈالیں مقدمہ اتنا کمنا ضروری جانتے ہیں کہ شہید کی زندگی کا جائزہ لینے کا حق قرآن پر ایمان رکھنے والوں کو حاصل نہیں ہے کیونکہ بتا دیا گیا ہے کہ ”لکن لا تشعرون“ تمہارے ادراک و شعور سے مسئلہ حیات شہید بہت بلند ہو تم اس کو حیا کہ چاہیے سمجھ نہیں سکتے۔

یعنی یہ صاف صاف فرما دیا گیا کہ مسئلہ حیات شہید تنقلاات عقلیہ میں سے نہیں ہو اس کے حل کے لئے تنہا عقل کافی نہیں ہماری عقلیں ہر حکم میں متقل نہیں ہیں بہت سی چیزیں ہیں جن میں ہماری عقلوں کا بظاہر حکم کچھ ہوتا ہو اور حقیقت کچھ اور ہوا کرتی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ توأم بچوں میں جو پہلے پیدا ہو وہ بڑا ہوتا ہے اور بعد والا چھوٹا ہوتا ہے لیکن اصلا ب و ارحام کا جائزہ لینے والی منصب کی نظر وہ سب کچھ دیکھتی ہے جس کو غیر منصب دار نہیں دیکھ سکتا یہی وجہ ہے کہ ظالم کا فر پر قابو پالینے کے باوجود اس کو اس لئے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اس کے صلب میں مومن کا نور و دلالت ہے اور اسی وجہ سے تلوار اٹھانے نہ اٹھانے کی سوجھ بوجھ منصب دار کی ذمہ داری اور مصلحت شناسی کے حوالہ ہے چنانچہ ناطق بحق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ توأم بچوں میں جو بعد کچھ پیدا ہو وہ بڑا ہو کیونکہ اس کا استقرار پہلے ہوا اور جو پہلے پیدا ہو وہ چھوٹا ہے کیونکہ اس کا استقرار بعد کچھ ہوا۔

قیاس اسی لئے حرام قرار پایا اور بتایا گیا کہ اہل من قاس ہو! ایسے دیکھو! قتل کا جرم سنگین تھا مگر اس میں صرف دو گناہوں کی ضرورت ہے اور رونا کے ثبوت میں چار گواہ ہونا چاہیے بغیر عقل پھر میں آجاتی ہے مگر امام علیہ السلام اس کے حل میں فرماتے ہیں کہ قتل میں مجرم ایک ہے اور زنا میں دو لہذا ایک مجرم کے لئے کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے لہذا ہر ایسے کا احتجاج پر عمل تھا کہ خلقنی من نار و خلقنی من طین شیطانہ ناری تھا آگ کے ترفیع خاطر

و گروہی کا متفق ہی تھا کہ تراپ جیسی پست چیز کی بنی ہوئی چیزوں کو سجدہ نہ کرے اور اپنی خود مادی کو سجدہ نہ لے لیکن حقیقت کچھ اور تھی ایسے و آدم میں اصل و ذرع کی نسبت حق تعالیٰ کا اصل اور ذرع حیا گودشا و ہوتا ہو کہ اقراؤنہم المنا

الحمد لولیدہ الصلوۃ والسلام و علی حبیبہ وآلہ۔ قال عمر بن قائل لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احياء عند ربہم یمزقون (ترجمہ) جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کر دیے گئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔

دوسری آیت لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احياء و لکن لا تشعرون (ترجمہ) دیکھو جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کر دیے گئے ہیں نہ کہنا بلکہ وہ میت ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم ان کی حیات کا ادراک اور شعور نہیں رکھتے۔

”لا تحسبن“ فرما کے بتایا گیا کہ قتل راہ خدا (جس کو اسلام کی اصطلاح میں شہید کہتے ہیں) زندہ مرنوق من عند اللہ ہے اس کے خلاف گمان کرنے اور اعتقاد رکھنے سے نفی فرمائی گئی ہے معلوم ہوا کہ حیات شہید کا یقین اہل اسلام کا ایمانی فریضہ ہے۔

لا تقولوا فرما کے اقرار قولی لیا گیا کہ شہید زندہ ہے۔

جب یہ اقرار کر لیا جیسے کہ شہید زندہ ہے اور اس کا اعتقاد بھی ہو تو مروجہ طے پر درجہ شہادت حاصل کرنے میں عملی جبر و جہد یا ب عقل و ایمان کا مستحسن اقدام ہو گا اور اس سے تقاعد اور ہرج و مرج الزحف میں جہاد سے بھاگنا بے شبہ اسلام سے بغاوت کفر سے قربت اور ایمان کے خلاف علم بلند کرنا ہو اسی کی توضیح شاہ لافقی علی مرتضیٰ علیہ السلام نے اُحد میں کردی جبکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کیوں نہیں بھاگنے والوں سے جا ملے عرض کی آ کر بعد الا ایمان حضور اکیا میں ایمان کے بعد کافر ہو جاتا۔ روفتہ الصفا و ہارجہ البؤۃ۔

شہداء و اُحد و بدر و خنین کے اقدامات اسی صحیح عقیدہ کے ماتحت لکھے جہیں اور سین والوں کا اقدام بھی اسی صحیح عقیدہ کا عملی مظاہرہ تھا طوبی للعصم و حسن ما ب۔

لَا تَشْعُرُونَ

اس کے معنی ہیں کہ ذوق تحقیق رکھنے والے مایوس ہو جائیں گی کہ وہ معلوم ہے کہ ہمارے اور ان کا تہا جس سب سے پہلے مشمل اور حواس سپر انداختہ ہو جاتے ہیں وہ سامنے غلبہ غالب اور اذہم دنیا سے معرقتہ باری بننے اس کے سمجھنے کے لئے کسی شعور و ادراک سے مدد نہیں لے جاسکتی اس کی ذات لا یجحد ولا یتکبر ہے۔ لیس گفتار شی کے عقیدہ کے ساتھ ساتھ پھر بھی ہم کہ سپر ایمان لانا ہے جس کا واحد تعارف یوں کر لایا گیا ہے کہ مثل زندہ مشککہ الایۃ اس کے نور کی مثال فانی کی مثال ہے ۱۱

خدا کے اس طریقہ ارشاد و ہدایت نے عقل کی اتنا راہبر کیا کہ ان دیکھی اور ان سنی چیزوں کو مثال سے معلوم کرنے کا حق ہر وقت حاصل ہو یہ وہ حق ہے جس کو اہل عصمت علیہم السلام نے بھی مخصوص فرما دیا ہے جنت اور اس کے تفائیل ہمارے لئے ان دیکھی چیزیں ہیں "أَلْوَابُ مُتَشَابِهَاتٍ حَقِيقَتٌ سَے باہر حضرات مادہ پرستوں کو سامنے کی چیزوں سے مثال دے کر تسکین دے دیتے ہیں اہل جنت کے بول و براز نہ کرنے کی مثال میں جنین پیش کر دیا جاتا ہے اور نعمات جنت کے کم نہ ہونے کی حقیقت پر چراغ سے مثال دے کر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ یہ دنیا والہ مثال ہے حیات شہید کہ بھی مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔

ہمارا دعوئے صرف اتنا ہے کہ شہید کے زندہ رہنے اور رزق پانے کا امکان ہے جس کی تائید ہمارے روزمرہ کے مشاہدات سے ہوتی ہے اور نبی صادق کالایا ہوا پیغام اور خدا کے قاطع کلام اس پر ناطق ہے لہذا اس کے وقوع پر ہمارا ایمان ہے۔

### حیات شہید کے ممکن ہونے کی ایک روشن اور واضح مثال

حدیث میں وارد ہے کہ خَلَقْتُمْ وَلَا تَمُوتُوا وَأَنْتُمْ تَقُولُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (فانی) تم اب کے لئے پیدا کئے گئے ہو بس اتنا ہوتا ہے کہ موت آنے پر ایک (فانی) گھر سے دوسرے (ہیٹنگی کے) گھر کی طرف منتقل کر دیے جاتے ہو۔

مخاد حدیث یہ ہے کہ دستِ فیاض ہماری شیخ حیات کو اس قدر محبوب کر دیتا ہے کہ اگر کوئی خارجی سبب نہ ہو تو ہمیشہ ہمیشہ یہ شیخ زندگی روشن ہے لیکن اس چراغ کے خاموش ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کبھی سوچ اختیار سے قلیل حیات کو گناہوں سے اس قدر چمک آؤد کر دیتا ہے کہ پھر آگے چلنے کی ہن

الستی تورڈن عرقم الشاتم شجرتھا آم غنی المنشون "اگر جس کو تم روزمرہ ہی جلایا کرتے ہو کبھی تم نے غور کیا کہ (اس کی اصل کیا ہے) بتاؤ اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم نے" معلوم ہوا کہ آگ کی اصل خود ہے اور معلوم ہے کہ درخت کی اصل خاک ہے لہذا خاک اصل الاصول ہوئی اور آگ فرع الفروع ابلیس اس حقیقت سے جاہل تھا قیاس کر بیٹھا اور عقل گھوڑے دوڑانے لگا نتیجہ میں رحیم و مہربان قرار پایا ایسا کیوں ہوا اپنی اصلیت کو بھول جانے کی وجہ سے۔

نہ ہر جائے مرکب تو انرا متاخر کر جا یا پھر باید انرا متاخر

صبح کی دو رکعتیں یا مغرب کی تین رکعتیں کیوں ہیں؟ تکبیروں میں ہاتھ کانوں تک کیوں لیجائیں صاف ستھرے مشرکین کی مس کی ہوئی تراشیاں سے کیوں خزانہ کریں ان سوالوں کا جواب بجز اس کے اندکچھ نہیں کہ قول و حکم بجز صادق مسلم یوں ہی ہو اور صادق کا اتباع عقلا فرض ہو۔

آج کل کے جوشیلے اور ذوق تحقیق میں انتہا پسندی سے کام لینے والے حضرات اپنی بصارت سے زیادہ ہوا یا مذمت سے ہیں اور تابع آہوائے مضمرات ہو کر حقائق کے منکر ہو جاتے ہیں اسلام کے ہر پیغام کا جائزہ اپنی عقل کی روشنی میں لینا چاہیے ہیں "خود دیتے ہیں کہ اسلام دین حق ہے اس کے ہر حکم کو عقلی ہونا چاہیے لیکن ظاہر ہے کہ کس حکم کا عقلی ہونا اور ہے اور عقل میں آجانا شایہ دیگر ہے۔ اگر انھوں نے بہت زیادہ رواداری سے کام لیا تو یہ فرما دیا کہ ہم کو صرف قرآن سے سمجھا دیا جائے حدیث نہ مانیں گے بتایا جائے کہ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ حلق لعینہ حرام ہے" یہ رواداری بھی اسلام کا کفر ہے اور باب تحقیق کو ایک احتیاط چیلنج ہے کیونکہ بغیر حدیث پر ایمان رکھے قرآن پر ایمان قطعاً محال ہے اس کی حدیث میں اگر قال رسول اللہ ہوتا ہے تو قرآن کی حقیقت بھی قال رسول اللہ قال اللہ ہے قرآن کا ماننا اور حدیث کو نہ ماننا بعینہ ایسا ہے جیسے کسی کو سچا اس لئے سمجھا کہ وہ جب دوسرے سے خبر دیتا ہے تو بیچ بولتا ہے اور جب خود کوئی بات کہتا ہے تو وہ ناقابل اعتبار ہوتا ہے۔

تحقیق اچھی چیز ہے اور بہت اچھی چیز لیکن فرمائیے کہ ایک مادرِ زادن سے کو سبز اور سرخ رنگ کا فرق کیونکر سمجھایا جائے ایک غیر محسوس چیز کیونکر محسوس کر لی جائے ایک عالم بقائے رہنے والے کے حالات حیات و حصول رزق کا تخمینہ ایک عالم فانی کے رہنے والے کو کیونکر کیا جائے اسی لئے فرمادیا گیا لیکن



## فلسفہ شہادت پر ایک عقلی نظر

از کتاب اقل القیاحین ایک عقل فیصلہ ہے جب دو قبیح چیزیں سامنے آئیں گی تو اس کو اختیار کرنا پڑے گا جو کم قبیح ہو اور جس میں قبیح زیادہ ہو گا اس کو ترک کرنا پڑے گا۔ اسی پر تفسیر کا بھی اساس ہے حلت و حلال بالترتیب افضل و مفضول ہو کر رہے ہیں افضل کو مفضول پر قربانی کر دینا عقل حکم ہے ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون کی نص کے بموجب ہماری پیدائش کی علت عبادت و معرفت خدا ہے غفلت الخلق کی اعتراف بھی اسی پر شاہد ہے خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرض خلقت ہی میں معرفت باری ہے معرفت باری اولیٰ ہے جیسا کہ سید المودیین امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں اول الدین معرفت دین سے مراد دین اسلام ہے جیسا کہ خالق عالم کا ارشاد ہے کہ ابداً الذین عند اللہ الاسلام ان سب کا حاصل یہ ہے کہ ہم اسلام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں لہذا جب اسلام اور مسلمانوں میں فساد ہو تو اسلام کو بچانے کے لئے مسلمانوں کو قربانی ہو جانا ان کا فریضہ عقلی ہے۔

ٹھیک اسی طرح جیسے کہ جمادات و نباتات میں امر دائر ہونے پر نباتات کی پرورش کے لئے قیمتی سے قیمتی زمین گود کے رکھ دی جاتی ہے اور نباتات و حیوانات میں امر دائر ہونے پر حیوان کے لپٹا کے لئے نباتات کو ان کی غذا بنادیا جاتا ہے اسی فلسفہ خدا کاری کے ماتحت جب حیوان اور انسان میں امر دائر ہو تو حیوانات کو انسانوں کے لئے قربان کر دینا میں عقل ہے (کیونکہ اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ حیوانات کو جو حق تسلط اپنے سے ماتحت انواع پر حاصل ہے اس سے اشرف المخلوقات کو محروم رکھا جائے اور جب انسان امدانی مقصد میں امر دائر ہو تو انسان کو الہی مقصد کے کامیاب بنانے کے لئے اپنے کو قربان کر دینا چاہیے کیونکہ اسی میں اس کی تکمیل حیات ہو۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب کسی چیز کو اس کے صحیح مقصد میں صرفہ کر دیا جائے تو اس سے اس میں فنا کے بدلہ بقا پیدا ہو جائے گا دیکھو اجزائے ارضیہ جو نباتات میں کھو گئے تھے فنا نہیں ہوئے بلکہ ان میں بھی نو پیدا ہو گیا اور ہم مطلق سے جسم نامی بن کے ظاہر ہوئے اسی طرح اجزائے نباتی حیوان کی غذا بن کے اور قوت پکڑ گئے اور جسم نامی سے حرکت کر کے متحرک بالارادہ کا جزو لاینفک ہو گئے اسی طرح اجزائے حیوانی لافعل سے عاقل کا جزو بن گئے اور یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ متنی جتنی حیات قوی ہوتی جائے گی اتنی اتنی غذائے قوی و کار بہتی جائے گی چاہے جمادات

جائیں تو ان کا یہ نشتر باریق بن جائے ضرر لفع سے بدل جائے نجاست طہارت سے مبدل ہو جائے جام شہادت نوش کرنے سے پہلے ہی طہتم فاذخلوها خللین کی فیہی آوازیں آنے لگیں اور مقام دہم شربا طہمورا کی ٹولی میں داخل کر لئے جائیں خواہ وہ حنظلثہ غسیل ملا گلتے ہوں یا کر بلا کشید حر جس نے شہادت سے پہلے اپنی زندگی میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا اور بتایا کہ صرف سبغ میں شراب سر کر نہیں بنتی کر بلا کو بھی یہ شرف حاصل ہے جو پہلے اسلام نوازوں کے لئے مضر تھا اب مفید بن گیا ناری تھا نوری بنا جس تھا پاک ہو گیا "انقلاب مذہب" کے وہ نعرے لگا گیا کہ رہتی دنیا تک اس کی آواز فضا میں گونجتی رہے گی یہ آج جو اک گونج ہے آزادی کی۔ یہ ٹھہر ہے اسی حرجی کی آواز (ترمیم کے ساتھ) جو خود بھی پاک ہوا اور اس کے بھائی فرزند اور غلام اس کی معیت و تبعیت میں پاک ہو گئے بالکل اسی طرح جیسے شراب کی بوتل سر کر ہو جانے کے بعد معیت و تبعیت میں پاک ہو جاتی ہے یعنی کنت معہم فاخوذوا غلظہا۔

استعمال یہ ہے کہ ہر کر درکان نمک رفت نمک شد مثلاً بنجس البین بھی اگر نمک زار میں گر کے نمک بن جائے تو پاک ہو جاتا ہے استعمال بربست انتقال و انقلاب کے زیادہ موثر اور قوی چیز ہے اس میں مکان ہیئت رنگ بو مزہ نام اور کام سب کچھ اس طرح بدل جاتا ہے کہ موضوع باقی رہنے کے باوجود تشخیص موضوع قریب قریب نامکن سی ہو جاتی ہے۔

استعمال جس طرح طہارت کا ضامن ہو اسی طرح حیات تازہ دے دینا بھی اس کا ایک ادنیٰ مجموعہ ہے۔

مثال کے طور پر دیکھو بنجس لکڑی رکھ ہو جانے پر پاک ہوئی اور رکھ کھل کر صورت میں منتقل ہو کر قوت نامیہ کے خزانے لٹانے لگی اور کھانے کی آخری حد پر سڑ گئی جانے کے بعد کڑیوں کی شکل اختیار کی یہ ہی استعمال کی کارفرمایاں لفظ کر دیکھو جو کائنات عالم کا ایک عصارہ یا جوہر ہے اس وقت ایک بنجس قطرہ ہے لیکن جب یہ روپ بدلتا ہے اور پودوں ہی پودوں میں ترقی کے منازل طے کرتا ہوا ظاہر ہوتا ہے تو وہی قطرہ گندیدہ منیک الطویٰ اعالم الاکبر کی تفسیر بن جاتا ہے ماں کی ایک بنجس چیز دودھ کی صورت میں مستحیل ہو کر پاک بن جاتی ہے اور پھر دھن کے ذریعہ سے پوپک کر بچہ کی گون میں خون بن کر دوڑنے لگتی ہے اور مدار حیات بن جاتی ہے یہ ہے خالق فطرت کی قدرت نامائی اور یہ ہی استعمال کی کارگزاریاں کہ اس طرح سے طہارت و حیات کی ضائیتیں ادا کی جاتی ہیں۔



کو غذا کی ضرورت نہ ہو لیکن نباتات بغیر آب و ہوا اور حرارت شمس کے زندہ نہیں رہ سکتے اور حیوانات تو صرف ان لبائے پر بھی قناعت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ کو ان کی لپکائی ہوئی مقوی غذائیں مثل شاگ پات کے درکار ہیں اور انسان چونکہ دو جنسین ہے مادی جنبہ غذا کا طالب اور روحانی جنبہ غذائے روح کا طلبگار اور لطیف یہ کہ نباتات کے طریق حصول غذا کا شعور ہم کر سکتے ہیں نہ حیوانات کے جلب غذا کو سمجھ سکتے ہیں نہ ہم کو یہ معلوم کہ خود ہمارے پیان غذا کی کار فرمایاں کس طرح جاری و ساری ہیں صفرا سودا بلغم اور خون کی تقسیم اور اس کے اثرات مابعد کا شعور ہم کو بالکل نہیں غذائے روح ہی ہم حاصل کر لیتے ہیں لیکن اس کے اندازہ سے ہم عاجز ہیں ہے ہمارے سامنے کی چیزوں کا حال پھر وہ کہ جس نے الہی مقصد پر جان دے کر کامیاب سے کامیاب تر زندگی حاصل کی اور بقائے جاودانی کا مالک ہو گیا ہماری اس ہزم سے الگ زندگی گزار رہا ہے ہمارے اندازے سے زیادہ قوی غذا اور کھل سے کھل عزان سے رزق حاصل کر رہا ہو ہم اس کے حالات کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں اسی لئے فرمایا گیا کہ بل اخیاء عندنا ما یضمیرون ہم پر جان دینے والا زندہ ہے رزق پاتا ہے دیکھی لا تشعرون لیکن تم نہیں سمجھ سکتے۔

یہ سب فرض شناسی اور مقصد فہمی کا نتیجہ ہے اور ان کتاب اقل البقیین کی تفسیر کل ہے جب انسان و حیوان میں امر دائر ہو تو حیوان قربان کر دیا جائے گا انسان بچا لیا جائے دُنبہ ذبح کر دیا جائے گا اسماعیلؑ بچا لے جائیں گے خاتم النبیین اور ان کے وصی میں امر دائر ہونے پر حبیب کو بچا لیا جائے گا اور وصی کو سب ہجرت کے خطروں میں سو رہنے کا حکم ہو گا اسی فیصلہ عقلی پر ابو طالبؑ نے عمل کر کے شیعہ رسالت کی حفاظت میں اپنے چہنم و چراغ کو ہمیشہ خطروں میں ڈالا اسی صحیح فیصلہ پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے نص فرمایا اور اپنے فرزند ابراہیمؑ کو اپنے فراموشی پر قربان کر دیا بلکہ نبوت کو امامت پر قربان کیا جو نیا پیچہ المودۃ والی الحدیث کا مفاد ہے کہ جب ابراہیمؑ کے فضائل ذکر فرمانے لگے تو فرمایا کہ لو عاشق لکان نبیا اگر ابراہیمؑ زندہ رہتے تو یقیناً نبی ہوتے لیکن زندہ رہنا نبوت کی صلاحیت رکھنے والے کا اس لئے بھی محال تھا کہ حضور خاتم الانبیاءؐ تھے یہ حسینؑ جس پر ابراہیمؑ کو قربان کر دیا گیا اس لئے ذخیرہ کیا جا رہا ہو کہ جب اسلام خطرہ میں پڑے گا تو حسینؑ قربان ہو جائے گا اور اس طرح اسلام بچا لیا جائے گا جیسا کہ مابذ کے موقع پر اسلام کو خطرہ میں

دیکھ کر سب ہی اصحاب کسا ز نکل پڑے تھے حسینؑ شہید اعظمؑ ہے مقصد خدا فیاض بند بچہ عظیم اور خود ذریعہ عظیم ہے حسینؑ قدیر اسماعیلؑ نہیں بلکہ قدیر خاتم الرسل ہے کیونکہ اسماعیلؑ کا عہدہ حسینؑ کے حوالہ کر کے نورختی مرتبت کی حفاظت مقصود تھی جو اس وقت تک صلب اسماعیلؑ میں ودیعت تھا اور قیہ ابن اسماعیلؑ کی طرف منتقل نہیں ہو چکا تھا حفاظت رسول کیے یا پیغمبر کے مناصب کی تکمیل بہر حال حسینؑ اور حسینؑ دونوں قدیر رسول قرار پائے اور اس طرح ان حضرات نے کامیاب زندگی پر فائز ہو کر ساتھ والوں کی زندگی کو کامیاب بنایا اب نہ صرف حسینؑ زندہ ہیں بلکہ کر بلا کا ہر شہید زندہ ہے واقعات روایت سے گذر کر درایت کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اگر حسینؑ نے بعد شہادت تلاوت سورۃ کہف کر کے اپنی حیات کا اعلان کیا تو چون غلام ابوذر غفاری کے مرنے کے کئی دن بعد تک چہرہ کے نور اور بدن کی خوشبو نے بھی چون کی حیات کا ثبوت دیا اس لئے کہ مرنے کے بعد رنگ کا تغیر اور بدبو کا پیدا ہونا امر واقعی ہے چون مرے کب زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں یا بی انتم والی یا لیتن کنتم حکم فاقو ذہکم۔

سب کا محرم

(از مولانا بہت اجتہادی رحمہ)

فتح علی کریمانیہ خادم عباس کا

فتح باطن پر جا الیہ قدم عباس کا

فتح خیال پر کوشاں یہ خاتم عباس کا

فتح آمل پیغمبر کا نشان باقی نہیں

کریل پر نصب جو ایک علم عباس کا



# حسین اور اسلام

(از جناب آغا صاحب لہ۔ اے۔ بی۔ ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مسلم ٹریننگ اسکول گنٹر مدراس)

بر باد ہورہا ہوں اور سہیغہ کے لئے دنیا سے مٹا یا جا رہا ہوں۔ ہے کوئی میری نصرت کرنے والا اور مجھ کو بڑے ظالم ہاتھوں سے بچانے والا۔ اچھا ایسے بہت سے مسلمان باقی تھے جنہوں نے رسول اللہ کا مدد دیکھا اور ان کو اس خطرہ کی محبت میں بیچنے کا شرف بھی حاصل تھا۔ اور وہ اس امر کو اچھی طرح جانتے تھے کہ باقی اسلام کو اسلام سے کسی محبت تھی لیکن کوئی بھی شے اس سے نہ ہوا۔

اسلام کا بر باد ہونا پاک پیغمبر کی پاک آغوش میں پرورش پانے والے اس مصلح اعظم انسان سے جس کو دنیا کا فہ ذرہ جیٹے کے نام سے پکارا جاتا ہے کیسے دیکھا جائے گا۔ مگر گوشہ علی رضی اللہ عنہ اور حضرت دل فاطمہ الزہراؑ نے سرزمینِ کربلا سے آواز دی کہ اے اسلام نیم جاں تجھے ڈرنے کی کوئی بات ایس جب تک اس حسین کی جان میں جان ہے تیری نصرت سے منہ نہ موڑے گا اور مجھ کو بر باد نہ ہونے دے گا۔ اے میرے نانا کے پرورش کنندہ اسلام تو یاد رکھ کہ تیری بقا کے لئے حیثیٰ خود مٹ جائے گا لیکن تجھے مٹنے نہ دے گا سیدہ کے لال نے صرف زبان سے کہا ہی نہیں بلکہ اپنے اہل خانہ کو علی جامہ پہنا کر دنیا کو بتا دیا کہ حقانیت کے علمبردار ایسے ہوا کرتے ہیں۔

مظلوم کو بلانے والی دودھ گھاہ پر پہنچ کر اپنے اور اپنے عزیز و اقارب کے خون سے شجر اسلام کی آبیاری کر۔ شجر اسلام کی جڑوں کو سنبھالنا مضمحل جڑوں کو مضبوط کر دیا۔ اسلام نیم جاں میں جان آئی۔ ان بہتر بکس و مظلوم مگر بہادر شہیدوں میں جن کے خون سے شجر اسلام کی آبیاری کی گئی تھی ایک چھ مہینے کا بچہ بھی تھا جس کا خون دیکھ کر انسانیت کا پٹ اٹھتی ہے۔ ان شہداء کربلا کی شہ رگوں سے فوراً صفت نکلنے والا خون مگر کربلا کی سوکھی ہوئی زمین پر بہتی ہوئی زمین کو سیراب کرنے میں کامیاب نہ ہوا بلکہ شجر اسلام کی آبیاری میں وہ کام کر گیا کہ مسلمانوں کو تاقیام قیامت سرسبز و شاد کام رکھے گا۔

اگر مظلوم کربلا اسلام نیم جاں کی آواز پر لبیک نہ کہتے اور اسلام پر اپنی اپنی اولاد کی جانوں کو نثار نہ کرتے تو آج دنیا میں نہ اسلام ہوتا اور نہ مسلمان

مذہب عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر ایک مذہب کا کوئی نہ کوئی بانی ہوا ہے اور ہر ایک بانی مذہب کو اپنے مذہب کی فلاح و بہبود کے لئے اور اس کی ترقی اور استحکام کے لئے بے انتہا تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی آخرت اسلام اور اس کی فلاح و بہبود کے لئے جن جن مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ان سے کوئی مسلمان بے خبر نہیں ہے۔ آج دنیا کے چپ چاپ پر بیٹھے مسلمان آباد ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ان کے لئے رسول اکرم نے بڑی بڑی معیتیں اٹھائیں۔ بے انتہا تکلیفیں سہیں مگر اُف نہ کیا۔ آپ پر کوڑا چھینکا گیا، لیکن آپ نے صبر سے کام لیا۔ آپ پر پتھر پھینکا گیا اور آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، لیکن آپ نے کسی کو بُرا نہ کہا۔ یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک خمید کر دیے گئے، لیکن آپ نے نصرت اسلام سے منہ نہ موڑا۔ گویا اسلام کو آپ نے اولاد سے بھی زیادہ پیارا اور محبت سے پالا۔

پھر آخرت میں مرتبت کو اس دنیا سے فانی سے رحلت کئے ہوئے کوئی زیادہ غور نہ کرے۔ سوائے اسلام کے دوسرے مذہبوں میں شجر اسلام پر باد حوادث کے ناخوشگوار بھونکنے چلتے گئے۔ اسلام کا کتنی منہ دھار میں آگئی۔ یزید جیسا فاسق و فاجر شخص اسلام کا پہنا ہوا گیا۔ اسلام کی باگ یزید کے ہاتھ میں آگئی۔ یزید کیسے شخص تھا اور اس کا کہہ کر کیا تھا اس سے تو دنیا کے اسلام اچھی طرح واقف ہے مگر میں صرف اتنا بتا دینا کہ کتنی سمجھتا ہوں کہ یزید حلال ہمدردی کو حرام اور حرام محمدی کو حلال قرار دینا چاہتا تھا اور مسلمانوں کو آتش جہنم کی طرف لے جا رہا تھا۔ گویا رسول مقبول کی انتہائی محنتیں یزید کے ہاتھوں بر باد ہو رہی تھیں۔

یہ وقت میں اسلام کو اپنی بقا کے لئے ایک حقیقی نا صرود دگار کی ضرورت تھی تاکہ وہ یزید کے ظالم ہاتھوں سے نجات پاسے۔ اسلام نیم جاں باوازا بلند یہ کہہ رہا تھا کہ اے رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے والو اور حبیب خدا کا دم بھرنے والا تجھے خاتم النبیین نے بڑے پیار سے پالا۔ مجھ سے وہ بڑی محبت کرتے تھے اور ایک آن سے لئے بھی وہ مجھ سے غافل نہ رہتے تھے۔ لیکن آج میں یزید کے ہاتھوں

## اعجاز کا حامل وہ بچہ چھ ماہ سے جس کا سن کم ہو

(جناب سیرا نقار حسین صاحب قریشی راز ہندی جرنلسٹ جو پوری)

مغیرم فضائے عالم ہو، اس شان سے نہ کا ماتم ہو

ہاتھوں میں علم عباس کا ہو سر جوش عقیدت سے خم ہو

لب پہ ہو حسین تشنہ جگر ہاتھوں میں حسینی پر جم ہو

ماتم نہ ہو ابر پا جس کا اب آؤ اُسی کا ماتم ہو

تو خاکِ شفا کو کیا سمجھ، واغظ ہے دلیل کم نظری

یہ راز ہے راز روزِ اول، مسجد ملائک آدم ہو

داؤد صفت سوکھی سی رباں لوہے کے دلوں کو موم کرے

اعجاز کا حامل وہ بچہ چھ ماہ سے جس کا سن کم ہو

غاری کے قدم کو چوم بھی لے، دریا کی روانی چپکے سے

سوتا ہے زالی میں ضمیمہ لہروں سے نہ تیری برہم ہو

مرد یہ ہیں بتلا کے گئے خود کر کے گئے۔ دکھلا کے گئے

ہر حال میں واجب طاعت حق گربارش ناوک بہیم ہو

مہمان بلا کے اعدا نے افسوس اسی کو قتل کیا

سردارِ خباں ہو جنت کا دنیا کا شہید اعظم ہو

اے فخرِ بقول پذیر رونے کو فقط ہم خلق ہوئے

کیوں ہاتھ نہ ماتم کو اٹھیں کیوں آنکھ نہ شکلوں سے نم ہو

ہوتے اگر ہوتا بھی تو محمد کا اسلام نہ ہوتا بلکہ نہایت بیزاری کسی اور رنگ کا مذہب ہوتا۔ جو حقیقت میں مذہب نہ ہوتا اور جس کو دنیا کا کوئی فرد بشر پسند بھی نہ کرتا۔ اب ہم اس غیور کو بچے کو شہید بنوانے اپنے مانا کی انتھک محنتوں کو ٹھکے نہ ٹکادیا اور کائناتِ اسلام کو جہنمِ حار میں پڑی ہوئی فنی سانس مراد پر بھگا دیا اور ہم سب کو ان کے واسطے قیام کو برقرار رکھا ورنہ ہم بھی کے بھٹک گئے ہوتے۔ اس لئے کیا خوب کہا گیا۔ "حقا کہ بنائے لا الہ است حسین" ہندستان کے رہنے والے وٹل کرور اور دنیا کے لیجنے والے ۱۰۰ کروڑ مسلمانوں کو جہنمِ مظلوم کا شکر و مومن ہونا چاہیئے اور ہر ایک مسلمان کو ان سے دل محبت ہونی چاہیئے کہ شہید کرانے اسلام کی لاج رکھ لی۔ عزیز و انصار کو اسلام پر سے نثار کر دیا لیکن آفت نہ کی۔ حضرت ابو الفضل العباسؑ جری اور پھٹل پیغمبر حضرت علیؑ اگر جیسے کر لیں اس کے ترانہ پڑھیں۔ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ کچھ مہینے کے تحفے فد یہ کو بھی پیش کیا لیکن امام حسینؑ کی پیشانی پر بل نہ آیا۔ ٹھکر لٹا دیا اور سر کاٹ دیا لیکن شجرِ اسلام کی جڑوں کو کٹنے نہ دیا۔ آخری وقت تک یہاں تک کہ زہرِ خنجر بھی مظلوم کر بلا کر اپنے نصب العین کا خیال نہ کیا۔ ان کا نصب العین یہ تھا کہ محمد کے مشن کو دھیمہ تکمیل تک پہنچا دیا جائے اور اسلام جیسے عالمگیر مذہب کو بیزاری کے ظالم ہاتھوں برباد نہ ہونے دیا جائے۔ سید الشہداء حسینؑ مظلوم کر بلا اپنے مشن میں کامیاب ہوئے آپ نے پیکرِ اسلام میں روحِ پھر کی مردہ اسلام میں جان ڈال دی گویا مسلمانوں کو جہنم کی آگ سے بچا کر جنت کی راہ بتائی۔ حسینؑ مظلوم کا ہم مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے لہذا ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ مظلوم کر بلا کی یادگار کو شائے اللہ حقیقی مومن میں منائے۔ آج دنیا حسینی سیرت کو یاد دلار ہے اور حسینی تھنڈے کے نیچے پناہ لے رہی ہے۔

مسلمانوں نے زندہ کر دیا اسلام کو جو گھر گھر لوہے کی ٹاپوں سے بدن گو پہناں

## رباعی

(از مولانا بہت اجنادی مرحوم)

جنگِ حق و باطل حق ہی حکومت کیسی

جان دے کے کیا فتح ہر محبت کیسی

شہید کی اولاد رسن لبہ سے ؟

بعیت کا سوال اٹھ گیا سب کیسی

# شافع محشر ہیں حسینؑ

(از جناب یاد حسین صاحب یاور رائے پوری)

رہبر منزل قرب احدیت ہیں حسینؑ  
باعث رون محراب عبادت ہیں حسینؑ  
مصحف معرفت اشرف کی صورت ہیں حسینؑ  
ناز قرآن کو جس پر ہے وہ آیت ہیں حسینؑ  
پیکر دین خدا کی بخشد ا جان ہیں یہ  
بات ایمان کی گر بوجھو تو ایمان ہیں یہ  
ہے سرفراز دنیا جس سے وہ سرور ہیں حسینؑ  
کشتہ راہ خدا فدائے داور ہیں حسینؑ  
ماکب روز جزا ساقی کو خر ہیں حسینؑ  
اپنے نانا کی طرح شافع محشر ہیں حسینؑ  
بغداد امت عاصی کے سہارے ہیں حسینؑ  
ناز کیونکر نہ کریں ہم کہ ہمارے ہیں حسینؑ  
الک ارض و سما خاک نشین عرش مقام  
منبع علم و عمل و جہ بقائے اسلام  
نعمت نضر نسب کا ہوا ان پر اتمام  
بیٹے اور بھائی امام باپ امام آپ امام  
عزت و جاہ و شرف میں کوئی ہمسر نہ ہوا  
ان کے نانا سا زمانے میں ہمیشہ نہ ہوا  
بازوئے ختم رسل دست خدا ان کا پدر  
ہر لڑائی میں جو اسلام کا تقابینہ سپر  
جس کو محبوب خدا نے کہا سیف داور  
ضرب اک طاعت کو نین سے جس کی بہتر  
جو کی روٹی پہ ہمیشہ کی قناعت جس نے  
کھول دی قلعہ خیبر کی حقیقت جس نے

نفس اشرف جس سرور عالی کا لقب  
وقت تھی جس کی ہر اک سانس پے مرضی رب  
جان پر کھیل کے کی نصرت سلطان عرب  
سو گیا تینوں کی جھنکار میں ہجرت کی شب  
بس کہ اشرف نبیؐ ہی اسے بہتر سمجھیں  
جسے اعدا کی نگاہ میں بھی ہمیشہ سمجھیں  
ان کی ماں فاطمہ صدیقہ زکیہ زہرا  
جن کی چوکھٹ کی قسم کھاتا ہے خود باب دعا  
کیوں نہ در بانی کریں اس کی ملک صبح و مسا  
جس میں داخل نہ ہوں بے اذن رسول دوسرا  
لے کے قسمت کی بلندی کا سہارا اُترا  
جن کا درجہ مئے گردوں سے ستارا اُترا  
سوئے آلام نظر کی نہ پریشاں ہو کر  
دل پہ ہرزخم ستم سے لیا خنداں ہو کر  
آفتابیں دور ہوئیں ضبط سے حیراں ہو کر  
مشکلیں آئیں تو شرما گئیں آساں ہو کر  
جو کا آٹا تو کبھی صبح کبھی شام پسا  
روز چکی میں غم گردشِ ایام پسا  
جلوہ نقش جبین حق کی عبادت کا چراغ  
آبلہ ہاتھوں میں ہے درس مشقت کا چراغ  
کیفد خما کا ہے پیوند قناعت کا چراغ  
جن کی چادر کا براک تار ہدایت کا چراغ  
رہی ظلمات میں ایساں کا چراغاں کر کے  
رہن سے چھوٹی تو کافر کو مسلمان کر کے

# راز شہادت

(لاز جناب مولانا سید علی صاحب نقوی)

معلوم کر سکیں۔

دعویٰ (سیر الغلوین) (اسماعیل اسلام) خدا کا فضل و کرم ہمارے شریک مال تک  
 سزاوارتہ ہے کہ یقیناً وہ کلمات جہانیا میں الگ الگ تھے ہمارے رسولؐ کے ذات میں مجتہد  
 ہوئے تھے ہاں ایک کمال نبی نہ ہوا تھا اعداد و کلمات شہادت تھا اس کے عدم حصول  
 کا راز یہ ہے کہ اگر رسولؐ جنگ میں شہید کر دیے جاتے تو اسلامی سطوت و دیر کے نقصان  
 اور عوام کی نظر میں دین کی عظمت کم ہو جاتی اور اگر رسولؐ دھوکے میں یا پوشیدہ شہید کر دیے  
 جاتے تب بھی کمال شہادت نہ ہوتا پہل و جبر تو یہ بھی کہ شہادت عام نہ ہوتی دوسرے  
 یہ کہ شہادت بھی کمال نہ ہوتی کیونکہ شہادت اس طرح کامل ہوتی ہے کہ انسان عالم مصیبت  
 و الم و مصافقت میں قتل کیا جائے اور جسم بلا دھن پڑا رہے اس کے احباب اور احوا  
 قتل کر دیے جائیں اس کا مال لوٹ لیا جائے اور اس کے اہل بیت اور قریب کچھ قید  
 کر دیے جائیں اور یہ سب خدا کا رضاء میں ہو خداوند عالم نے چاہا کہ یہ کمال عظیم  
 بعد وفات رسولؐ ان کے کلمات میں شامل کر دیا جائے چنانچہ آپ کا وہ زمانہ جو  
 کسی طرح مظلومیت اور ظلمیت کے لئے مناسب نہ تھا ختم ہو چکا تو آپ کے وہ قریب ترین  
 اعزاء جو آپ کے لہذا لکھے جاسکیں اور ان کا حال بعینہ رسولؐ کے حالات کا سا و قرار  
 پائے قدرت نے چاہا کہ ان کا کمال بھی آپ کے کلمات میں داخل ہو جائے میں  
 خداوند عالم نے دونوں فخر اہل امین امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ان کے ناما رسولؐ  
 کا قائم مقام بنادیا اور دونوں کو آئینہ جمال محمدی اور چہرہ پر نور رسالت کے  
 رخساروں کے مانند قرار دیا۔ چونکہ شہادت کے دو قسم ہیں ایک شہادت سیر و بعینہ  
 پوشیدہ اور دوسرے شہادت علانیہ یعنی شہادت ظاہری ان میں سے پہلا درجہ شہادت  
 بڑے نواسے کو تھا ہوا اور شہادت علانیہ یعنی شہادت ظاہری امام حسینؑ چھوٹے نواسے  
 رسولؐ کے لئے مخصوص ہوئی ارباب نظر اس سیر الشہادتین کی اہمیت سے بخبردار واقف ہیں  
 سوال اس مقام پر یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی شخصی و ظاہری  
 شہادتیں کمال نبوت کا ذریعہ پیش تو پھر دیدہ و دلالت رسولؐ کے اس کمال کو شخصی  
 کرنا اہل اسے انہما بیزاری کرنا کہاں تک بجا اور درست ہے۔

آج بھی شہید کرنا کے نام لیا اہل ان کی مصیبت پر مگر یہ فدا کرنا کے نذر  
 افراد سوجھد ہیں اور تاقیامت میں سلسلہ رہے گا ظلم و جور کی انتھک کوششیں  
 ختم ہو چکیں مگر مظلوم کر بلا کا ذکر کہ کوئی محو نہ کر سکا بات یہ ہے کہ حسینؑ کا  
 واقعہ شہادت صد ہا روز کا حامل ہے۔ ہر منزل پر بلا اور مصیبت امام  
 قابل غور ہے انصاف پسند طبیعتیں حسینؑ کی لازوال محبت کو دل سے نہیں  
 نکال سکتیں مسلمانوں میں کون ہے ایسا جو رسولؐ کا کلمہ گو ہو کون زندہ ہلاک  
 ہے جو زندہ خاتم الانبیاء نہ ہو کون صاحب دل ہے جو رسولؐ اکرمؐ کی محبت  
 میں سرشار نہ ہو گا کلمات نبویؐ سے کس کو انکار ہے محسوس رحمت سے کون  
 فریبے جو طالب کرم نہیں جو رسولؐ کی مسرت کو اپنی مسرت اور رسولؐ کی  
 مصیبت کو حادثہ غم نہ تصور کرتا ہو گا ایسا کوئی انصاف پسند اور عقیدت مند  
 مسلمان نہ ہو گا واقعہ ہر بلا جس سے تشاثر ہو کر ہر دل ماتم کہہ بن گیا رسولؐ  
 مقبول کے لئے بھی باعث الم تھا وہ محبوب نواسا جس کو رسولؐ نے ہیشہ نیک  
 جان سے زیادہ عزیز رکھا کر بلا میں رنج و الم کا مرکز بنا ہوا ہے۔ رسولؐ  
 اپنی نافرمان اور ناحق شناس امت کے ظلم سے بے قرار ہیں اس حقیقت  
 سے کہ انکار ہو سکتا ہو کہ رسولؐ اکرمؐ کو حسینؑ سے بے پناہ محبت تھی پھر کنا  
 پڑے گا کہ حسینؑ کی مصیبت رسولؐ کی مصیبت تھی حسینؑ کی شہادت دراصل رسولؐ  
 کی شہادت تھی ایسی صورت میں کون صاحب انصاف ہو گا جو حسینؑ کی مصیبت  
 پر اٹھار رنج و الم کو خلافت عقل قرار دے۔

کلی ظلم کی بدولت آج بھی بعض افراد حسینؑ کی مصیبت اور ان کے واقعات  
 شہادت کو فریہ مسمول سمجھتے پرتیا رہیں۔ اب کہ یہ نہیں معلوم کہ حسینؑ کی یاد میں کیا کیا فرائز  
 ہیں اور شہادت میں کیا کیا راز پنہاں تھے حسینؑ کا راز شہادت سمجھنے کے لئے ہم اپنی  
 سلسلہ کلام میں حدیث و روایات کے رسالہ سیر الغلوین سے ایک اقتباس مختصر پیش کرتے  
 ہیں تاکہ وہ لوگ جو دافکر ہو جائیں نا قابل التفات اور معمولی سا واقعہ تصور کر کے یہ  
 عظمت کا پتہ چلا سکیں اور شہادت حسینؑ کے سلسلے میں رسولؐ کی عظمت و کلمات کا پتہ

جس کا مقام پر کہ وہ انور اور نور ہیں ان کی شہادتیں کمال نبوت کا ذریعہ پیش تو پھر دیدہ و دلالت رسولؐ کے اس کمال کو شخصی کرنا اہل اسے انہما بیزاری کرنا کہاں تک بجا اور درست ہے۔

## حقیقت کا نظارہ

(شاعر سرکار حسینی ابراہیم صاحب لید عترتین عترت ازہور ضلع لکھنؤ)

سجدہ شبیر کو اپنی ادا پر ناز تھا  
ہاں وہ سجدہ جس میں پنہاں عبدیہ کا راز تھا  
دروقت سے تڑپ اٹھتے تھے وہ رہ کر حسین  
ایک دل پہلو میں تھا اور دل کے اندر ملاز تھا  
ستھ نے صدئے کر دیا اسلام تجھ پر وہ نہو  
جس کے ہر قطرے میں تیری زندگی کا راز تھا  
تیرے گلے گتے ہی وہ نہیں سنہس کے کھیل موت سے  
شاہ کا تنہا مجا ہد کس قدر جا نہاد تھا  
حالی ماضی منکشف تھا جرات عباس سے  
ہر ادا پر قوت شیر خدا کو ناز تھا  
وہ پھر نا اکیبر غازی کا ہنگام جدال  
صورت انسان میں پنہاں شیر کا انداز تھا  
ہم نے مانا نقش قرآن صبر ہے ایوب کا  
صبر پر شبیر کے لیکن خدا کو ناز تھا  
مرعیت صرصر کو بھی رفعت کا دھوکا ہو گیا  
اشہب شبیرن میں مائل پر واز تھا  
بن گئے قوسین وحدت اور نبوت کے حجاب  
بس کہ معراج امامت کا اسی میں راز تھا  
لائق نظارہ تھی عئون و محمد کی جدال  
شان جعفر حیڈر کرار کا انداز تھا  
آفتاب شان حیڈر تھا حرم میں ضو فلک  
جسلوہ ثمر نبوت فرشتہ پا انداز تھا  
آگئی کس سن سے تلوار کے سائے میں نیند  
فرشتہ احمد کا مجا ہد شیر تھا جا نہاد تھا

ہائے محتاج کفن وہ کر بلا واسے شہید  
جامہ رنگبہ شہادت خلعت اعزاز تھا

اے زمین کر بلا اصغر سے رہنا ہوش  
یہ وہ بچہ بے زباں ہے جو سپرد نادر  
نزع کی خوشکلیں تھیں بن گئیں آسانیاں  
صیغہ یا مرفعی استوت مراد مساز تھا

## نوحہ

(از جناب سید محمد احسن صاحب باقر تعلیم لی۔ اے حید آباد)

کر بلا کے دشت میں کچھ اور ہی سامان تھا  
ساقی کو شر کا بیٹا چند دن زمان تھا  
تیرا اور مصوم کی نازک سی گردن ہائے  
کیا قصور اس سے ہوا تھا ہائے وہ ملا  
ڈھونڈتے پھرتے تھے مولا لاش اکیبر ہر طرف  
جس کسی سے پوچھتے تھے ہائے وہ انجان تھا  
گود میں مولا کے اصغر مسکراتے ہی  
جیسے مرنے میں مرزہ تھا، شوق تھا، اراد  
جنگ تھی عباس کی صفین کا انداز میں  
الاماں کا شور تھا اور فوج میں بیجان تھا  
کیوں نہ ہوتا، ناز تھا شبیر کو اصحا  
جس کسی کو دیکھیے وہ تاج فرما  
بیکسی تھی شاہ کی ظلم و ستم کا راج تھا  
عصر کا ہنگام تھا اور خون کا میدان تھا

# فضل شہداء حضرت عباسؑ

(جناب قائم الملک مولانا سید عالم محمدی صاحب)

شہیدان راہ خدا کے پیش خداوند عالم جو مراتب ہیں ان کا بیان کرنا میرے امکان پہنچ نہیں کہ مجھے ان عالی منزلت ہستیوں کی اس حد پر معرفت نہیں جس کی وجہ سے میں ان کے تمام مراتب عالیہ کا احصاء و استقصاء کر سکوں اور جس حد تک معرفت ہو بہت دور اس تک نہیں الفاظ کی نایاب کی وجہ سے ان شہیدان راہ خدا کے مراتب حد شمار میں نہیں آسکتے ہم تو جس اس قدر ان خوبی کفوں کے مراتب عالیہ بیان کر سکتے ہیں جو قرآن و حدیث کے الفاظ میں بیان نہ کئے گئے ہیں۔ درحقیقت ہم کو شہیدان ملت کے حقیقی مراتب کی تکلیف بھی نظر نہیں آتی ہو۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں عمومی حیثیت سے شہیدوں کے مرتبہ بہت بلند ہیں۔ انبیاء و صادقین و صالحین کی صف میں شہیدوں کی بھی جگہ ہو اور ہر نعمت خدا میں شہداء بھی انبیاء کے ساتھ مساویانہ طور سے شریک ہیں۔ بلکہ حیات بعد الممات کے پہلے ہی حیات جاودانی کی نعمت حاصل کر لیتے ہیں اور اسی زندگی کے مناسب بغیر گم و گوشش کے مبلغ قدرت سے رزق بھی پاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ ہر نیکی سے بڑھ کر نیکی کی جاسکتی ہو۔ گناہیں نیکی سے جڑ کر کوئی نیکی نہیں ہو کہ وہ سبیل اللہ جہاد کرے اور قتل ہو جائے۔ ہاری کوتاہ بین نگاہیں اگر تمام شہیدان کو ایک منزل اور ایک مرتبہ پر دیکھیں تو کوئی تعجب نہیں ہے مگر ایسا درحقیقت نہیں ہو سکتا کہ سب شہید ایک ہی مرتبہ پر فائز ہوں۔ یقیناً شہداء احد کے شہید مرتبہ میں دیگر شہداء سے بلند ہیں کیونکہ قرآن مجید مدح کرتا ہے اگرچہ وہ مدح ہی کرنا ہی طریقہ پر ہو مگر پھر بھی شہداء احد کے مرتبہ نمایاں ہوتا ہے کیونکہ شہداء کربلا سے جب بھی پیچھے ہیں اس لئے کہ بنیاد حدیث نفیس قرآن مطلق نے شہداء کربلا کے بلندی مراتب پر باری سے نص فرمادی ہے کہ میرے اصحاب سے وقادار تر کسی سے صحابہ نہیں۔ لہذا شہداء احد بھی مرتبہ میں گھٹ گئے۔ شہداء کربلا کی منزل بلند ہو گئی لیکن اگر امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے بلند مرتبہ ہونے کی تصریح فرمادی اور تمام شہیدوں سے مرتبہ میں بڑھا دیا تو حضرت عباس علیہ السلام کے مرتبہ کو بھی علمداری لشکر کا منصب عطا فرما کر عیاں کر دیا۔ حبیب ابن مظاہر کہ امام علیؑ کی فطرت کا لقب ضرور مرحمت فرمایا لیکن علمداری فوج کا حبیب ابن مظاہر

کو نہیں عطا کی کہ نہ کہ سرداری اسی کے لئے مخصوص ہے جو علم شجاعت میں سب سے زیادہ ہو۔ جناب عباسؑ کو سرداری کا منصب عطا فرما کر امام نے بتایا کہ عباسؑ علم و شجاعت میں سب سے زیادہ ہیں۔ جب یہ فضل و جل امام سے ثابت ہوا کہ حضرت عباسؑ علم و شجاعت میں سب سے بہتر تھے تو تمام شہداء میں آپ کا افضل الشہداء ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ بعد امام حسین علیہ السلام کے امام زین العابدین اور امام جعفر صادق علیہما السلام کی حدیثیں دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام شہداء کربلا میں بعد امام حسین علیہ السلام کے حضرت عباسؑ کا مرتبہ ہو۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام نے عبید اللہ بن عباسؑ کو طرف دیکھا اور فرمایا کہ رسلنا ابی صلی اللہ علیہ وآلہ پر کوئی دن اُس روز سے زائد سخت نہ تھا جس روز جناب محمدؐ و جنگ احد میں شہید ہوئے اس کے بعد کا سخت ترین دن وہ تھا جس دن جنگ موتہ میں رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی جناب جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اس روز کا سختی کی کوئی انتہاء تھی جس روز حسینؑ مظلوم کو تیس ہزار لوگ گھیرے ہوئے تھے۔ ثم قال علیہ السلام رحمہ اللہ العباس فقلنا انزل وابی وقدی احساناً بنفسہم حتی قطعتم یراک فاجد لہ اللہ عزوجل کما جانا حنیناً یطیر دھما مع الملائکۃ فی الجنة کما جعل لجعفر بن ابی طالب وادان للعباس عند اللہ تبارک وتعالیٰ منزلاً یغبط بہما جمیع الشہداء و یوم القیمۃ۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ خدا رحمت نازل کرے عباسؑ پر یقیناً انہی نے یثار کیا اور سخت بلا میں امتحان دیا اور اپنے بھائی پر خدا ہو گئے بیان تک کہ دونوں ہاتھ قطع ہو گئے پس خداوند عالم نے ان کو ہاتھوں کے بدلہ میں دو بازو (ہر) عطا فرمائے جن سے وہ ملائکہ کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں جس طرح جعفر بن ابی طالب کو جنت میں پر ہاتھ تھے۔ یقیناً جناب عباسؑ کی خدا کے نزدیک ایسی منزلت ہے کہ جس کو دیکھ کر تمام شہداء قیامت کے دن غبطہ کریں گے۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بعد سرکار سید الشہداء و تمام شہداء میں حضرت عباسؑ کو افضلیت حاصل ہے۔

# زمہر انسانیت

(از قلم ابوالفضل زراہ جعفری - مالیر کوٹلوی)

میں تو یہ کہوں گا کہ ابھی یہ دائرہ محدود ہے۔ حضور تمام دنیا کے پیکر رحمت بلکہ عجم رحمت بن کر آئے تھے۔ حضور کے نور کی پاکیزہ شاعری نے وہ کام کیا جو بڑے بڑے مشہور جوہر نہیں کر سکتے۔ حضور نے اپنے اخلاق حسنہ کی سہری سے وہ میدان کارزار فتح کئے جن کے متعلق بڑے بڑے دہروں کے خواب شرمندہ نہ ہو سکتے تھے۔ حضور کے بعد جو کارزار شہیدانسانیت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فتح کئے وہ حضور کے زمانہ میں بھی پیش نہ آئے تھے۔ آنحضور کے زمانہ میں جو اسلام نے ترقی کی تھی اسے نیت و ناپود کرنے کے لئے اموی دور کے غیر خواہ کر لینہ ہو چکے تھے۔ بلکہ یہ کہنا بھی میالغ آمیز نہ ہوگا کہ ہی لوگ اموی دور کے رکن تھے۔

جن خاندان خدا کی خدائی پدایان نہ آنحضور کی رسالت پر اعتقاد بلکہ یہ لوگ تو کہا کرتے تھے کہ (انھذا البشر مناعوجی وغیرہ آنحضور پر کچھ نازل نہ ہوا تھا بلکہ نبی ہاشم نے ایک ڈھونگ رچا رکھا تھا۔ ایسے نازک ترین دور ہیں جبکہ آنحضور کی چالیس سالہ محنت اکارت جا رہی تھی حضرت امام حسین نے اس ڈوبتے ہوئے سفینہ کو بچانے کے لئے کربلا نڈول۔ اور عزم بالجہم کر لیا کہ بنی امیہ نے اپنے چہروں پر جو اسلام کا نقاب پہن رکھا ہو۔ اسے اُتار بیٹھیں۔ چاہے اس غلیم انسان کام کے لئے چھ ماہ کے شیر خوار علی اصغر کی بھی قربانی پیش کرنی پڑی۔ اٹھارہ سال کے نوجوان علی اکبر کے خون سے گلشن اسلام کو جو مرجھار با تھا امام حسین نے سرسبز کر دیا۔

اسے شہید انسانیت! تیرے ہر نقش قدم پر انسانیت قربان ہو رہی ہے جناب لئے بتا دیا کہ ایک مشن کے استحکام کے لئے قربانیوں کی کتنی اہمیت ہے اسے نوع انسان کے غمخوار مجاہد، اگر کر بلا کی جلتی بلقا ریت میں انسانیت کی بقا کی تعلیم نہ دی جاتی تو آج انسانوں کے بھیس میں میدان جلوہ گر ہے اسے محمد کے لخت جگر۔ فاطمہ کے نور نظر علی کے دل کے چین۔ اگر جناب کی ذات گرامی انسانیت کا اعلان نہ کرتی تو آج اسلام کے ساتھ انسانیت کا

یہ بات انہیں آئیں ہے کہ تغیرات اور زمانہ کی انقلابی حالتیں انسان کو اپنے فرائض سے فراموش نہیں کر سکتیں۔ آج سے کروڑ سال پہلے جو انسان اس عالم رنگ و بو میں آباد تھے۔ آج بھی ان ہی کی نسل کے انسان آباد ہیں یہ اور بات ہے کہ بعض ذاتی تفرقات کی وجہ سے ان کے مورث اعلیٰ کا نام اس دنیا سے معدوم ہو چکا ہے۔ آج سے ہزار سال پہلے جو انسان اپنی تحیف گردن پر بار خلافت لئے ہوئے تھے آج بھی اسی طرح لئے ہوئے ہیں یہ اور بات ہو کہ انسانی زندگی میں تکلفات و قہر نے چند نمایاں تبدیلیاں کر دی ہیں۔ وہ ہمارے جو آج سے ہزار سال پہلے کے لوگوں کے زندگی کا حسین نقشہ پیش کر رہے تھے آج بھی اسی طرح نقشہ سنچ ہیں۔ انقلابات زمانہ کسی بات کو کچھ و صر کے لئے معدوم کر سکتے ہیں مہینے کے لئے شائیں سکتے۔ اگر یہ جھوٹی چھوٹی چیزیں ثابت ہیں تو یہ ناممکن ہے۔ کہ جنی ذوات اقدس کے لئے اس عالم رنگ و بو یعنی دنیا کی تشکیل کی گئی ہو۔ وہ ہمارے نفروں سے ہینے کے لئے پوشیدہ ہو جائیں۔ بلکہ اللہ کے متعلق چند اہل لوگ یہ کہہ دیں کہ وہ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے جس پر اللہ کو وہ یہ دے کے اس ارشاد پر ہمارا ایمان ہے کہ کل نفس فاعلمت موتہا گو اس زمرہ میں وہ ہستیاں ہرگز نہیں لائی جاسکتیں جس کے متعلق خداوند کریم ارشاد فرماتا ہو جو میری راہ میں شہید ہوں تم انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور روزی حاصل کرتے ہیں کتنے افسوس کی بات ہو کہ چند کوتاہ اندیش کہہ دیتے ہیں کہ جیسے عام انسان مر جاتے ہیں۔ ایسا ہی حال شہیدوں کا ہوتا ہے یہ کوئی تعجب آمیز بات نہیں ایسے لوگ ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں جو پیغمبر کو جالوگر بتاتے ہیں۔ رونے کو بدعت سمجھتے ہیں اور برحق خلیفہ السلیل حضرت علیؑ کے علاوہ آنحضور کو بھی جائزہ اخطا سمجھتے ہیں۔ نوری اور خاکی میں کچھ تیز نہیں کرتے۔

محض یہ کہ دنیا کہ حضرت خیر الانبیاء مسلمانوں کے لئے ہی ہدایت کے چراغ تھے کافی نہیں ہے۔ حضور ہر انسان کے لئے رحمت بن کر آئے تھے بلکہ



## ایسا کوئی بندہ ہو خدا کا تو دکھا دو؟

(جناب شیر النور بیگم صاحبہ ہولے نرمی پورے ہندو)

شہ ڈھونڈتے ہیں لاشہ الکر کا پتا دو

لے کو فیو، مشکل ہمیں کدھارو

کیا حکم محمد کی شریعت میں یہی ہے

اس طرح سے مہمان کو بلو اے دغا دو

فرماتے تھے شہ ہاتھوں پہ صخر کو اٹھا کے

بیٹا انیس تم سوکھی زباں اپنی دکھا دو

ہونے لگی عاشور کی جب صبح نمودار

لیسے کا بیاں تھا کوئی الکر کو جگا دو

باجوں کی صدا کو بختی ہے فوج عدویں

اے لال ذرا نعرہ تکبیر سنا دو

نیزے پہ ہوئی بعد شہادت بہتیں مہراج

گمراہوں کو اللہ کے احکام سنا دو

سرشتِ طلا میں ہے توبہ ذکرِ خدا میں

ایسا کوئی بندہ ہو خدا کا تو دکھا دو

ہے شوقِ زیارت میں بشیرِ آپ کی بیتاب

از بہرِ نبی رہے منہ پر نور دکھا دو

کبھی خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ اسے رہبر ملت۔ آپ نے انسانیت کے مردہ قاب میں اس وقت روح پھونکی جبکہ حرام چیزیں بالکل جائز۔ ہر چکھتیں۔ بیوی اور ماں میں کچھ تمیز نہ تھی۔ ہوس پرستوں نے ان قویوں کو آدھا کر دیا تھا۔ مردہ روں کے گائے بھینے کی کٹائی جا رہی تھی کہ خلافت میں شراب و کباب سے اڑاٹی جاتی تھی۔ مذہبِ ظہر کے پاکیزہ اصولوں کا سرمایہ رخصت اڑا دیا جاتا تھا۔

اسے مردہ روں کے مدد فرما! پیکرِ انسانیت۔ قیوم کے دادرس ہیں حقیقی معنوں میں اپنا نظام بننے کی توفیق جلیل عطا فرمائے۔ تاکہ ہم دنیا میں باعِ عمل و قوی۔ پیش کر سکیں کہ جناب کی ذات کسی خاص مل و محل، ملک و ملت کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک حقیقت پسند انسان کے لئے شعلِ راہ ہے۔ آمین

## سرگمراہ آپ نے زندہ کیا اسلام کو

(از مداح آلِ نبی جناب شرفِ حیدرہ)

کر بلا والوں نے زندہ کر دیا اسلام کو  
جان دیکر رکھ لیا باقی خدا کے نام کو

اے حسین ابن علیؑ گر خوں نہ بہتا آپ کا  
جانتی دنیا نہ پھر اللہ کے احکام کو

ہو بنائے لا الہ الا اللہ حسن و حسین رسول  
سرگمراہ آپ نے زندہ کیا اسلام کو

آ رہا تھا وقتِ ذبح آپ کو لطفِ حیات  
جانے تھے آپ ہی بس خون کے انجام کو

اللہ اللہ بخشِ امت کا تھا کتنا خیال  
نذر پکایں کر دیا تھا اصغر گلام کو

رہ گئی دینِ نبی کی بات دنیا میں شرف  
سرگمراہ نے دی زندگی اسلام کو

# بسکین نمازی

از عالی جناب سید مجتبیٰ حسین صاحب (مدرسہ سہری)

~~~~~

کچھ آفت کی کردیاں جمیل چکے تھے کچھ جھیلنی تھیں۔

عرصہ حیات جتنا ہی طویل تھا وہ اتنا ہی طویل تھا۔ زیادہ سے زیادہ کار نمایاں کرنے کی جستجو تھی۔ لیکن کہ حد تک حصول درجات کا اشتیاق تھا۔ سختی برداشت کرتے جاتے تھے اور دل نہیں بھرتا تھا۔ معیبت پڑتی جاتی تھی۔ دوکھ درد سب جاتے تھے جہاں بہ نوروں پہنچا جاتا تھا آفا کا وہی عالم تھا جانشانوں کی وہی کیفیت تھی۔ ..... روحانیت غالب آچکی تھی۔ کھڑے تھے اور اس طرح کہ دنیا سے بے نیاز۔ .....

..... جنگ چھڑ چکی تھی۔ آفتاب اپنی مسافت جلدی جلدی طے کر رہا تھا۔ آستخ میں اب تمام صداؤں نے صفت لشکر سے آگے بڑھ کر کھاد مولا جان میری آپ پر خدا ہو آپ یقین کر لیں کہ یہ تودعوب کشا ہی گرم کیوں نہ ہو۔ مگر جب تک اپنے خون سے نہانہ لوں گا آپ پر آنج نہ آنے دوں گا۔ لیکن میری ایک تنہا ہے کہ میں ایک بار نماز اور آپ کے ساتھ بڑھ لیتا۔ تو اپنے زمستان سے ملحق ہوتا۔ کیا کہنا تھا راہے اب تمام تھیں نہ گھریاؤ کیا نہ ہال بچے بلکہ ایسے عالم میں اگر یاد آئی تو نماز اور کیا کہنا تھا راہے امام کا جو نماز کا نام سننے ہی اپنی تمام معیبتوں کو بھول گیا اور فوراً جانب آسمان نظر کی دیکھا نظر کا دل وقت ہے فرمایا۔ ذَکَرْتَ اللّٰہَ وَجَہَکَ اللّٰہُ یٰ اَیُّہَا الْمُحْصِیٰی اے اب تمام اس وقت تم نے نماز کو یاد دلایا خدا تمہیں نماز گزاروں میں عروب کرے۔ بے شک یہ نظر کا دل وقت ہے۔ اچھا اس لشکر سے کہو کہ اتنی دیر ملائی موقوف رکھیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔

امام کی اس فرمائش کا جواب حسین ابن نیر نے یوں دیا کہ رسول اللہؐ تمہاری نماز کب قبول ہے یہ سننا تھا کہ حسینؑ کا ہر جائزہ چپ بر جہیں ہو گیا عباسؑ کی آستینیں چڑھ گئیں۔ علی اکبرؑ کے تیور بدل گئے۔ اور خصوصاً بچپن کے دوست حبیب ابن مظاہرؑ سے رہانہ گیا۔ فوراً یہ کہتے ہوئے حسینؑ پر حملہ کیا کہ مولا اب نماز جنت میں پڑھوں گا۔ اور چھوٹی سی جگہ

عمر کی دسویں تاریخ تھی، گرمی کا زمانہ تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ آفتاب آتش بار سر پہ تھا اور اس کی تیز کرنیں آگ برسا رہی تھیں۔ دیگ سے نئے نئے ذرے چنگاریوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ لو کے پھیرے چل رہے تھے، ہنر کا پانی کھولا ہوا تھا، اور زمین کا تڑتہ جھل رہا تھا۔ ٹھیک اسی وقت جب کہ صبح کا ذرہ ذرہ رہتا مذاب انار کی تسبیح پڑھ رہا تھا، باطل کی جنگ، اسلام و کفر کا مقابلہ، نور و ظلمت کا مرکز درپیش تھا۔ ایک طرف چیدیہ بمیٹریے، شامی درندے، انسانیت کے باغی، کفر کے پرستار تھے، دوسری طرف اشیع عالم، پشت پناہ اسلام، مبط رسولؐ، ہمسوار لائقا کا بیٹا حسینؑ تھا۔ قلت ان کے ہاتھ آئی تھی کثرت دشمن کے غلے۔ ..... کا طوق بن کر پڑی تھی۔ ادھر صرف ہتھکڑیاں تھیں جن میں پڑھے، جو ان بچے سب ہی شال تھے اور ادھر ہتھیار لشکر تھا۔ جس کا ہر فروجوانی کشش میں چورندہ قدامت کے خیال میں مست، ہر قسم کے تمہید سے معافی تھا۔ موت سے کھیلنے والا اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ چنبھلائی دھوپ میں کھڑا اسلام کی منزلزل بنیاد کو مستحکم اور کفر کے آہنی قلعے کو سمار کر رہا تھا۔ دنیا سیرب تھی پتیا سے تھے مگر انہیں ہر اہمندان حال تھا کسی دوسرے کو میر سہ تھا عالم تہ و بالا تھا گران کے دل پر اس کا رنق بھر بھی اثر نہ تھا۔ ہر قلب میں اضطراب تھا، ہیجان تھا، گران کے قلوبوں میں وہ سکون اور نہات تھا جو کوئی بادشاہ اپنے شاہی محل میں بھی وہ کر نہیں پاسکتا۔

ہر حال تین دن کے بعد کے پیا سے اس آگ کے سمندر میں تیروں اور تلواروں کی جھاڑوں میں مثل کوہ اٹل کھڑے تھے۔ اپنی اہل کو اپنے روبرو پاتے تھے گراس کی متعلق پرواہ نہ کرتے تھے۔ انجام معلوم تھا لیکن دل کے حوصلے سواڑ بڑھنے کے گھٹتے نہ تھے۔ خونی منظر کو یا پیش نظر تھا لیکن دل ہشت سے اٹکل خالی تھے۔ مگر بار چھوڑ چکے تھے دنیا چھوڑنے کی لوگی ہوئی تھی۔ سرے کی گھاٹ آچکے تھے پار کرنا باقی تھا۔ خبر اسلام کو از سر نو کھڑا کر چکے تھے



# اسلام

(از جناب ملا علی قاسمی صاحب لائق مکتوبی)

مشکل جو پڑی حل ہو کے رہی حب دل سے علی کا نام لیا  
جب ذکر غم شپیر ہوا پھر کس کو بھلا کچھ ہوش رہا  
انصار حسینی حق پر تھے اسلام کو زندہ کر کے ہے  
یہ حر کا مقتدر صل علی تقدیر کی عظمت دیکھو تو  
بخشش کی سند حق نے بخشی جب شہ نے خطا کی بخشی  
کیا شہ کے تھے بچے غیرت والے تھے کتنی بڑی وہ ہست والے  
کیا شہ پہ مصیبت آن پڑی افسوس کہ وہ کیسی تھی گھڑی  
دم توڑا جو اکسب نے رن میں تھا شہ کی زباں پر شکر خدا  
ہاں مدح علی سے اسے لائق حاصل دو جہاں میں کی عزت  
لی داو سخن فنوں سے یہاں خالق سے وہاں انعام لیا

## بیاض علی مشکل کیسٹا

(از جناب ایم ایچ تسنیم صاحب سارنگپوری)

مقتدائے بزم عرفان یا علی مشکل کشتا  
ابن عتبہ مصطفیٰ یا ابوالحسن خیر شکن  
آئینہ قطبیر سے ثابت ہو شانِ اہلبیت  
شیر و شبیر فرزندان نورالعین تو  
پیشوائے اہل ایمان یا علی مشکل کشتا  
آپ ہی ہیں شیر یزداں یا علی مشکل کشتا  
دائمی تامل ہے قرآن یا علی مشکل کشتا  
زوحہ تو خیر فضاں یا علی مشکل کشتا  
و مصیبت تا توں تسنیم" میگوید سدا  
میری ہر مشکل ہو آساں یا علی مشکل کشتا

# اپنے

خدمت گزار ادارہ ہے بہت جلد اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے اور ایک خدمت گزار  
بہ بلند نمک نہ کا اجراء کر کے قوم سے اپیل کرے کہ شیعہ بن ہند چاہیہ کی اس بلند  
چوٹی پر محمد و آل محمد کا شن اوہ مرکز قائم کرنے میں نمایاں حصہ لے۔

قرارداد یا کہ بلند نمک نہ کی فرض و غایت یہ ہے کہ اس آمدنی سے  
شملہ کے کسی موزوں مقام پر تمام ہندوستان کے شیعوں کے شایان شان شیعہ  
مرکز دو قف قائم کرتے ہوئے امامیہ مال ندسہ۔ ہوش۔ مسافر خانہ۔  
لاہور۔ سی۔ وی۔ جی۔ دوم و دیگر قومی و مذہبی لوازمات تعمیر کرنے اور ان کے  
ذریعہ پڑاؤی علاقوں میں تبلیغی امداد انجام دے۔

بہی خواہان ملت! انجمن حیدریہ فخر قوم کا ایک قدیم ادارہ ہے  
جو ۲۰ سال سے قومی خدمات انجام دے رہا ہے گو یہ مقامی انجمن ہے مگر  
اس کا دائرہ عمل کبھی محدود نہیں رہا اور جب کبھی ہندوستان کے کسی گوشے  
سے قومی آواز بلند ہوئی انجمن حیدریہ شملہ نے لبیک کہا۔ یوں تو انجمن کی  
بیوں خدمات ہیں۔ مگر انجمن کا مدرسہ الباطنیین و انجمن دلفیہ سادات و  
مومنین سے مل جل کر تبلیغی و تعلیمی خدمات انجام دینا اور حال ہی میں  
دارالسلطنت ہند کی دہلی میں مسجد و امامیہ مال کی تعمیر کے لئے ایک ہزار  
سات سو روپیہ کے عطیہ کو قدرداں حضرات نظر انداز نہیں کر سکتے۔

پس اگر کین انجمن و شیعہ شملہ کا یہ ارادہ کہ شملہ میں شیعہ بن ہند  
کے شایان شان امامیہ مال، مسافر خانہ وغیرہ تعمیر کرتے ہوئے قومی اقامت  
میں ایک شاندار وقف کا اضافہ کرنا نہایت مبارک ارادہ ہے اور ایسے  
اہم مقام پر جو دو حکومتوں کا مرکز ہو ایک شیعہ مرکز کا قائم کرنا قومی و مذہبی  
دقت کو قائم کرنے کے علاوہ اس مرکز سے قوم کے لئے اور بہت سے  
نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ ہر شیعہ اس بلند  
کام کی انجام دہی اور تکمیل کے لئے اپنے عطیہ کے علاوہ اپنے دائرہ  
احباب سے بھی عطیہ دلانے میں مجاہد ہو گا۔ والسلام

محمد احسان الی الخیر۔ ا۔ عمدة العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب

دارالسلطنت ہند و پنجاب دشمر میں تعمیر (وقف) شیعہ مرکز امامیہ  
مال و دیگر قومی لوازمات ہمدردان ملت! کوہ شملہ کو علاوہ بلند اور پر فضا  
مقام ہونے کے مرکزی حکومت اور حکومت پنجاب کا ہیڈ کوارٹر ہونے کا فخر  
حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصلحتاً ہر قوم و ملت نے اس مقام پر اپنے مرکز  
قائم کر رکھے ہیں۔

حضرات! انتہائی ندامت اور حسرت سے کہنا پڑتا ہے کہ شیعہ بن  
ہند نے آج تک اس مقام کی اہمیت پر کبھی غور نہیں کیا اسی وجہ سے  
شیعہ بن ہند کے آج تک شایان شان کوئی عمارت نہ بن سکی۔ آج شملہ  
میں ہندوستان کا تاریخی اجتماع "شملہ کانفرنس" کا انعقاد جب کہ شملہ میں  
ہوا تو ایک یہ عجیب منظر تھا کہ ہر قوم و ملت کے لوگ ان شاہیر کو اپنے  
اداروں میں دعوت دے کر اپنی جد و جہد اور زندگی کا ثبوت ہم پہنچا رہے  
تھے مگر انفرس جماعت شیعہ اس موقع پر اپنی بے جا رگی اور بے حس  
کا پورا ثبوت دے رہی تھی۔

حضرات! شیعہ بن ہند تو اپنے معزز ہمالوں کا خیر مقدم کر کے  
نہ ہی وہ قومی و مذہبی حیثیت سے شاہیر قوم سے مل جل سکے اور یہ سہری موقع  
جو قومی سود و بہبود کے لئے نا دور موقع تھا یوں ہی ہاتھ سے جاتا رہا۔

مگر الحمد للہ! اس موقع اور منظر کا جو اثر قوم پر ہوا وہ ذیل کے  
ریزولوشن سے ظاہر ہوتا ہے جو شملہ کی قدیم خدمت گزار انجمن حیدریہ  
(رجسٹرڈ) شملہ کے جلسہ عام میں ۲۰ ستمبر ۱۹۳۷ء کو منظور ہوا۔

انجمن حیدریہ (رجسٹرڈ) شملہ کا یہ عام جلسہ اس امر کو محسوس کرتے  
ہوئے کہ دارالسلطنت ہند و پنجاب یعنی شملہ جیسے مقام پر جہاں جلسہ  
مذہب و جماعت کے بڑے بڑے مال معبد گاہ۔ مسافر خانے۔ اوقات اور  
مدت سے موجود ہیں۔ شیعہ بن ہند کے شایان شان کسی وقت عمارت  
کا موجود نہ ہونا اجلہ قوم کے لئے باعث ندامت و ملال ہے۔ اس لئے  
یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ انجمن حیدریہ شملہ جو شیعہ بن ہند کا ایک قدیم

۳۸۔ عالی جناب نصیب علی صاحب آفت رشیدی برٹل شملہ۔ ۳۹۔  
ارکین انجن حیدریہ رجسٹرڈ شملہ۔

نوٹ۔ جملہ ترسیل ذرا نام سید خاں من علی ترمذی سکریٹری  
انجن حیدریہ رجسٹرڈ (چوڑا میدان پوسٹ آفس شملہ) ہونی چاہئے۔



دنیا میں سب سے بڑھ کر خوفناک مرض ہے

اس موزی مرض سے خوفناک ہر انیم نو جوانوں کے ہی  
خون کے پیات ہوتے ہیں اور تھوڑے ہی دنوں میں مر جاتے

کو موت کا فتوے دینے لگتے ہیں۔ موت کے بعد ہی اس کے خوفناک ہر انیم نو جوانوں کے ہی  
کسی کو اپنا انکار بناتے ہیں۔ اس موزی مرض کے ہمارے کئی بھائی بھینسے تھے۔  
دو سال کی حیرت انگیز و اتھری تجربے میں نے ہزاروں ایسے مریضوں کو بھی موت کے منہ سے بچایا  
ہو جن کو ایک دے وغیرہ کے بعد ناقابل علاج کہہ دیا تھا۔ آپ ان ہی کا دور میں سے ایک کو  
ایک بڑے معروف خطاط مریض کے بچے ہی دیکھ چکے ہیں۔ اس کے بعد پھر کئی مریضوں میں بھی۔  
سے کوئی نہ کوئی تجربی اپنے نام کا ڈھکا بچا چکی ہے۔ وہاں یہ اس پاک بھند کا رک مرانی  
ہے۔ کہ ملاط مریضوں پر بھی تجربی کے کل راج ہے۔ جب ہی تو لوگوں نے اس کا نام دوا  
نیں بلکہ مریض کو موت کے منہ سے بچانے والی خدا کی طاقت دکھ دیا ہے۔

تپرق اور پرانے بخارات کے دلیضو! اب بھی سمجھو!

اگر آپ اپنی پیاری جان کو بچانا چاہتے ہیں تو فوراً تجربی کا استعمال شروع کر دو اور  
دس روز میں ہی کٹھن دیکھو۔ دس روز میں ہی کٹھن دیکھو۔ دس روز میں ہی کٹھن دیکھو۔ دس روز میں ہی کٹھن دیکھو۔  
کٹھن کھیت۔ سینکڑوں حکیم ڈاکٹر اور دوا سازان اپنے مریضوں پر استعمال کے نام  
پیدا کر رہے ہیں اور بڑے بڑے مار ڈو دیتے ہیں تاہم یا خط و کتابت کے لئے صرف تجربی  
بگاڑ رہی کہ دنیا ہی کافی ہے۔ قیمت اس طرح ہے تجربی ہر ہسپتال ایروں کے لئے جس  
میں ساتھ ساتھ طاقت کو بڑھانے کے لئے موزا موزی۔ ایک وغیرہ کے قیمتی کٹھن جات ہیں  
ڈالے جاتے ہیں۔ تجربی ہر جس میں صرف قیمتی جڑی بوٹیاں ہیں مکمل چالیس روپے کا  
کورس جس روپے۔ نو روپے دس روز صرف چھ روپے۔ بھول وغیرہ ملے ہوئے ہے۔ آؤ اور  
یہ دوا بخار نیز ہر باغیہ ضرور تجربی فرمائیں دس روز میں حیرت انگیز اضافہ ہو گا۔

ایک ہی

راہ صاحب کے ایل شملہ! اینڈ سنو میں بیکرس (۲۶)  
شیلانگ (آسام) یا پنجاب آفس جگا دہری

محمد کھنڈ ۲۔ سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب مجتہد کھنڈ ۳۔ مولانا سید  
جعفر حسین صاحب مجتہد گوجرانوالہ ۴۔ علامہ ہندی مولانا سید احمد نقوی  
کھنڈ ۵۔ نصیر لکنت مولانا سید محمد نصیر صاحب کھنڈ ۶۔ مولانا سید  
محمد عابد الشیر صاحب سلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ۷۔ خلیفہ اعظم مولانا سید  
محمد صاحب دہلوی۔ ۸۔ علامہ العلماء مولانا سید محمد رضی صاحب کھنڈ۔  
(۹) مولانا مفتی سید محمد احمد صاحب سونی تپری ہولہ مولانا سید محمد بطلین  
صاحب لدھیانہ ۱۱۔ مولانا سید ظفر محمدی نقوی صاحب لاہور۔  
۱۲۔ مولانا سید عدیل اختر صاحب پرنسپل مدرسہ الوداعین کھنڈ۔  
۱۳۔ مولانا سید ابن حسن صاحب جادوچی۔ ۱۴۔ مولانا مرزا احمد علی صاحب  
امرتسری۔ ۱۵۔ مولانا محمد تقار علی حیدری صاحب بدایوں۔ ۱۶۔ مولانا خواجہ  
محمد لطیف صاحب انصاری پروفیسر ڈی۔ ایم کالج موگہ۔ ۱۷۔ مولانا سید  
نجم الحسن صاحب کرار دی پشاور۔ ۱۸۔ جناب آغا سید محمد شاہ صاحب  
پیش نماز شملہ۔ ۱۹۔ نواب سید ظفر علی خان صاحب قزلباش دیوبند شریک  
۲۰۔ خان بہادر شیخ کرامت علی صاحب ایم۔ ایل۔ اے پنجاب۔ ۲۱۔  
عالی جناب ملک الرحمن صاحب کیانی رئیس موہہ سرحد ۲۲۔ امیر  
سیٹھ غلام حسین میٹھاگل رئیس اعظم راجپوت ۲۳۔ خان بہادر راجہ میر  
اکبر علی خاں بیرات کوٹاہہ راجہ سید محمد۔ عالی جناب میجر سید مبارک علی  
شاہ رئیس جھنگ۔ ۲۵۔ خان بہادر سید کلب عباس سکریٹری آل انڈیا  
شہید کافرنش ۲۶۔ امیر راجہ سید محمد مسعود امین خاں رضوان  
اصغر آباد ۲۷۔ امیر سید جلال الدین حیدر صدر انجن ڈھیلیہ سادات  
المومنین ۲۸۔ آغا محمد سلطان مرزا ڈاکٹر کٹ دشمن نچ دیشاؤڈ۔ ۲۹۔  
آغا شہزاد احمد انیری جٹریٹ و آئیری سکریٹری امامیہ تیم خانہ دہلی۔  
۳۰۔ نواب سید احمد مرزا موسوی دہلی ۳۱۔ جناب سید مصطفیٰ صاحب  
رضوی جنرل سکریٹری فریڈریشیہ شملہ پشاور ۳۲۔ سردار کریم بخش  
حیدری علی پوری ۳۳۔ جناب شیخ محمد صدیق صاحب ایڈیٹر خاکار  
لاہور ۳۴۔ جناب ملک صادق علی عرفانی ایڈیٹر شیعہ لاہور  
۳۵۔ جناب سید اعظم حسین صاحب ایڈیٹر سرفراز کھنڈ۔  
۳۶۔ خان بہادر مرزا بدر الدین صاحب رئیس اعظم شملہ۔  
۳۷۔ عالی جناب شکور علی صاحب گورنمنٹ کنٹرولر شملہ۔



# بیلک لہوننگ اسکول

یکم مئی ۱۹۸۷ء کو جناب عمار اللہ صاحب مدظلہ نے ناسید محمد رضی صاحب مجدد صدر مرکز اتحاد نے انہماکی کے ساتھ اس اسکول کا افتتاح فرمایا تھا جس میں ایک اردو دان معلم کی نگرانی میں ٹوٹی ہوئی چٹائی پر چند غریب بچے بٹا دے گئے تھے۔ ٹھوس کام دیکھ کر طلبہ کا اضافہ ہونے لگا آخر مجبوراً اسکول کو دوسرے مقام پر منتقل کرنا پڑا اور اشاعت میں اضافہ کیا گیا اب ایک ہی سال کے اندر اسی اسکول میں بائیس ہزار شاگرد ایک سو پچیس ہندو مسلم طلبہ زیر تعلیم ہیں اور اب انہماکی کا کسی طرح پانچو روپیہ سے کم نہیں ہیں۔

اپنے اس کی کسی جگہ سے کوئی متعلق آمدنی نہیں مقرر ہوئی ہے۔ محض قوم کی دیادی اور مذکے بعد سہ پراس کر چلا یا جا رہا ہے۔ اس کے اہم اغراض یہ ہیں۔  
۱۔ تفریق مذہب زدہ و ملازمت پیشہ افراد کو شام کے وقت جب کہ وہ اپنے کلام سے فارغ ہو جائیں نیز اچھوت اقوام کو تعلیمی و صنعتی تمام ممکن ترقیاں حاصل کرنے کا موقع دینا۔ اسکول میں کسی معین تعداد کے غریبوں سے کوئی فیس نہیں لی جاتی بلکہ ان کو مفت سامان تعلیم عطا دیا جاتا ہے۔ نمودریو بی۔ گورنر سندھ۔ وزیر  
اعظم بنگال۔ صدر اعظم حیدرآباد دکن، سر آغا خاں۔ ایم۔ اے۔ اصفہانی۔  
راجہ صاحب۔ عمود آباد۔ عمارا جہانم پور۔ ہزارائیں آف مسرور۔ پنڈت  
جواہر لال نہرو اور دیگر نامور لوگ نے مرکز اتحاد کو اس اقدام پر مبارک باد دی  
ہے۔ سرمدت انگلش چھپے پلاس تک تعلیم دی جاتی ہے۔ افراد قوم کو اس  
اہم ترین تحریک کی طرف جلد متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

مذاذ کی محمد بی۔ اے بی کلام

آزیری جوائنٹ سکریٹری بیلک لہوننگ اسکول شاہ پٹرالین  
ڈکٹر لہوننگ لکھنؤ

## مہر نواز محرم مہر

اس سال بھی سالانہ مہر کی طرح نہایت آج  
تا بے اہلی بیاد پڑی اچھی آخری تاریخوں میں شاہجہاں کا جس کی غزالی  
مہر شیعہ کا قومی فریضہ ہے

## چور لائین

شمس المومنین خطیب اعظم مولوی اسید محمد  
صاحب قبلہ مدظلہ دہلوی تحریر فرماتے ہیں

چور لائین است ناموٹوں کے متعلق ہے جو لکھنؤ خواہ کلکتہ وغارتے تھے  
خانہ نبوت کی بربادی ان لوگوں کی رہن منت ہے چور لائین نے ان  
ہستیوں کو بے نقاب کیا ہے جن کے ستارہ العیوب کے کلام نے منافقین  
کو کھچوڑ دیا تھا چور لائین کے بھانے کی کوشش کریں گے ذرا اس  
سے پہلے اس کی روشنی میں ان کی صورتیں تو دیکھ لیجئے۔ یہ لائین چور  
سے بچائے گی اور وہ بھی اس کے خوف سے چوری نہیں کریں گے اس  
میں نکتہ کاروں کا کچھ چھاپا ہوا موجود ہے۔ قیمت ۵۰

خاموش کو گویا اور گویا کو فصیح مقرر بناتی ہے فن تقریر  
فلسفہ تقریر پر آج تک ایسی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی سیاسی مقربین  
ذاکرین دو انگلیں کے لئے فلسفہ تقریر کا مطالعہ اشد ضروری ہے قیمت جلد ۵۰  
شاعری سیکھنے والے شوقینیوں کیلئے فردہ کامیابی اور سخن  
محبوب اشعار انہوں کیلئے نادر تحفہ ہے ہندی شعر آج ہی ایک جلد

طلب کریں قیمت جلد ۵۰۔ ہدیہ اشاعرہ شری از حضرت شہید رابع جواب آنا  
عمری از شاہ عبدالغنی دہلوی سے ہر قسم کی نوے، مرثیہ اور بیانیہ ملنے کا پتہ

## سناپلشنگ دناؤں کشمیر گٹ دہلی

## شیعہ مرکز تبلیغ پنجاب کا تیسرا سالہ کاٹگریوں کو حسینی سبق

مفت سرکار علامہ ندوی صاحب مدظلہ مجدد العصر لکھنؤ زیر طبع ہے۔ نوم سے قبل  
چھپ جائے گا قیمت ۲۰ روپے حسینی ۲۰ علاوہ محمولہ ڈاک جو حضرات محرام میں  
تقسیم کرنے کے لئے منگوائیں گے انہیں یہ رسائی چھ روپیہ سیکڑہ دیر سے جائیں گے  
مرکز تبلیغ کے مہر نواز سالانہ مہر نامت ارسال کئے جاتے ہیں آپ بھی اس ادارہ  
کے مہر نواز تبلیغ کاموں میں حصہ لیں شہرح چند مہر نواز عمری سے ۵۰  
مہر نواز خصوصی سے ۱۰۰ لکھنؤ مہر نواز سے ۱۰۰

اعظم ادارہ عالیہ شیعہ مرکز تبلیغ پنجاب محلہ شیعہ لاہور





عطرِ نکہتِ حمیمِ ایجاب

یوں تو سعد اقام کے عطر ملک میں رائج ہیں اور مختلف  
 طبیعتی مختلف عطروں کو پسند کرتی ہیں لیکن ہم نے جدید  
 قسم کا ایک عطر نکمت چمن تیار کیا ہے جو ہر طبیعت کے موافق  
 ہے اس کے استعمال سے معلوم ہو گا کہ گویا آب ایسے  
 تر و تازہ چمن میں داخل ہو گئے ہیں جو طرح طرح کے پھولوں  
 کا خوشبو سے ملک ہوا اطراف ملک میں اس کی  
 بہت انگ ہے قیمت فی تولہ چھ روپیہ

نوٹ !

قسم کے اصلی عطرد تیل تبسکو خوردنی بتی اگر پا  
ہم سے یہ کفایت طلب فرمائیے  
نکھنؤ پر فیو مری اسٹورنگ کینہ یو۔ پی

مفت عظم سے مردے زندہ اور  
مفت اہم مفت پتھر کے ہو سکتے ہیں

اس کا تعویذ حسب بغض۔ مقدمہ استحان میں کامیابی قید سے رہائی اور  
ہر مقصد میں کامرانی کے لئے تیر سہدفت ہے ہدیہ عیلاموسل 784 اس عمل ہر سوال  
کا جواب دے سکتا ہے نام سائنس منہ نام دادہ ہر سائنس میں ہر سچے جو کہ تلاش کے لئے  
شکوک افراد کے نام فی نام ہر سچے جو کہ معلوم کریں۔ اور وق و سل ایسے موزوں  
مرض کا سوسیفیدی کامیاب علاج مع عمل اور دوا سات رو پیہ خا زیر ذخیرا اس  
سے اس علاج بجا گئی ہے جس طرح گدھے کے سر سے نیک ہر اطوار خواہ کتنا ہی پرانا  
ہو اس سے شرط یہ محنت چوبی ہر چھری درد گردہ، اس سے سر پہ چکر خارج اور  
درد کا فور ہو جاتا ہے سہ پہ پہ۔ روز اک قرحہ کتنا ہی پرانا ہو اس سے پہلے ہی  
درد پہ پہ اور ملن کا فور ہو کر تین دن میں مکمل کلام ہو تا ہے۔ سہ روز پہ اکٹھ آنے۔  
نوٹ۔ ہر مرض و غرض کی مجرب دوائی اثر علیات و تعویذات اور زمان  
اور موان اور ہر قسم کے امراض کی مجرب دوائیں تجربہ ہم سے منگائیں حصول  
معدود و قیمت پیشگی جواب کے لئے کلکٹ بھیجئے نوٹ ہر خریدار کو مذہبی  
سامان مفت ملیں گے۔ غیر خریداریہ نظم دفتر کے منہائی مجبوش چھ آنے بھیج کر مفت  
طلب کریں۔

منیجر روحانی و یونانی دو خانہ چیماری براستہ انبالہ ضلع امرت سر

صحبت لایزال دولت ہر

مفت منگوائے گا

بددوال فارسیی نمبر ۱۲

بدو وال لوديانہ

[illegible]

الامية تميم خنساء ملثنت و دجان مسج شيعيان دہلی

وزیر سرپرستی علماء کرام و وزیر انصرام شیعہ الصفا پراؤ نسل شیعہ کا نفر نس صوبہ دہلی

یہ قیم خانہ عرصہ چودہ سال سے بیروشان کیا یہ تحفہ دہلی میں نہایت کامیابی سے جاری ہے۔ اس میں قوم کے نو نما لان اپنے والدین کے دست شفقت سے محروم ہو کر زیر نگرانی عالم دین پرورش پا رہے ہیں۔ اور دینی و دنیوی تعلیم و صنعت و حرفت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ براہ کرم اچھوت متقل جیدہ ممبری عید الفطر کے فطرہ و عقیقہ و فریانی کی کھاؤں کی قیمت وغیرہ کی رقوات سے ایام ہذا کی امداد فرمائیں اور اپنے احباب کو بھی ترغیب دلا کر ثواب داریں حاصل کریں۔ ۲۱) یتیم خانہ کی شان کردہ کتب (۱) ذوالعقبیٰ اردو ترجمہ العرۃ الوثقی حصہ اول زیر طبع (۲) جامع ترین کتب سائن فقه مطابق فتاویٰ آقا ابوالحسن صاحب (عجلہ العترتین) سے ترغیبات نماز پنجگانہ مترجمہ (۵) دعائے نور مترجمہ (۶) اعمال ماہ محرم مترجمہ (۷) اعمال ماہ رمضان المبارک وغیرہ مترجمہ اور جملہ کتب مذہبی مطابق دہلی یتیم خانہ بذراخیہ فرا کر ایام کی امداد فرمائیں۔

حاجی آغاشار احمد ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر و آنریری مجسٹریٹ و آنریری جنرل سکریٹری امامیہ تقسیم خانہ دہلی

معدہ جگر انتڑیاں

ان میں سے کوئی ایک عضامی کمزور تو لاکھ کوشش کرنے پر بھی تندرستی قائم نہیں رہ سکتی چہرے پر رون و خوہم روتی نہیں آسکتی خوشی و ہمت و قوت کھٹا رہتی ہے۔

# لوچو LOCHU

سبب خدائی کمزوری معاہدہ، جبکہ انتڑیاں دوسرے نقص دور کرتا ہے تمام اعضا کو مضبوط بنا دیتا ہے۔ بعضی کھٹے دواؤں، جین، اچھارہ پیٹ دور، شول قبض، دائمی بخش، ہر قسم نہ سے وال ٹینکا، زیادتی پیاس، تھے، گویا کہ پیٹ کی بیماری کا مکمل علاج ہے، اپریشن کے ضرورت نہیں رہتی، ہضمیت کو فوراً دور کرتا ہے باقاعدہ استعمال سے سچی بھروسہ چاگ اٹھو ہے اور سخت سے سخت غذا اجزائے بنی ہے یا خن پیدا ہو کر قوت یاہ بڑھ جاتی ہے ہر وقت گھومیں

# LOCHUZZI

رکھنا، دشمنی ہے مافری میں

نمودت بنائے تہ لی آب و ہوا موسم کے اثر سے محفوظ رکھتا ہے۔ قیمت بہم خوردگ  
پانچ دیے (1-5/10) ریختوں کی ضرورت ہے۔

The Badoual Pharmacy P.O. Badoual  
wala (Luthmana)

## تخفّض الیاء

شیعہ پاکٹ بک المعروف براہین شیعہ

شیعہ پاکٹ بک جس کے لئے یہ سید سے مرتبہ ہے جن فقہاء کو تسلیم ہے  
پنجانبہ کی کاوشوں اور سرگرمیوں سے اس نقطہ پر زمانہ میں نزاع  
آج کتاب کے ساتھ طبع ہوئی اس کتاب میں تمام مذاہب کے متعلق بحث  
بہا معلوات درج ہیں اس میں تمام مذہبی ضرورتوں کو پورا کر لیجئے اگر  
کوئی اعتراض کرے تو اس کا جواب آپ ذرا اسی کتاب سے دیکھ  
کر دے دیجئے۔

یہ کتاب علمی و مذہبی علومات کا ذخیرہ ہے اور سرکارِ علامہ صاحبِ علم کی تمام سیر کی عزت کا نتیجہ ہے۔ حجم ۲۰ صفحات  
یا کٹ ساڑھو بصورتِ خمری جلد تہیت عمار !

تاریخی افسانے عرف زہبی کہانیا

مصنفہ بیابان اہلی حصہ اول غیر حصہ دوم عام

مکتبہ شیعہ نزل یک اینجی محلہ شیعہ لاہور

# خدا اور رسولؐ کی لعنت جھوٹے شہتار بازوں پر

## اگر خدا کو درمیان میں دیکر لکھو گے کہ ہکودیات سے فائدہ نہیں ہوا تو تمام قیمت واپس

**طلسم و ماز سیاہ جھڑو** | یہ نہایت حرب چیز ہے۔ خدا کی قدرت اور اتفاق سے اس کی تیار ہونا ممکن ہے۔ یہ ایک نادر چیز ہے۔ جس پر دوا خانہ کو فخر ہے۔ اب آپ صحت ایک مرتبہ لکھ کر۔ اس کی اور طاقت کا نشانہ دیکھیں۔ یہ طلسم بچپن کی تمام غلامیوں کی غری سستی کے لئے عجیب چیز ہے۔ پہلے ہی روز اثرات ظاہر ہوں گے۔ طلسم دار سے۔ یہ طلسم ذرا ہی گولی مقوی باہ۔ اس کو اس کی قیمت متینوں دواؤں کے صرف پانچ روپے۔ ہر موسم میں استعمال کر سکتے ہیں۔

**قائِم بربیان** | یہ قسم بندہ کی خود بدصورتی ازال کثرت اقدام کے لئے اکہرے عروڑوں سے مراد سلطان الرحم مفید ہوتی ہے۔ محرب ہے۔ عروڑوں اور مردوں کے لئے کہ اس مفید ہے۔ سفوف اور گدا کی قیمت تین روپے ہے۔

**روحِ نازِ خلد** | اگر حضرت اولاد کی ۲۰ سے عورت کی جوانی برباد ہو رہی ہو۔ دماغی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو تو اس کو استعمال سے عورت کے منہ سے نکلے گا۔ اگر پرتھڑوں کے واسطے خاص اچھا ہے۔ یہ رطل کا آئینہ نہیں ہے صحت و انت ضرورت پر تین چار قطرہ۔ امتد مان لئے جاتے ہیں عقل مند لوگوں کے لئے بڑی کام کی چیز ہے قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے۔

**مجنون شبابِ جوانی** | دار و دماغ کو آنت دیتی ہے۔ توند خون کے لئے لکھتے ہیں۔ بہترین دوائ ہے جو قیمتی ادویات سے ملے۔ ہر ایک کے لئے ایک روپے پانچ روپے۔

**خاص تحفہ** | عورت کو گودیدہ بانٹ کے لئے بڑا دوست جاوے ہیں مرتبہ کے لئے قیمت فی شیشی ایک روپے مفت کتاب ایک روپہ ہر ایک

**دوائے مساک** | اس کو استعمال کرنے سے سرعت کی بیماری روکاٹ سے لئے بہترین چیز ہے شرمندگی سے بچاتی ہے۔ قیمت ۲ گولی ڈھائی روپے (ع)۔

**حینِ زیبا** | بچوں کو زیادہ دودھ پلانے یا بے اغیالی کی وجہ سے عورت سے پستان بے زیب ہو کر رک گئے ہوں اس کے شمال سے پستانوں کو گیند کی طرح سدول اور تھیر کی طرح سخت کرتا ہے عورت کی گھولی ہوئی جوانی از سر نو واپس لانا بڑا دوست اچھا ہے آواز کے قابل ہے قیمت تین روپے باوہ آنے۔

**کیفِ دوشینرہ** | یہ بھی ایک عجیب شے ہے۔ وقت ضرورت استعمال سے دوسری شادی کی تمنائیں رہے گی اندوختی طور پر بالکل نسل دوشینرہ کی ہو جائے گی۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے جو کئی ایک کافی ہوگی۔

**غازہ حینِ افزا** | یہ کریم چہرے کے بد نما داغ دھبے۔ جھانیاں سیاہی اور کرکے لاجبت اور لکشی پیدا کرتا ہے۔ چہرے کے رنگ میں تبدیلی پیدا کر کے حسن کو نکھارتا ہے کافی مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ دوشینرہ کو اس کی قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے۔

کی پہلی رات کس طرح ندرم تین ہے کے گٹ میچکات۔ حال کریں

**نوٹ** | یہ محض ایک دفعہ ہی لکھ کر ہر دوا کا یہ مدد غیور ہو گا۔

مفت تحفہ

حکیم سید آفتاب علی ہاشمی ناظم دوا خانہ شباب و جوانی (ابن ابی شہرہ) حیدرآباد دکن

امامیہ پبلک انگلش سکول کے متعلق علمائے کرام کے اشدائے گمراہی

باسمہ سبحانہ

جناب اسٹریڈ فادر جین صاحب نے فی شکریہ ایک اسکول بپاک انگلش اسکول کے نام سے جاری کیا تھا جو اب الیہ انگلش اسکول کے نام سے موسوم ہے اور عادی پور  
 جہاں اب تمام شہد ہے اگر فی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیا کی اور فرائض بھی تعلیم وال کر دے میں۔ جناب اسٹریڈ صاحب موصوف کو تعلیمی تجربہ قابل معرفت عنوان ہے اور  
 یہ ہے جو ٹیٹے جانی ہے کہ بھی اسٹریڈ صاحب ہی صاحب سے مجھے بھی اسٹریڈ صاحب موصوف کی تعلیمی مہارت کا علم ہے اب اس اسکول کی موصوف آٹھویں کلاس تک عادی پور کا  
 ہے اور وہ فی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیا کی بھی اہتمام کیا ہے ظاہر ہے کہ گفتگو ایسے شہ میں شیوں کی آبادی دیکھتے ہوئے ایسے اسکول کی سخت ضرورت ہے ہر سال ہزار  
 بہت سے بچے جگہ نہ جہ کی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں اور ان کا کہیں ٹھکانا نہیں ہوتا خصوصیت سے مجھے اسکول سے پورا عہدہ ہے کہ دنیا کی و قرآن کے تعلیم کی اسٹریڈ صاحب  
 نے کافی ذمہ داری ہے۔ ہمارے بچوں کو جو ہر اسکول میں تعلیم پاتے ہیں۔ اس کی شہ یہ ضرورت ہے لہذا میں خود بھی اس اسکول سے ہمدردی دکھتا ہوں اور حضرت مہین  
 سے بھی اتنے چوں کہ وہ موصوف کی بہت انفرادی فرائض اور ہر طریقہ سے اس کا شہر میں ہے کے ان کی اعانت و امداد فرمائیں انشاء اللہ موجب اجر ہو گا۔ مولانا سید محمد میرن صاحب  
 قبل مجتہد اللہ۔ باوجود سچا نہ میں جناب ہر ہر محترم مولانا سید محمد موصوف بہرین صاحب قبلہ کے مندرجہ بالا تحریر کا حوت بہ حوت موکر ہوں یقیناً ایسے مفید ادارہ کا قیام ہونا  
 اور عادی پور میں بہت ضروری ہے تمام مہین کو ہر میں کی خاص طور سے اعانت فرمانا چاہئے۔ محمدہ العطار مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد اللہ (امام جہ)

# شراب الصباکدین ضوی

دہ شراب ہے زاہد ہے نرم ہیں

جین کا نسخہ

سلطنت عباسیہ کے شہنشاہ اعظم خلیفہ ہارون الرشید کی

فرمائش پر تیار

وارث علوم ربانی طیب حانی خانوادہ رسالت حضرت امام رضا

ترتیب دیا۔ یہ دوا امت العرشہ مذکور کے استعمال ہی۔ اور

حسبیت اس کا نسخہ اور ان ہر لکھنؤ شاہی میں محفوظ کیا گیا۔

عصائے پیر ہو تیغ جوان ہو حرز طفلان ہو

جگر و معدے کے امراض کو دور کر کے خون صاف پیدا کرتی ہو، سوراخینہ نفع کبریٰ

جلد و خرم کے ہتھکان کو دور کرتی ہو، احصاب کو قوی کرتی ہو، امراض بادہ عرق النسا و خرم

وجہ مفاسد انشیا، فاجعہ، ابلقہ و استرخاء کو مٹاتی ہو، اس کی مادت امراض بلائے محفوظ

رکھتی ہو، داعیہ نسی و مشائے گردہ کو قوی کر کے قوت خاص میں بیش بہا اضافہ کرتی ہو

قلب و دماغ کو تغیر بخشتی ہو اور شراب کے اثرات دور کرنے میں کثیر صفت ہو

بوڑھوں کو لطیف جانی اور جوانوں کو لطیف زندگی بخشتی ہو، بچوں کے لیے شیرینی ہو

عورتوں کے پوشیدہ امراض اور بے قاعدگیوں کو دور کرتی ہے

جوان، بوڑھا، بچہ، عورت، مرد اب کے لیے یکساں مفید ہے

قیمت فی بوتل شراب الصباکدین کہنہ چھ روپیہ

# الحم عنبری دوا آتش

مقوی کوم، تازہ و شیریں بہا میوہات، نادر و شیراز

ملک عنبر، زعفران کا ایک ٹیظیر مجموعہ

جناب بیج الملک شفا الملک مغلہ کی خاندانی بیاض کا

خاص نسخہ

وصف

شامان او داور الیان ملک کے لیے

تیار ہوتا تھا

مقوی احضائے ریشہ دل و دماغ کو تغیر دقت بخشتے، میں غیر اسد و جگر کی

اصلاح کرتے ہیں بے حدیل، قوت ہضم کو بڑھا کر کچی جھوک پیدا کرتا ہو، اہلی و عیال کا

مصفی خون، سرخ و گلابی خون پیدا کر کے جسم میں اس طرح دھناتا ہو کہ خواروں

سے بھوت نکلتا ہو، گردہ و مشائے اور احضائے کوالدہ تاسل کو ایسی طاقت بخشتا ہو کہ

بوڑھوں کو کیف شباب و جوانوں کو لطیف زندگی حاصل ہوتا ہو، شدید کمزوری اور کسی

خطرناک مرض سے نجات دہانی لاحق ہوگئی ہو، اس کی چند ہی خداک سے شان سیمائی ظاہر

ہوتی ہو۔ بیمار، ناتوان، بوڑھوں، بچوں، حاملہ، کمزاریوں، اور

شادی شدہ عورتوں کے لیے یکساں مفید ہے

مارالحم عنبری دوا آتش فی بوتل چھ روپیہ (سے)

مارالحم عنبری دوا آتش فی بوتل تین روپیہ (سے)

میانجی دوا خانہ معدن الادویہ و کتبہ سٹریٹ لکھنؤ



جو کتابیں آج آپ کو آسانی سے مل رہی ہیں ممکن کل تلاش پر بھی نہیں

## تبلیغی جد رنگ کے

مرثیے

مرثیہ زائریتا پوری

(۱) "دنیا کو ایک پہنا کی تلاش" ۸

(۲) "حین عالم انسانیت کا رہبر" ۸

فتح مبین نجم آفندی ۸

مرثیہ جناب اصحاب دوریہ

شہادت کے پہلے شہادت کے بعد ۸

شہداء وفا مولانا دقلمک پوری ۸

منحیہ خلد یا بوستان رشید

جناب رشید نبیر میر نہیں کے مرثیہ ۸

نظم نفیس جناب میر خورشید علی نقی

کے پنجاب مرثیہ کی جلد ۸

عروج سخن جناب صاحب عروج کے

کے کل مرثیہ ۸

ریحان غم جناب وحید کے

۸ مرثیہ کی جلد

خورشید خاوری جناب قازید پوری

ارشاد علامہ جناب نہیں کے مرثیہ کی جلد

دہی میں کی زبان دہی رزم دہی بزم ۸

مرثیہ مرزا قمر دفتر نام جلد دوم ۸

دفتر نام جلد ہفتم ۸

مرثیہ میر نوری جلد ہفتم ۸

مجموعہ سلاخ میر مونس ۸

## نوحہ جات

فریاد بسا ض نوحہ جات جناب لانا سید حسن جٹ ۸

مامتکدہ (تازہ مطبوعہ) جناب زائریتا پوری ۸

حقائق غم جناب زائریتا پوری کے تبلیغی نوحہ ۸

قتیل فرات تبلیغی نوحہ جات بشیر حسن صاحب قتل کھنوی ۸

شہید کربلا جناب اختر بی بی بی بی ۸

موج فرات حصہ اول جناب فضل ایڈیٹر نظام ۸

موج فرات حصہ دوم حسینی شاعر فضل کھنوی ۸

موج فرات حصہ سوم ۸

حیات ماتم فضل کھنوی ۸

چراغ معرفت فضل کھنوی ۸

مولانا محمد عادل جذبات ۸

اشارات غم (نجم آفندی) حصہ اول دوم ۸

اشارات غم (نجم آفندی) ۸

نصوت غم (نجم آفندی) آیات ماتم (نجم آفندی) ۸

دستان شکی ۸

ہدیہ عقیدت ۸

آہ و بکا ۸

وقار غم ۸

رمز شہادت ۸

پیکر وفا ۸

غم جین ۸

شہید ماتم ۸

شہید ماتم ۸

شاہکار انیس (صرف چند جلدیں باقی ہیں)

نبرول ۵۵۰ مبروم ۵۳۶

## حدیث خوانی کی کتابیں

مولانا ابوالیان اکبر رحمتی صاحب قبلہ

مفتاح البیان حصہ اول ۸

مفتاح البیان حصہ دوم ۸

مفتاح البیان حصہ سوم ۸

ریاض الصفا مولانا رفیع حسن ۸

ریاض الصفا حصہ دوم ۸

ریاض المجالس ۸

گنجینہ مصائب ۸

مجالس العارفین ۸

نروج مختار علامہ غفر

مع الوصفا ۸

آل الطہار ۸

سوز خوانی کے مرثیے

۳۲ قسم کے

تیار ہیں ۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸







